

محمود، فاروق، فرزانه اور انسپکٹر جمشید سمیریز

شاگورہ کا بازیگر



ناول نمبر

761



Atlantis
Publications

اشتقاق احمد

دو باتیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں نے پارٹیوں کے خاص نمبروں کا سلسلہ ایک بار پھر سے جو شروع ہوا تو بہت سی پرانی باتیں یاد آ گئیں۔ ان پرانی باتوں کے یاد آنے کا فائدہ یہ ہوا کہ ناولوں میں بھی پرانا پن آنے لگا اور میں بھی خود کو پرانا پرانا محسوس کرنے لگا۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے، میرے پرانے ناولوں میں بہت مزاح تھا، ان کا اپنا ایک انداز تھا، اسی لیے آپ ناول پرانے انداز میں ہی لکھا کریں... ایسا کہنے والوں میں خود ادارے کے مالک فاروق احمد بھی شامل ہیں... انھوں نے اس سلسلے میں مجھ سے بہت طویل بات چیت بھی کی ہے... اور مجھے بڑی حد تک قائل کرنے میں کامیاب بھی ہو گئے... اس خاص نمبر میں آپ کچھ زیادہ ہی پرانا پن محسوس کریں گے۔

کہانی اس مرتبہ شوکی برادرز سے شروع ہو رہی ہے... آپ کو ان پر ہنسی بھی آئے گی اور ترس بھی... اب یہ معلوم نہیں کہ ہنسی زیادہ آئے گی یا ترس، چلیے خیر کچھ نہ کچھ تو آئی جائے گا اور درویش کی صدا کیا ہے۔

درویش کی صدا کچھ بھی ہو... قارئین کی رائے کچھ بھی ہو... لکھنے والے کی مرضی کچھ بھی ہو... لیکن جب ایک کہانی شروع ہو جاتی ہے... تو پھر لکھنے والے کو اپنا نہیں، پڑھنے والوں کا بھی نہیں... اس کہانی کا ساتھ دینا پڑتا ہے... کہانی آگے آگے اور لکھنے والا اس کے پیچھے پیچھے ہوتا ہے...

ہو سکتا ہے، کچھ لکھنے والے کہانی کو اپنے آگے لگا لیتے ہوں... لیکن میرے

لکھے... اسی طرح لکھے...
ایسا کہیں... میں نے کہاں سے لکھا اس دنا ہوں... آج تک جتنے ناول بھی

شاگورا کا مجرم اس معاملے میں کچھ زیادہ ہی تیز لگا کہ اس نے مجھے کہیں لکھے ہی نہیں دیا... مجھے اپنے ساتھ ہر گائے لیے چلا گیا... وہ بے تحاشہ بھاگ رہا تھا اور میں گویا اس کے پیچھے تھا... اور پھر وہی ہوا... جو ہونا ہوتا ہے، یعنی آخر کار مجرم گرفت میں آ ہی جاتا ہے...

چنانچہ اس مجرم کو گرفت میں لینے کے لیے بہت پاپڑ بٹیلے پڑے ہیں... آپ پڑھتے وقت محسوس کریں لیں گے... ویسے تو کہا جاسکتا ہے... جاسوسی ناول کا مزہ ہی اس صورت میں ہے جب مجرم گرفت میں نہ آئے... وہ پردوں میں چھپا ہوا کردار اسے بے نقاب کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہوں...

شاگورا کا مجرم آپ کو اس لیے بھی مزہ دے گا کہ اس میں ایک مہمان کردار بھی شامل ہو گیا ہے... جی ہاں علی عمران۔

ابن صفی کے اس کردار بلکہ کہنا چاہیے... مظلوم کردار کے ساتھ لوگوں نے کیا کچھ نہیں کیا... کہا جاسکتا ہے... سب کچھ کیا... لیکن انصاف کوئی نہ کر سکا... سچ یہ ہے کہ جس کا کردار ہوتا ہے... انصاف بھی اس سے صرف وہی کر سکتا ہے... اس لیے میں نے صرف مہمان کے طور پر اسے شامل کیا اور بس...

آپ کو یہ مہمان کردار کیسا لگا... آپ ایک ایک خط اس بارے میں ضرور لکھیے گا... آپ کے خطوط ناول کے آخر میں شامل کیے جائیں گے اور پورے ناول پر تبصرے کا بھی انتظار رہے گا...

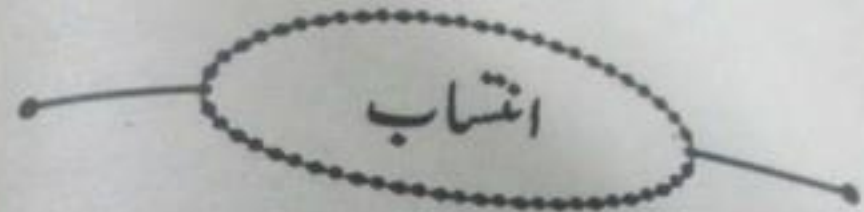
اب آپ شاگورا کا بازی گر سے ملاقات کرنے کی کوشش شروع کر سکتے ہیں... معلوم ہو ہی جائے گا... آپ کتنے پانی میں ہیں...

اشتیاق احمد

دس سال پہلے

دروازے کی گھنٹی بجی۔ اکبر راٹھور نے پہلے گھڑی کی طرف دیکھا... رات کے دس بج رہے تھے۔ اس وقت وہ کسی سے ملاقات نہیں کرتے تھے... یہ وقت یوں بھی ان کے سونے کا تھا اور وہ سونے کی تیاری کر چکے تھے... انہیں اٹھنا پڑا... دروازے کی طرف جاتے ہوئے ان کا منہ بار بار بن رہا تھا۔ دراصل ان کے معمول کا ان کے سبھی دوستوں کو پتا تھا۔ اس لیے کوئی ان سے ملنے کے لیے آنا چاہتا تو رات کو نو بجے سے پہلے پہلے آتا تھا۔ دروازے پر پہنچ کر وہ ناخوش گوار لہجے میں بولے۔
 ”کون؟“

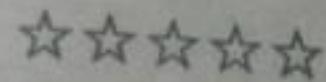
”جی میں ہوں... عائشہ خالد۔“ باہر سے ایک عورت کی آواز سنائی دی۔



میں یہ ناول

شاگورا کا بازیگر

اپنے بہت ہی عزیز دوست غلام رسول زاہد صاحب ایس ایس پی اسلام آباد کے کرتا ہوں۔



”اسلام علیکم محترمہ فرمائیے کیا خدمت کر سکتا ہوں۔“

”اکبر راٹھور آپ ہی کا نام ہے نابینا۔“

”ہاں... میرا ہی نام ہے۔“ یہ کہتے ہوئے وہ اس

ساتھ والے صوفے پر بیٹھ گئی۔

”میں نے سنا ہے... آپ اس علاقے کے بہت

دکیل ہیں... لوگ آپ پر اندھا اعتماد کرتے

... اور آپ ان کے اعتماد کو نہیں پہنچاتے۔“

”یہ سب اللہ کی مہربانی ہے... میں تو بس یہ کہہ سکتا

... کہ میں اپنا کام ایمان داری سے کرتا ہوں اور جو لوگ مجھ

کو نہیں بلا وجہ تنگ نہیں کرتا... بس ایک بار جو فیس لے لی

... یہ نہیں کہہ پڑتی کہ ہر پیشی کے موقع پر میں انہیں تنگ

کرتا... اب فلاں چیز کے سلسلے میں اتنے پیسے دیں... اب

تو خوش ہوتی تھیں۔ اس وقت بھی ان کے چہرے پر خوشی کا غماں

... ملزم کو رہا کرنے کے وغیرہ کے لیے... میں ایسی

اثرات ہی دکھائی دیے تھے... انہیں باورچی خانے کی طرف جاتے دیکھ کر وہ ڈرا

... اپنے مؤکل کی خوب پیروی کرتا

... اس غرض کے لیے خون پسینہ ایک کر دیتا ہوں آگے جو

”میں کسی عائشہ خالد کو نہیں جانتا۔“

”جی ہاں! میں آپ سے پہلے کبھی نہیں ملی... میں مجھ

ہوں۔“ اس کی آواز سے بے چارگی جھلک رہی تھی۔

انہوں نے میچک آئی سے باہر کا جائزہ لیا... دروازہ

پر ایک عورت کے سوا کوئی نہیں تھا... اور اس کے پیچھے دروازہ

تک کوئی نہیں تھا... آخر انہوں نے دروازہ کھول دیا اور

ڈرائنگ روم میں لے آئے... پھر اپنے سونے کے کمرے

دروازے پر آئے اور اپنی بیگم سے دبی آواز میں بولے۔

”بیگم... کوئی خاتون آئی ہیں... ظاہر ہے... کہ میں

چاری کو کوئی ضرورت کھینچ لائی ہے لہذا تم ذرا اس کے لیے پائیس

کرواؤ... میں انہیں کسی قسم کا دھوکا نہیں

دیتا دو۔“

”جی اچھا۔“ بیگم نے خوش گوار لہجے میں کہا... لی... یہ نہیں کہہ

پڑتی کہ ہر پیشی کے موقع پر میں انہیں تنگ

کرتا... اب فلاں چیز کے سلسلے میں اتنے پیسے دیں... اب

تو خوش ہوتی تھیں۔ اس وقت بھی ان کے چہرے پر خوشی کا غماں

... ملزم کو رہا کرنے کے وغیرہ کے لیے... میں ایسی

اثرات ہی دکھائی دیے تھے... انہیں باورچی خانے کی طرف جاتے دیکھ کر وہ ڈرا

... اپنے مؤکل کی خوب پیروی کرتا

... اس غرض کے لیے خون پسینہ ایک کر دیتا ہوں آگے جو

روم کی طرف بڑھے پھر اندر داخل ہوتے ہوئے بولے...

اللہ کو منظور... اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں چھوڑتا۔
 ”اور آج کے دور میں کیا یہ کوئی چھوٹی بات... اگر آپ کہیں کہ... فیس کہ بغیر تو آپ کام نہیں کریں گے
 ... نہیں بیٹا... بہت بڑی بات ہے... وکیل لوگ تو روزہ میں فیس بھی لا کر دوں گی... میں جس گھر میں آج کل کام
 کس قسم کے ہتھکنڈے اختیار کرتے ہیں، خیر بہر حال... ہی ہوں... وہ بہت اچھے لوگ ہیں... ان کی منت کروں
 میری ایک پڑوسی نے آپ کے بارے میں بتایا ہے... وہ مجھے چند ہزار تو دے ہی دیں گے اگر چہ وہ... وہ
 پہلی آئی... اب رہ گئی یہ بات کہ میں اس وقت کیوں
 ہوں... شام کے وقت بھی تو آ سکتی تھی... اس سلسلے میں
 ہے... ضرورت مند دیوانہ۔ مجھے تو آپ کے بارے میں
 اب لگا ہے۔“

”اگر چہ وہ کیا۔“ اکبر راٹھور جلدی سے بولا۔

”اگر چہ وہ مجھ پر ہنستے ہیں... کہتے ہیں، دس سال ہو

در در بھٹکتے... بیٹا ملنا ہوتا تو مل نہ جاتا... اب کیا ملے گا

ضرور کسی حادثے کا شکار ہو گیا ہے اب تم اس کی تلاش بند

... اور اللہ اللہ کرو... دو وقت کی روٹی کپڑا وغیرہ تو ہم

دے ہی رہے ہیں... اب اس عمر میں تم کیا کرو

بیٹے کا لیکن میری آس نہیں ٹوٹتی... ہر آن مجھے لگتا ہے

را بیٹا زندہ ہے... وہ کسی کی قید میں ہے... یا کسی بیگار

میں ہے... ایک دن وہ آجائے گا... ہاں تم دیکھ

وہ آئے گا... میں جب ان سے یہ کہتی ہوں تو وہ مجھ پر

لیکن ہیں بہت اچھے... مجھے کوئی تنگی نہیں ہونے

... بس میری اس بات پر ہنستے ہیں... رہنے کے لیے

”خیر کوئی بات نہیں... آپ یہ بتائیں

ہے۔“ وہ مسکرائے۔

”کام... میرا بیٹا دس سال پہلے اچانک غائب

تھا... آج تک اس کا کوئی پتا نہیں چلا... میں کہاں کہاں

... میں نے کیا کیا نہیں کیا... بتا نہیں سکتی... اور بیٹا سچ نہیں

کہ ان دس سالوں میں بیٹے کی تلاش کے سلسلے میں

کنگال ہو چکی ہوں... میں نے تو اپنا گھر تک بیچ دیا تھا

ختم ہو گیا... آپ کو دینے کے لیے میرے پاس کوئی

انہوں نے مجھے ایک کمرہ دے رکھا ہے... تمام دن ان کرتی ہوں... نوبیج فارغ ہوتی ہوں... اسی وقت اندرونی دروازے پر دستک ہوئی۔

راٹھور بول اٹھے...

”آؤ بیگم۔“

بیگم راٹھور کھانے کی چیزوں کی ٹرے اٹھا۔ داخل ہوئیں اور میز پر رکھتے ہوئے بولیں...

”اسلام علیکم اماں۔“

”جیتی رہیں... تو آپ بیگم ہیں ان کی۔“

”اللہ...“

”بیگم تم بھی بیٹھ جاؤ... ان کا بیٹا... دس...“

”اچانک غائب ہو گیا تھا آج تک مل نہیں سکا... دس سال کا کام میں آؤں گا... شرط ایک ہے۔“

”در در کی ٹھوکریں کھاتے... لیکن بیٹا نہیں ملا... اب...“

”پاس آئی ہیں... تم بھی ان کی کہانی سن لو۔“

”جی اچھا۔“

”وہ بھی بیٹھ گئیں... اور بولیں۔“

”پہلے آپ کچھ کھالیں... کہانی تو ہم...“

ان کے مجبور کرنے پر اس نے کچھ نہ کچھ کھا لیا... پھر

”اب بتائیں... آپ کیا کر سکتے ہیں میرے لیے۔“

”پہلی بات تو یہ کہ آپ غلط جگہ آ گئی ہیں۔“ اکبر راٹھور

نے۔

”جی... کیا مطلب۔“ بڑھیا کو دھکا سا لگا۔

”میں ایک وکیل ہوں... میرا کام، عدالتوں میں کیس

ہے... میرا مطلب ہے... آپ کا کیس میرے کرنے کا

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں آپ کے کام نہیں آؤں

”شرط... کیا مطلب... کیسی شرط۔“ وہ پریشان ہو

”آپ نے بتایا ہے... جس گھر میں آپ کام کرتی

وہاں آپ کو رات کے نو بجے تک کام کرنا پڑتا ہے

”جی مطلب ہے... وہاں بہت کام کرنا پڑتا ہے، یہی بات

”اس بات کی مجھے پروا نہیں۔ انہوں نے بھی ایک کمرہ دے رکھا ہے... روٹی لباس اور دوسری چیزیں ہیں۔“

”پاس اپنے بیٹے کی تصاویر وغیرہ تو ہوں گی تا۔“

”ہاں! بہت کچھ ہے۔“

”وہ کرتا کیا تھا۔“

”وہ ایک بڑے اسٹور پر کام کرتا تھا۔“

”ٹھیک ہے... ہم صبح چلیں گے... آپ کے بیٹے کے کمرے میں آجائیں آپ کو یہاں آنا پر کل ہی کام شروع ہو جائے گا اب اس وقت واپس جانے کا... کام نہیں کرنا پڑے گا... زیادہ سے زیادہ یہ کہ ابی ضرورت نہیں... صبح میں اپنی گاڑی میں ان لوگوں کے بیگم کے کام میں کوئی مدد کر دیا کریں...“

”اس طرح آپ کو تکلیف نہیں ہوگی۔“

”تکلیف کیسی... ہمارے ہاں اولاد نہیں ہے... ظاہر ہے... انہیں دکھ تو ہوگا... مفت کی ایک خادمہ ملی دو آدمی ہیں... آپ کے آنے سے ہمارے گھر میں نفی۔“

جائے گی... کیوں بیگم۔“

”میں تو خیر ایسا نہیں کہتی... مجھے تو انہوں نے سہارا دیا

”بالکل ٹھیک کہا آپ نے۔“

”خیر... میں آ جاؤں گی... لیکن یہ آپ۔“

”سہارا تو تب تھا... اگر وہ آپ سے کوئی کام نہ لیتے... عمر میں بوڑھوں سے رات کے نو بجے تک کام لینا، سہارا کہ آپ میرا کام نہیں کر سکیں گے۔“

”ہاں! یہی بات ہے... لیکن جو لوگ آپ... اپنا مطلب نکالنا ہے۔“

”خیر بیٹا! آپ ایسا کہہ لیں، میں تو پھر بھی ایسا نہیں

کہوں گی۔“

”اچھی بات ہے... اب آپ آرام
... بیگم... آج تم انہیں اپنے ساتھ سلا لو... نئی جگہ
... میں دوسرے کمرے میں سو جاؤں گا۔“

”جی اچھا۔“ وہ مسکرا دیں۔

اور پھر دوسری صبح اکبر راتھور خاتون کو لے کر
مئے... جہاں وہ کام کرتی تھیں... انہوں نے دروازہ
دبک دی تو ایک نوجوان باہر نکلا اور بڑھیا پر نظر پڑتے تو
”ارے آمنہ خالہ... آپ کہاں رہ گئیں تھیں
کتنے پریشان رہے۔“

”مجھے اکبر راتھور کہتے ہیں... میں ایک وکیلا
... اپنے بیٹے کے سلسلے میں رات میرے پاس آئی تھیں...
انہیں دیر ہو گئی... سو میں نے انہیں وہیں ٹھہرایا تھا...
یہ آپ کے ہاں کام نہیں کرنا چاہتیں۔“
”کیا مطلب۔“ نوجوان چونکا۔

”یہ اب میرے گھر میں رہیں گی... میں نے ان
اماں بتایا ہے۔“

”اوہ... اوہ... اچھا... ذرا ٹھہریں۔“

اور پھر وہ اندر کی طرف دوڑ گیا... جلد ہی سب گھر
والے باہر آ گئے... ایک خاتون آگے بڑھ کر بولیں...

”اس پر تو خیر ہمیں کوئی اعتراض نہیں کہ اب یہ آپ
کے گھر میں رہیں گی... لیکن یہاں رہنے کے دوران انہوں نے
ہم سے اپنے بیٹے کی تلاش کے سلسلے میں اکثر پیسے ادھار لیے ہیں
... اور وہ کل ملا کر دس ہزار روپے بنتے ہیں۔“

”کیا... نہیں۔“ آمنہ خالہ چلا اٹھیں۔

”آپ کو کیا ہوا۔“

”مم... میں نے... میں نے ان سے ایک پیسہ بھی
ادھار نہیں لیا۔“

”بڑھیا! اس عمر میں جھوٹ بولتے ہوئے تمہیں شرم نہیں
آتی۔“

”نن نہیں... یہ جھوٹ نہیں ہے۔“

”ایک منٹ! آپ مجھے بات کرنے دیں۔“

”آپ سے انہوں نے وقتاً فوقتاً ادھار لیا... اور وہ
کل ملا کر دس ہزار روپے... ٹھیک ہے۔“

”جی ہاں بالکل۔“

”آپ نے انہیں ادھار دیتے ہوئے یہ تو لکھا ہو گا کہ اتے ہوئے دیکھتے رہے۔۔۔“

”تو پہ تو پہ۔۔۔ کیسے جھوٹے لوگ اٹھ پڑے۔“

”کون سی تاریخ کو کتنے روپے دیے۔“

”میں نے تو آپ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ یہ لوگ

”ہاں! کیوں نہیں۔“

”جیسے نہیں ہیں۔۔۔ خیر چھوڑیں۔“

”بس ٹھیک ہے۔۔۔ وہ حساب دکھا دیں اور دس ہزار

”اور اب ہم کہاں چل رہے ہیں۔“

”مجھ سے لے لیں۔“

”شوکی برادرز کے ہاں۔“ انہوں نے مسکرا کر کہا۔

”لے لیں۔۔۔ لیکن بیٹا۔“ آمنہ خالہ نے گھبراہٹ کے عالم

”کیا مطلب۔“

”میں کہنا چاہتا ہوں۔“

”بڑھیا زور سے اچھلی۔ اس کی آنکھوں میں حیرت پھیل

”آپ چپ رہیں۔۔۔ ان سے مجھے بات کرنے

”اس کی اس حیرت نے اکبر راٹھور کو بھی حیرت زدہ کر دیا۔

”دیں۔“

”آپ گئے نہیں حساب کتاب لینے۔“

☆☆☆☆☆

”آپ اپنا بتا دیں۔۔۔ حساب کتاب وہیں لے آئیں

”مے۔“

”بالکل ٹھیک۔۔۔ لیکن آتے ہوئے یہ سوچ کر آئیں کہ

”آپ ایک وکیل کے پاس جا رہے ہیں۔۔۔ بیٹھیں اماں۔“ وہ

”بولے۔“

”پھر دونوں کار میں بیٹھ گئے۔۔۔ وہ سب کفر سے انہیں

”تب پھر یوں کہنا چاہیے... آج آپ نے پھر یہ جملہ
کیوں کہہ دیا۔“
”ابھی پتا چل جائے گا کہ تم کتنے پانی میں ہو۔“ وہ
اندر سے بولیں۔

”جی... کیا فرمایا آپ نے... پانی میں... پانی میں
ہوں ہمارے دشمن۔“ مکھن بول پڑا۔

”میں محاورے کی زبان میں کہہ رہی ہوں... مجھے آج
گھر میں فریج کی ضرورت ہے... بس تم اپنی خالہ کے ہاں سے
فریج اٹھا لاؤ۔“

”جج... جی... کیا فرمایا آپ نے... فریج اٹھا
لائیں... تو ریڑھے پر رکھوا کر لے آتے ہیں۔“

”پیسے ہیں جیب میں۔“ ان کی آواز گہرے طنز میں
ڈوبی ہوئی تھی۔

”نن... نہیں... پیسے تو آپ کو پتا ہی ہے... ایک
ہفتے سے بالکل ختم ہیں اور ہم آپ سے ادھار لے لے کر کام چلا
رہے ہیں... کوئی کیس نہیں آکر پھٹکا۔“

”اسی لیے میں نے کہا تھا... تم کسی کام کے بھی ہو یا

تعاقب

”امی جان! آٹھ بج گئے... اور آج ابھی تک ہا
نہیں ملا۔“ آفتاب نے ہانک لگائی۔
”اور ملے گا بھی نہیں۔“ باورچی خانے سے ان
آواز لہرائی۔

”وہ کیوں امی جان... ہمارا قصور۔“
”تم کسی کام کے بھی ہو یا بالکل نکلے ہی ہو۔“
تملائے ہوئے انداز میں بولی۔

”کیوں امی جان! آج اتنی مدت بعد یہ جملہ آپ
کیسے یاد آ گیا۔“ شوکی گھبرا گیا۔

”کیونکہ یہ جملہ ان کے لیے کوئی مشکل ہی لاتا تھا۔
”یہ جملہ میں بھول رہی تھی کہ مجھے یاد آتا۔“

بالکل گئے ہی ہو۔"

"اس حد تک تو پھر ہم کئے ہی ہیں امی جان۔"

منجانب

"یہذا تمہاری سزا ہے کہ فریج چاروں مل کر شو

کر لاد۔"

"امی جان! کچھ تو خیال کریں... دیکھئے والے

کہیں گے۔" اشفاق بدلا۔

"بھائی میں گئے دیکھئے والے۔"

"جی اچھا۔" اشفاق نے کسی صورت بٹائی۔

"جی اچھا کیا۔" وہ اندر سے گویا دالیں۔

"دیکھئے والے بھائی میں گئے ہیں نا... اس

لے کہہ دیا جی اچھا... کیا میں لے کچھ غلط کہہ دیا۔"

"ہاں نہیں... تم بات کو ادھر ادھر نہ

کر دو... میں کیا کہہ رہی تھی تم سے۔" انہوں نے پوچھا۔

"یہ تو پتا نہیں... البتہ یہ پتا ہے کہ ہم آپ سے

کی بات کر رہے تھے۔" آفتاب نے فوراً کہا۔

"ناشنا تو خیر نہیں ملے گا۔"

"آخر کیوں امی جان! کیا ہم آپ کے پیارے

پیارے بچے نہیں ہیں۔"

"پیارے پیارے تو خیر تم ہو... لیکن کئے کئے بھی تو ہو

نا... پہلے فریج اٹھا کر لاد... پھر کوئی کیس حاصل کرو... جب

میں کہوں گی... واقعی تم تو بہت کام کے ہو... آؤ اور ناشتا کر

لو... وہ پہلی بار ہنس کر بولیں۔

"ارے ہاپ رے... اس طرح تو ہمیں مل چکا

ناشنا... فریج تو خیر ہم کسی نہ کسی طرح لے ہی آئیں

گے... لیکن کیس حاصل کرنا ہمارے بس کی بات نہیں..."

"میں کچھ نہیں..."

ان کے الفاظ درمیان میں ہی رہ گئے... ساتھ ہی دفتر

کے دروازے پر دستک ہوئی تھی...

"آگیا کیس۔" چاروں نے نعرہ لگایا۔

"دشش شوکی۔" ان کی امی ہکلائی۔

"لگ... کیا ہوا امی جان۔"

"مم میرے پیارے بچہ! ناشتے کے بغیر کہیں نہ

جانا... پہلے کیس سن لو... فیس ملے کر لو... پھر آ کر ناشتا کر

سے نکلا۔

”ارے!“

”کیا ہوا بھائی جان۔“ تینوں ایک ساتھ بولے۔

پھر ان کے منہ سے بھی ارے نکل گیا... کیونکہ ان کی

یاں اکبر راٹھور پر پڑی تھیں۔

”یہ... یہ تو ہمارے اٹکل اکبر راٹھور ہیں... آئیے

”آئیے بی بی جی۔“ وہ بولے۔

”بی بی جی۔“ ان چاروں کے منہ سے نکلا۔

اکبر راٹھور مسکرا دیے... پھر وہ دونوں اندر داخل

...

”یہ آمنہ خالد ہیں... یہ اپنی کہانی خود سنائیں گی اور

ب بعد حیرت انگیز بات میں تم لوگوں کو سناؤں گا...“

”جی... جی اچھا اٹکل...“

پھر وہ آمنے سامنے بیٹھ گئے... آمنہ خالد نے پرسکون

میں انہیں اپنی کہانی سنائی... کہ کس طرح دس سال پہلے

کا بیٹا غائب ہو گیا تھا... اور یہ کہ وہ آج تک نہیں ملا...

”جی... اور ابھی آپ کیا کہہ رہی تھیں۔“ آفتاب

حیران رہ گیا۔

”وہ... وہ اس وقت کی بات تھی... جب کیس نہیں آ...

تھا۔“

”لیکن امی جان... فریج...“ شوکی نے کہنا چاہا۔

”بھاڑ میں گیا فریج... پہلے کیس... پھر فیس... پھر آئیے۔“

کوئی اور بات... اور یہ بات نہ بھولنا شوکی کہ آج کل تمہارا

بنک بیلنس زیرو ہے اور تم مجھ سے تین سو سات روپے قرض

چکے ہو۔“

”جی اچھا! میں یہ بات یاد رکھوں گا...“

میں اسی وقت کار کا ہارن پھر بجا... اس کے چند سیکنڈ

بعد دفتر کے دروازے پر دستک بھی ہوئی...

”آؤ بھئی... لگتا ہے... بہت موٹا تازہ کیس آ...

ہے۔“ شوکی نے پر جوش لہجے میں کہا۔ اور دفتر کے اندر

دروازے کی طرف لپکا... پھر دروازہ کھولتے ہوئے وہ

میں داخل ہوا اور بیرونی دروازہ کھول دیا۔

”اور شوکی... جب میں نے انہیں بتایا کہ چلی گئی تھیں۔“

”اوہ... اوہ... اب سمجھا۔“

”خیر شوکی... یہ بہت پریشان ہیں... تمہیں ان کا

”بھلا ہم کیسے جان سکتے ہیں انکل۔“ شوکی کیسے حل کرنا ہے اگرچہ یہ کیس بہت پرانا ہو چلا ہے... اور دس

”جب یہ بیٹے کی تلاش کر کے تھک گئیں سال ہو گئے ہیں... لیکن پھر بھی تم میری خاطر یہ کیس حل کرو گے

”اور تم فیس کی بات نہیں کرو گے... فیس میں دوں گا۔“

”ہم اور آپ سے فیس لیں گے... کیسی بات کرتے

توجہ نہ دی... یہ خیال کر کے کہ جب پولیس سراغ نہیں ملے انکل۔“

”اچھا! اس بات کو چھوڑو... اور یہ دیکھو... اب ان

”اگرچہ اس سلسلے میں کرنا کیا ہے۔“ اکبر راٹھور بولے۔

”آپ جانتے ہیں... کیس دس سال پرانا ہے

”کیا کہا... انکل... یہ یہاں آئی تھیں... خیر پہلے تو یہ ہمیں اپنے بیٹے کی تصاویر دے دیں... وہ کس

”شوکی نے مارے حیرت کے کہا۔

”یہی بات ہے شوکی... لیکن جب یہ یہاں... ان کے بارے میں جو کچھ بھی معلومات دے سکتی ہیں، بس

کرسیوں کے بجائے دری بچھائے بیٹھے نظر آئے... دے دیں۔“

”میں بتاتی ہوں... وہ ایک دکان پر کام کرتا تھا

”اپنے کام سے کام رکھتا تھا... صبح دکان پر جاتا... رات کو

آٹھ بجے واپس آتا... دکان دار اسے پانچ ہزار روپے مل جائے گا۔“

”خواہ دیتا تھا تنخواہ ملتی تو وہ میرے ہاتھ پر رکھ دیتا...“ ”ہم آج ہی اس کیس پر کام شروع کر رہے

کوئی خراب عادت بھی نہیں تھی... نہ آوارہ قسم کے دوست... آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔“

”بس تو شوکی... پھر ہم چلتے ہیں۔“

”انکل ناشتا...“ شوکی بولا... حالانکہ اسے معلوم بھی نہیں تھا... ان حالات میں اس کی گمشدگی بہ

... ”یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گئی۔“

”ہوں! اس دکان دار کا نام کیا ہے اور وہ دکان...“

”میرا نام انکل ناشتا نہیں ہے۔“ وہ ہنسے۔

”مم میرا مطلب ہے... ناشتا کر کے جائیں۔“

”ہم گھر سے ناشتا کر کے چلے تھے... اور ہاں...“

”اس میں کیا ہے انکل۔“ شوکی پریشان ہو گیا۔

”اس میں... ہمارے جانے کے بعد کھول کر دیکھ...“

”یہ بے فکر رہو... اس میں کوئی دھماکا خیز مواد نہیں ہے...“

”ٹھیک ہے تصاویر ہمیں دے دیں اور ان دیہیم کی طرح پھٹے گا نہیں۔“

”شکر یہ انکل... آپ نے کافی اطمینان دلا دیا۔“ وہ

”یہ فائل موجود ہے... اس میں آپ لوگوں...“

آمنہ خالد کے ساتھ اپنی کار میں بیٹھ چکے تھے... آمنہ خالد اسٹور، ابدائی روڈ پر ملازم تھا... گذشتہ رات بھی انہیں حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی اور ان کی طرف سے فارغ ہو کر گھر کی طرف روانہ ہوا، لیکن گھر الوداعی انداز میں ہاتھ بھی ہلا رہی تھی... جیسے کہہ رہی ہو: میں پہنچا... پولیس نے مقدمہ درج کر لیا ہے... حال اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔“

”یہ اور میرے بیٹے کو تلاش کریں گے۔“ جواب میں انہوں نے ہاتھ ہلائے اور پھر کار مڑ گئی۔ بس اتنی سی خبر شائع ہوئی تھی... چند دن بعد شاید ماں وہ اندر آ کر بیٹھ گئے... انہوں نے قائل کھول لی... سب رات کے چکر لگائے ہوں گے تو انہوں نے پھر یہ خبر لگا دی۔ پہلے نو جوان کی تصاویر دیکھیں... پھر وہ اخبارات کھولے۔ ان کا شف خالد کا ابھی تک کوئی پتا نہیں چلا... باقی اس جن میں گمشدگی کی خبر شائع ہوئی تھیں... دس سال پہلے کی کوششوں کی تفصیل تھی... وہ اس سلسلے میں کس کس کے اخبارات کی رنگت بھی تبدیل ہو چکی تھی... کاشف خالد کوئی آخر ماں تھی... وہ کوشش نہ کرتی تو کون کرتا... غرض آدمی تو تھا نہیں، سیاسی آدمی بھی نہیں تھا... نہ دولت مند تو اس قسم کے کاغذات سے بھری ہوئی تھی... شوکی نے اس کی گمشدگی کی خبریں بڑی بڑی سرخیوں کے ساتھ چھپ کر بڑا سا منہ بتایا... اور بولا:

”... چھوٹی چھوٹی سی خبریں لگی ہوئی تھیں۔ مثلاً پہلے دن کی سرخی یہ تھی۔“

”کیس کو آگے بڑھایا جاسکتا ہے یا نہیں... یہ تو مجھے... لیکن ہم فی الحال قاسم محمود اسٹور سے معلومات تو... وہ ہمیں اس کے بارے میں کچھ تو بتا ہی... اس کا اٹھنا بیٹھنا کس قسم کے لوگوں میں تھا... یا اس... ایک نو جوان کی پر اسرار گمشدگی: نیچے یہ تفصیل تھی...“

”کاشف خالد نام کا ایک نو جوان اچانک غائب ہو گیا ہے۔ وہ ایک دکان قاسم محمود

”ہاں ایہ انہی کا فون ہے... وہ ذرا باتھ روم میں گئے

...“

”وہ ابھی ابھی کچھ ہی دیر پہلے آئے تھے... ایک کیس

کے سلسلے میں... اور ایک لفافہ دے گئے تھے... اس میں سے

دس ہزار روپے نکلے ہیں... ہم پوچھنا چاہتے ہیں... یہ دس

ہزار کیسے ہیں۔“

”تمہاری فیس کے۔“ کرمل فارانی مسکرائے۔

”لیکن انکل... آپ کو کیسے معلوم؟“

”میں ان سے ملنے کے لیے آیا تھا... انہوں نے

ساری بات بتائی ہے۔“

”تب پھر آپ انہیں بتادیں کہ... ہم اپنے انکل سے

لیکھیں نہیں لے سکتے۔“

”انہیں اندازہ ہے... کافی دنوں سے تمہارے پاس

کوئی کیس نہیں آیا... اور تم ان دنوں تنگ دستی کا شکار ہو...

اس لیے انہوں نے ایسا کیا ہے... شوکی تم اسے کیس کی فیس

منصوبہ کرو، یہ ان کی طرف سے تحفہ قبول کرلو... اور ابھی تھوڑی

دیر تک تمہیں ایک لفافہ اور ملنے والا ہے... وہ میری طرف سے

کے کام کس قسم کے تھے... میرا خیال ہے، ہمیں اس کیس

قاسم محمود صاحب ہی سے کرنی چاہیے اور یہ نہیں بھولنا چاہیے

کیس ہمارے پاس ہمارے انکل راٹھور لے کر آئے ہیں

ارے ہائیں... ہم اس لفافے کو تو بھول ہی گئے...“

اسے کھول کر بھی نہیں دیکھا... آفتاب چونکا:

”تو پہلے اسے کھول لیتے ہیں۔“ شوکی مسکرا کر کہی:

لفافے کو کھول ڈالا۔ وہ یہ دیکھ کر چونک اٹھے کہ اس

ہزار روپے موجود تھے۔

”ارے یہ انکل نے کیا کیا۔“ آفتاب کے

نکلے۔

”کرد فون انکل کو۔“ اشفاق نے جھٹکا کر کہا۔

اب انہوں نے اکبر راٹھور کو فون کیا... لیکر

طرف کرمل فارانی کی آواز سنائی دی۔

”کرمل فارانی بات کر رہا ہوں... شوکی

ہو... خیر تو ہے... بھی۔“

”لل... لیکن انکل... میں نے تو فون انکل

کیا تھا...“

قبول کر لیتا... نہیں تو ہم دونوں ناراض ہو جائیں گے
کرتل فارانی کہتے چلے گئے۔

”یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں انکل... آپ ہم
ناراض ہو جائیں گے... یہ کیسے ممکن ہے... دوسری طرف
... ہم یہ رقم کس طرح رکھ لیں۔“

”جس طرح کوئی دوست کسی دوسرے دوست کا
قبول کر لیتا ہے... اسی طرح رکھ لو۔“
”ہمیں اس طرح بہت شرم آئے گی انکل۔“

”اچھا تو جب تمہیں کوئی موٹا کیس ملے... جس
اچھی بھلی آمدنی ہو... اس وقت تم یہ رقم واپس کر دینا...
الحال اسے قرض حسنہ خیال کر لو۔“

”جی... جی اچھا... لیکن پھر بھی... ہمارے لیے
رقم بھی بہت زیادہ ہے... اور پھر آپ نے کیوں
دیے...“

”بس... جب راتھور نے یہ بات بتائی تو میں بھی
سکا... اور میں نے اسی وقت ان کے ملازم کے ہاتھ دس ہزار
بھیج دیے... وہ تو اب پہنچے والا ہوگا۔“

”جی ہاں... ہم اسے آتے ہوئے دیکھ رہے ہیں...
ہم ایسا کیوں نہ کریں یہ رقم واپس کر دیں... دس میں سے پانچ
آپ رکھ لیں... پانچ انکل راتھور رکھ لیں اور ہم دس ہزار سے
کام چلا لیں۔“

”نہیں... اب یہ نہیں ہوگا... یہ لو... تمہارے انکل
بھی آگئے... یار راتھور میں نے انہیں تفصیل سنا دی ہے... یہ
لوگ رقم واپس کرنے پر تلے ہیں۔“

”ہرگز نہیں... یہ نہیں ہوگا...“ انکل راتھور بلند آواز
میں بولے۔

”سن لیا شوکی...“

”جی... سن لیا... خیر... آپ دونوں کی مرضی۔“

”ایک منٹ شوکی... راتھور کچھ کہنا چاہتے ہیں۔“

پھر شوکی کے کانوں میں راتھور کی آواز آئی:

”ہاں شوکی... کام شروع کر دیا یا نہیں۔“

”آپ کے لفافے نے روک دیا تھا... یہ ہمارے

لوگوں کی زنجیر بن گیا تھا...“

”اس زنجیر کو توڑ دو شوکی... کام پر جٹ جاؤ... کسی

”اچھی بات ہے۔“

اور پھر انہوں نے فون بند کر دیا۔ وہ اسی وقت گھر سے نکل آئے... پہلے تو اپنے نزدیکی شاپنگ سنٹر سے ہزار روپے والا ایک نوٹ تڑایا... اس میں سے پانچ سو روپے اپنی والدہ کو دیے... باقی رقم میں سے اٹھارہ ہزار گھر کی الماری میں رکھے اور باہر نکل آئے... ایک ٹیکسی کے ذریعے وہ ابدالی روڈ پہنچ گئے... قاسم محمود جنرل مرچنٹس کا پتا پوچھا گیا... جلد ہی انہیں وہ بڑا سا اسٹور مل گیا... ٹیکسی سے اتر کر وہ اسٹور میں داخل ہوئے... اس میں کیا مشکل ہے... کیا آج تک ہو گئے... کاؤنٹر پر ایک ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا نظر آیا... اسٹور ہم کوئی کیس کہیں سے شروع نہیں کرتے رہے۔“ شوکی نے ”مکے اندر ملازم ادھر سے ادھر لوگوں کے لیے چیزیں نکالتے نظر آئے... شوکی کاؤنٹر مین کی طرف بڑھ گیا:

”ہمیں قاسم محمود صاحب سے ملنا ہے۔“

”ان کا دفتر اندر ہے... سیدھے چلے جائیں...“

”کیس کا کیس نظر آ رہا ہے نا... بس وہی ہے ان کا دفتر۔“

”بہت بہت شکریہ۔“

وہ سیدھے کیسین کی طرف چلے... اس کے دروازے پر لک کر انگلی سے دوبار ٹھک ٹھک کی... اندر کام میں مصروف شخص

”کمی کے کام آتا بہت بڑی نیکی ہے... اگر اسے خوشی دو گے...“
اللہ تعالیٰ نہ جانے تمہیں کتنی خوشیاں دیں گے۔“
”ہاں! یہی بات ہے انکل... ہم ابھی اور اسی وقت

کیس کے سلسلے میں جا رہے ہیں۔“

”اچھا... کیا واقعی۔“ ان کے لہجے میں حیرت

آئی۔

”بالکل انکل۔“

”لیکن بھی... تم کیس شروع کہاں سے کرو گے۔“

”کیوں انکل! اس میں کیا مشکل ہے... کیا آج تک ہو گئے...“

”ہم کوئی کیس کہیں سے شروع نہیں کرتے رہے۔“ شوکی نے ”مکے اندر ملازم ادھر سے ادھر لوگوں کے لیے چیزیں نکالتے نظر آئے... شوکی کاؤنٹر مین کی طرف بڑھ گیا:

اکبر راٹھور ہنس پڑے... پھر بولے:

”میرا یہ مطلب نہیں تھا... کیس دس سال پر

ہے... اور آخر میں بھی ایک دکیل ہوں... جانتا ہوں...“

پرانے کیس پر کام کرنا کس قدر مشکل ہوتا ہے۔“

”آپ فکر نہ کریں انکل... ہم کام ابھی شروع

رہے ہیں۔“

نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا، پھر انہیں اندر آنے کی ملازم تھا۔“
اجازت دے دی... وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے اور
اس کے سامنے رکھی کرسیوں پر بیٹھ گئے... وہ بدستور انہیں
سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا:

”ہاں! کیا بات ہے۔“

”ہمیں شوکی برادرز کہا جاتا ہے۔“ شوکی نے اس کی

طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

”اچھا تو پھر؟“

”آپ قاسم محمود ہیں نا۔“

”ہاں! میں ہی قاسم محمود ہوں... تو پھر!“

”بس تو پھر ہمیں آپ ہی سے کام ہے... یہ ہمارے

پاس چند تصاویر ہیں۔“

”کیسی تصاویر۔“ اس نے منہ بنایا۔

شوکی نے تصاویر اس کے سامنے پھیلا دیں... ان

تصاویر کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں الجھن تیر گئی... پھر اس نے

کہا:

”یہ تو کاشف خالد کی تصویریں ہیں... جو میرے پاس

”جی ہاں! یہی بات ہے۔“

”یہ تصاویر آپ کے پاس کہاں سے آئیں۔“

”ہم اس کیس پر کام کر رہے ہیں... ہمیں اسے تلاش

کرنا ہے۔“

”پتا بھی ہے... یہ کب گم ہوا تھا۔“ وہ ہنسا۔

”جی ہاں! دس سال پہلے۔“ شوکی نے کہا۔

”اور تم اس کی تلاش میں آج نکلے ہو۔“

”ہمارے ذمے یہ کام لگایا ہی آج گیا ہے۔“

”تم ہو کون... یہ کام تو پولیس کا ہے۔“

”جب کوئی کام پولیس نہ کر سکے تو پھر ہم جیسے لوگوں کی

ی آتی ہے... دس سال گزر گئے مگر کاشف خالد کا کوئی سراغ

نہ ملا... اب ہم اس کی تلاش میں نکلے ہیں... دراصل ہم

یوٹیوٹ سراغرساں ہیں۔“

”تت... تم... تم تو ابھی بچے ہو۔“ اس نے مذاق

انے والے انداز میں کہا اور ہنسنے لگا۔

”ہاں! یہی بات ہے... لیکن اس کے باوجود یہ کام

ہمارے ذمے لگایا گیا ہے۔“

”بھئی تم لوگ کوئی اور کام تلاش کرو... یہ کام تو پہلے ہی نظر آتی تھی... اسے دور کرنے کی کوشش کرتا تھا... اب

جان جو کھوں کا ہے... ملازمت کی ضرورت ہے تو میں اس کے بارے میں اور کیا بتاؤں۔“

لوگوں کو اپنے اسٹور پر ملازم رکھ لیتا ہوں۔“

”ہم کاشف خالد کی تلاش میں نکلے ہیں۔“ شوکی نے یہی بات ہے نا...“

”ہاں! بالکل آیا تھا... اس نے معمول کے مطابق تمام

لہجے میں بولا۔“

”تو کرو پھر تلاش.. میرے پاس آنے کی کیا ضرورت کام کیا تھا... اپنے وقت پر چھٹی کی تھی... پھر یہاں سے گھر

تھی.. یا پھر میرے آس پاس یا اس اسٹور کے ہال میں تم لوگوں کو عرف روانہ ہو گیا تھا۔“

”وہ گھر کس طرح جاتا تھا... اس کے پاس سائیکل تھی

کو کاشف خالد نظر آ رہا ہے۔“ اس نے جل کر کہا۔

”ایسی بات نہیں... آپ کے پاس تو ہم صرف ابس وغیرہ پر جاتا تھا۔“

”بس سے جاتا تھا... بس سے آتا تھا... غریب آدمی

لیے آئے ہیں کہ وہ یہاں ملازمت کرتا رہا ہے... آپ تو بس

بتادیں وہ کس قسم کا آدمی تھا... اس کا اٹھنا بیٹھنا کس قسم

میں نے بھی اس کی مدد کرنے کی ہامی بھری ہوئی تھی... لیکن

لوگوں میں تھا۔“

”بتا چکا ہوں... وہ میرے پاس ملازم تھا... مجھے

تخواہ لیتا تھا... غائب ہوا تو سب سے پہلے مجھے پریشانی

ہوئی تھی... پھر دوسرے دن اس کے اپنے علاقے کے پولیس

اسٹیشن میں جا کر رپورٹ درج کرائی تھی... اچھا اور نیک

”آپ کیوں چوٹے۔“

”دس سال بعد آپ کو اس کا خیال کیسے آگیا۔“

”اس کی ماں آج تک اسی طرح بے چین ہے۔۔۔ وہ

ہماری پاس۔۔۔ کیا آپ اس کے بارے میں کچھ جانتے

جواب میں اس نے کچھ نہ کہا۔۔۔ نظریں چلا لیں۔۔۔

ان کی حیرت اور بڑھ گئی؛

”آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔۔۔“ شوکی جلدی سے بولا۔

”نہیں۔۔۔ میرے پاس بتانے کے لیے کچھ نہیں ہے۔“

نے جلدی سے کہا۔۔۔ پھر کچھ سوچ کر بولا:

”تم لوگ ہو کون۔۔۔ کیوں اس کے بارے میں پوچھ

”ہم لوگ پرائیویٹ سرائیوٹس ہیں۔“

”اوہ۔۔۔ اوہ۔۔۔ اچھا جاؤ۔۔۔ مجھے اس کے بارے

معلوم نہیں۔“ اس نے قدرے بوکھلا کر کہا۔

اور آخر وہ باہر آگئے۔۔۔ اس وقت آفتاب نے کہا:

”دال میں کچھ کالا ہے۔۔۔ اسے کوئی بات ضرور معلوم

”مادر سکتا تو انہی دنوں پولیس کی نہ کرتا۔۔۔ جب

اس بارے میں معلوم ہی نہیں تو کیا بتاؤں گا کسی کو۔“ اس

قدرے جھٹکا کر کہا۔

”ہم نے آپ کو زحمت دی۔۔۔ معافی چاہتے ہیں۔

کہتے ہوئے شوکی اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔ چاروں کیبن سے باہر

آئے۔۔۔ اسٹور سے باہر نکل رہے تھے کہ کاؤنٹر پر بیٹھے شخص

روک لیا:

”ہوگئی بات آپ کی۔۔۔ قاسم محمود صاحب سے۔“

”جی ہوگئی۔۔۔“

”کس سلسلے میں ملنا چاہتے تھے۔۔۔ ملازمت

چاہیے کیا۔“

”جی نہیں۔۔۔ اس سٹور کا ایک ملازم کاشف خالد

ہو گیا تھا۔۔۔ اس کے سلسلے میں آئے تھے۔“

”کیا مطلب۔۔۔“ وہ چونکا۔

اسے چونکتے دیکھ کر شوکی برادرز کے کان

ہو گئے۔۔۔ وہ رک گئے اور لگے اس کی طرف غور سے

۔۔۔ پھر شوکی بولا:

... اس کے پیچھے ہی وہ بھی اتر گئے... ابھی تک اس نے
 نہیں دیکھا تھا... انہیں کچھ دور تک پیدل چلنا پڑا... پھر وہ
 عالی شان گھر میں داخل ہو گیا... شوکی نے وقت ضائع کیے
 دیکھے... اسٹور رات کو آٹھ بجے بند ہوتا تھا... وہ دروازے پر دستک دے ڈالی... فوراً ہی دروازہ کھلا...
 چلے آئے... پھر آٹھ بجنے سے چند منٹ پہلے دوبارہ اسے کھولا تھا... ان چاروں کو اپنے دروازے پر
 آگئے... اور قدرے فاصلے پر کھڑے ہو گئے... آخر کار وہ حیرت زدہ رہ گئے... اس کے منہ سے نکلا:
 ”تم لوگ... تم لوگ تو وہی ہونا... جو اسٹور میں
 بچے لوگ اسٹور سے نکلنے لگے... سب سے آخر میں کا
 نکلا... اس نے تالے وغیرہ لگائے اور وہاں سے چل پڑے... تم نے قاسم محمود صاحب سے ملاقات
 پیدل ہی چل رہا تھا... ان چاروں نے تعاقب شروع کیا...“
 ”جی ہاں! بلکہ ہم نے تو آپ سے بھی ملاقات کی
 ... آخر وہ ایک بس اسٹاپ پر پہنچا... یہاں سے وہ
 سوار ہو گیا... انہوں نے بھی آؤ دیکھا نہ تاؤ... بس میں
 گئے... کنڈکٹر اس کے نزدیک پہنچا تو اس سے بولا:
 ”جی! کہاں جاتا ہے۔“
 ”میواڑی ٹاؤن۔“
 ”میں نے بتایا نا... ہم پرائیویٹ سرائرساں ہیں...
 لیے یہاں تک پہنچ گئے...“ آفتاب نے فوراً کہا۔
 ”لیکن کیوں... میں بتا چکا ہوں... مجھے کاشف خالد
 سے میں کچھ معلوم نہیں۔“

”ہمارا اندازہ اس کے الٹ ہے۔“ آفتاب

کوئی کیس حل نہیں ہوتا تو وہ ہم سے مدد لیتی ہے۔“

”مذاق کر رہے ہو۔“

”ابھی موبائل پر ہم اپنے دوست الیکٹرک کا شان سے

ت کر دیتے ہیں... خود ہی آپ کو یقین آ جائے گا۔“

”ٹھیک ہے... میں دروازہ کھول رہا ہوں۔“

اور پھر دروازہ کھل گیا... اس نے ڈرے ڈرے

راز میں کہا:

”اندر آ جاؤ...“

وہ انہیں اپنے ڈرائنگ روم میں لے آیا... وہ ایک

دست کمرہ تھا... صوفہ سیٹ بہت خوب صورت تھا... اس

چاروں کو صوفے پر بٹھایا اور خود بھی ان کے نزدیک بیٹھ گیا:

”ہاں! اب بتاؤ... تم کیا پوچھنا چاہتے ہو۔“

”وہی جو آپ کو معلوم ہے...“

”مجھے ایک بات معلوم ضرور ہے... لیکن پتا نہیں...“

گوں کے لیے کام کی بات ہے یا نہیں... تم میرا نام نہیں لو

یعنی کسی کو نہیں بتاؤ گے کہ یہ بات تمہیں میں نے بتائی

سے کہا۔

”کیا مطلب؟“

”آپ کو اس کے بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور

لیکن آپ نے آج تک وہ بات کسی کو بتائی نہیں۔“

”ارے میاں جاؤ۔“

یہ کہتے ہوئے وہ اندر داخل ہو گیا اور اس نے

کھٹ سے بند کر کے چٹنی لگا دی:

اب تو وہ دھک سے رہ گئے۔ شوکی نے زور دیا

میں دستک دی اور بولا:

”آپ دروازہ کھول کر ہماری بات سن لیں

آپ کو کچھ معلوم ہے تو بتادیں آپ کے حق میں بہتر

اگر آپ نہیں بتائیں گے... تو ہم یہاں پولیس کو بلا لیں

”کیا کہا... پولیس کو بلا لیں گے...“ وہ

چلا یا۔

”ہاں! کیوں نہیں... پولیس ہمارے ساتھ تھا

ہے... ہم پولیس کی مدد کرتے ہیں... بعض اوقات پولیس

چند قدم آگے

تینوں نے شوکی کی طرف حیران ہو کر دیکھا... کیونکہ ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ اسے حیرت کا جھٹکا کس بات پر لگا ہے۔

”بتاؤں گا ٹھہر کر۔“ شوکی ان کی حیرت کا مطلب سمجھ گیا پھر کاؤنٹر مین سے بولا:

”آپ کا نام کیا ہے۔“

”مجھے راجہ فرہاد کہتے ہیں۔“

”آپ اس اسٹور پر کتنی مدت سے کام کر رہے ہیں۔“

”جب سے یہ اسٹور بنا ہے... میں تو اس وقت سے

یہاں ملازم ہوں... دراصل اسٹور شروع کرنے سے پہلے ہی قاسم محمود صاحب نے اخبارات میں ملازمین کے لیے اشتہار

”اچھی بات ہے۔“

”تب پھر وہ بات یہ ہے کہ...“ وہ کہتے کہتے... اس کی آنکھوں میں خوف نظر آیا... تب شوکی نے ہر کہا۔

”گھبرائیں نہیں... بتا دیں۔“

”اس نے مجھے دکان سے نکلنے وقت بتایا تھا۔

رات وہ بہت دولت مند ہو جائے گا... اتنا کہ آپ

نہیں سکتے... پھر میرا اپنا اس سے بڑا سٹور ہوگا... ہاں

اخبارات میں یہ خبر شائع ہوگی...“

”کیا مطلب؟“

شوکی بڑی طرح چونکا:

☆☆☆☆☆

خبر شائع ہوگی...“

”جی ہاں! یہ ایک بہت اہم بات ہے... لیکن ہمیں تو

اس میں چونکنے والی ایک بات بھی نہیں محسوس ہوئی۔“

”بھئی کیا ہمارے ہاتھ ایک بات نہیں لگ گئی... ہم

اس تاریخ کے اخبارات دیکھ سکتے ہیں یا نہیں... وہ تاریخ

ہمارے پاس موجود ہے جس میں کاشف خالد غائب ہوا ہے

... اس روز کے اخبارات میں ہمیں وہ خبر تلاش کرنا ہے... اس

اصل طرح ہمارا کیس آگے بڑھ رہا ہے یا نہیں۔“

”بالکل ٹھیک۔“

عین اس وقت شوکی کے موبائل کی گھنٹی بجی... اس نے

ن نکال کر اسکرین پر نظر ڈالی... فون اکبر راٹھور کا تھا...

”اسلام علیکم انکل۔“

”وعلیکم اسلام... ہاں شوکی... اگرچہ مجھے امید ہے کہ

میں تک تمہیں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہوگی... لیکن میں

ایک ماں کی بے تابی کا کیا کروں... دراصل وہ اس وقت

افسوس کر رہی ہے... جب پہلی بار کسی نے اسے تم سے ملنے کے

قدر مال دار کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے... اور یہ کہ صبح اخبار

دے دیا تھا... اس طرح مجھے شروع ہی میں ملازمت مل گئی۔“

”اور کاشف خالد کب ملازم ہوا تھا۔“

”کاشف خالد کو مجھ سے دو سال بعد ملازمت

تھی...“

”اور اس اسٹور کو کتنا عرصہ ہوا ہے۔“

”بیس سال تو ہو ہی گئے ہوں گے۔“

”ہوں... ٹھیک ہے... آپ کا بہت بہت شکر... اس روز کے اخبارات میں ہمیں وہ خبر تلاش کرنا ہے... اس

اصل طرح ہمارا کیس آگے بڑھ رہا ہے یا نہیں۔“

”بالکل ٹھیک۔“

عین اس وقت شوکی کے موبائل کی گھنٹی بجی... اس نے

ن نکال کر اسکرین پر نظر ڈالی... فون اکبر راٹھور کا تھا...

”اسلام علیکم انکل۔“

”وعلیکم اسلام... ہاں شوکی... اگرچہ مجھے امید ہے کہ

میں تک تمہیں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہوگی... لیکن میں

ایک ماں کی بے تابی کا کیا کروں... دراصل وہ اس وقت

افسوس کر رہی ہے... جب پہلی بار کسی نے اسے تم سے ملنے کے

قدر مال دار کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے... اور یہ کہ صبح اخبار

دے دیا تھا... اس طرح مجھے شروع ہی میں ملازمت مل گئی۔“

”اور کاشف خالد کب ملازم ہوا تھا۔“

”کاشف خالد کو مجھ سے دو سال بعد ملازمت

تھی...“

”اور اس اسٹور کو کتنا عرصہ ہوا ہے۔“

... اچھا میں تمہارے ساتھ ایک ماتحت کو بھیج دیتا ہوں... وہ تمہیں دس سال پہلے کی فائل تک پہنچا کر آ جائے گا... تم اپنا کام کرتے رہنا۔“

”ٹھیک ہے۔“

جلد ہی وہ دس سال پہلے کے اخبارات الٹ رہے تھے... آخر انہیں اس تاریخ کے اخبارات مل گئے... جس تاریخ کو کاشف خالد گم ہوا تھا... انہوں نے ایک ایک اخبار خیمہ میں حیرت و سنبھال لیا اور بغور ان کا مطالعہ کرنے لگے... کاشف خالد کی گم ہونے کی خبر انہوں نے تو ابھی تک نہیں سنی تھی... لیکن وہ بہت ہی چھوٹی سی خبر تھی بالکل ہم سے رابطہ نہیں کیا تھا... وہ تو دراصل انکل راجہ کے گھر پر آئی تھی اس سلسلے میں وہ اسے ہمارے پاس لے آئے۔“

”لیکن شوکی... میرا تجربہ ہے... اتنے پرانے کوئی اور بات معلوم نہ ہو سکی... اصل میں تو وہ اس خبر کی سے متعلق آدمی زندہ نہیں ملتا... وہ بے چارہ مارا جا چکا ہو گا۔“

”ہاں انکل... بات یہی ہے... لیکن ہم اس کو ہمارے پاس لے آئے... دوسرے دن وہ مال دار تو بن نہیں سکا... البتہ گم ضرور ہو گیا تھا... اب سوال یہ تھا کہ وہ خبر کیا ہو سکتی ہے... اس سوال کو ذہن میں رکھ کر وہ اخبار کا مطالعہ کرتے رہے... آخر انہوں نے سارا اخبار چاٹ لیا... حرمت کے

... اس نے ان کا استقبال پر جوش انداز میں کیا... ”انکل! ہمیں دس سال پہلے کے اخبارات کی

دیکھنی ہے۔“

”کسی خاص کیس پر کام کر رہے ہو شاید۔“ وہ

”نہیں انکل! ایک عام کیس ہے... ایک

مورت کا بیٹا دس سال پہلے غائب ہو گیا تھا... اس کی تلاش

نکلے ہیں۔“

”دس سال بعد...؟“ اس کے لہجے میں حیرت

”ہمیں یہ کیس ملا ہی اب ہے... خاتون نے تو ابھی

ہم سے رابطہ نہیں کیا تھا... وہ تو دراصل انکل راجہ کے گھر پر آئی تھی اس سلسلے میں وہ اسے ہمارے پاس لے آئے۔“

”لیکن شوکی... میرا تجربہ ہے... اتنے پرانے کوئی اور بات معلوم نہ ہو سکی... اصل میں تو وہ اس خبر کی سے متعلق آدمی زندہ نہیں ملتا... وہ بے چارہ مارا جا چکا ہو گا۔“

”ہاں انکل... بات یہی ہے... لیکن ہم اس کو ہمارے پاس لے آئے... دوسرے دن وہ مال دار تو بن نہیں سکا... البتہ گم ضرور ہو گیا تھا... اب سوال یہ تھا کہ وہ خبر کیا ہو سکتی ہے... اس سوال کو ذہن میں رکھ کر وہ اخبار کا مطالعہ کرتے رہے... آخر انہوں نے سارا اخبار چاٹ لیا... حرمت کے

”ٹھیک کہتے ہو شوکی... ماں کا دل عجیب

”ٹھیک کہتے ہو شوکی... ماں کا دل عجیب

”ٹھیک کہتے ہو شوکی... ماں کا دل عجیب

”ٹھیک کہتے ہو شوکی... ماں کا دل عجیب

”ٹھیک کہتے ہو شوکی... ماں کا دل عجیب

”ٹھیک کہتے ہو شوکی... ماں کا دل عجیب

علاوہ اس تاریخ کے دوسرے اخبارات بھی دیکھ لیے... پھر
مقصد حل نہ ہوا... آفتاب اب تک اخبار دیکھ رہا تھا... ایک
کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا...
”ذرا اس خبر کو پڑھ لیں۔“
انہوں نے دیکھا... خبر کی سرخی یہ تھی...
پولیس کا ایک بڑا چھاپہ نا کام... شاگورا گروپ... اس کا ہیڈ کوارٹر کہاں تھا... یہ کسی کو معلوم نہیں تھا... آج
اس کا کوئی آدمی پکڑا نہیں گیا تھا... ملک میں اس کا ہوا سا
غائب...
نیچے تفصیل یوں درج تھی...
پولیس کے اعلیٰ آفیسر کو ایک خفیہ اطلاع ملی... افسوس کل بھی پولیس اس گروپ کے کسی آدمی کو پکڑ نہیں
... اطلاع یہ تھی کہ گزشتہ رات شہر میں شاگورا گروپ ایک... خیر... کل کے لیے تو الزام دیا بھی نہیں جاسکتا... وہ
واردات کرے گا... وہ یہ واردات کہاں کرے گا... پولیس ت کرنے کے لیے آیا ہی نہیں... اس سے پہلے یہ ہوتا
یہ اطلاع نہیں مل سکی تھی... بتانے والا یہ نہیں بتا سکا تھا... کہ وہ واردات کرنے آ جاتے تھے اور کامیابی سے
ہے، اس کے پاس مکمل معلومات نہیں تھیں... تاہم اس اطلاع کے چلے جاتے تھے... پولیس سر توڑ کوشش کے
پولیس نے اس سے ایک بہت بڑے انعام کا وعدہ
... پولیس نے شہر کی تمام بڑی سڑکوں پر نا کے لگا لیے
... لیکن شاگورا گروپ نے شہر میں کہیں واردات نہیں کی...
اطلاع دینے والے نے پھر پولیس سے رابطہ کیا...
شاگورا گروپ کے بارے میں بھی تفصیلات لکھی
... اس گروپ نے پورے ملک میں اودھم مچا رکھا تھا
اس کے واردات کرنے کا طریقہ عجیب و غریب تھا، اچانک
جگہ نمودار ہوتا... لوٹ مار کرتا اور غائب ہو
... مطلب یہ کہ اس گروپ کا جال سارے شہر میں پھیلا ہوا
اس کا ہیڈ کوارٹر کہاں تھا... یہ کسی کو معلوم نہیں تھا... آج
اس کا کوئی آدمی پکڑا نہیں گیا تھا... ملک میں اس کا ہوا سا
غائب تھا... خوف و دہشت کی علامت بن کر رہ گیا تھا یہ
... افسوس کل بھی پولیس اس گروپ کے کسی آدمی کو پکڑ نہیں
... خیر... کل کے لیے تو الزام دیا بھی نہیں جاسکتا... وہ
واردات کرنے کے لیے آیا ہی نہیں... اس سے پہلے یہ ہوتا
... بتانے والا یہ نہیں بتا سکا تھا... کہ وہ واردات کرنے آ جاتے تھے اور کامیابی سے
... تاہم اس اطلاع کے چلے جاتے تھے... پولیس سر توڑ کوشش کے
... بہت بڑے انعام کا وعدہ
... تمام بڑی سڑکوں پر نا کے لگا لیے
... لیکن شاگورا گروپ نے شہر میں کہیں واردات نہیں کی...
... پولیس نے پھر پولیس سے رابطہ کیا...
... اس غریب آدمی کا شف خالد کو کسی طرح
... تو کیا... اس غریب آدمی کا شف خالد کو کسی طرح

”اوہو اچھا... اب تم اتنے پرانے کیس بھی حل کرنے

لگے ہو۔“ انسپکٹر کا شان چوٹے۔

”جی بس... مجبوری ہے۔“ شوکی نے شرما کر کہا۔

”ہاں تو کیا معاملہ ہے دس سال پرانا۔“

”دس سال پہلے ایک غریب آدمی غائب ہو گیا

اس کا آج تک کوئی سراغ نہیں ملا... اس کی ماں آج

کے کان ضرور کھڑے ہو جاتے... لیکن بہر حال... ہمارے اس کے انتظار میں ہے... انکل راٹھور اس کی ماں کو

آگے قدم بڑھانے کا راستہ پیدا ہو گیا ہے... آؤ... ذرا پاس لائے تھے... وہ بے چاری تو ہماری فیس دینے کے

کا شان سے ملاقات ہو جائے... بہت دن ہو گئے ان سے مل بھی نہیں ہے... خیر... آپ کو پتا ہے، ہم تو فیس کے بغیر

کام کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں... لیکن انکل راٹھور اور کرٹل

وہ اسی وقت انسپکٹر کا شان کے پولیسرانی نے اس کی طرف سے فیس ادا کر دی ہے...“

”خوب خوب! تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔“

”جس رات وہ شخص کا شف خالد غائب ہوا... اس

ت شاگور اگر وپ کو شہر میں واردات کرنا تھی... پولیس کو کسی

نے خبری کر دی کہ شاگور اگر وپ آج رات واردات

کے گا... پولیس نے تمام بڑی سڑکوں پر ٹاکے لگا

دے... لیکن اس رات گر وپ نہیں آیا... اور ایک غریب

شاگور اگر وپ کے بارے میں کوئی بات معلوم ہو گئی تھی

اس نے یہ بات پولیس کو بتا دی تھی... لیکن نہ تو شاگور

پکڑا گیا... نہ کاشف خالد کی طرف سے انہیں کوئی

... بلکہ وہ خود غائب ہو گیا۔“ آفتاب نے جلدی جلدی کر

”ابھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے... کہ وہ اطلاع

کاشف خالد ہی تھا... ورنہ اس کی گم شدگی والی خبر پڑھ

کے کان ضرور کھڑے ہو جاتے... لیکن بہر حال... ہمارے اس کے انتظار میں ہے... انکل راٹھور اس کی ماں کو

آگے قدم بڑھانے کا راستہ پیدا ہو گیا ہے... آؤ... ذرا پاس لائے تھے... وہ بے چاری تو ہماری فیس دینے کے

کا شان سے ملاقات ہو جائے... بہت دن ہو گئے ان سے مل بھی نہیں ہے... خیر... آپ کو پتا ہے، ہم تو فیس کے بغیر

کام کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں... لیکن انکل راٹھور اور کرٹل

وہ اسی وقت انسپکٹر کا شان کے پولیسرانی نے اس کی طرف سے فیس ادا کر دی ہے...“

”خوب خوب! تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔“

”جس رات وہ شخص کا شف خالد غائب ہوا... اس

ت شاگور اگر وپ کو شہر میں واردات کرنا تھی... پولیس کو کسی

نے خبری کر دی کہ شاگور اگر وپ آج رات واردات

کے گا... پولیس نے تمام بڑی سڑکوں پر ٹاکے لگا

دے... لیکن اس رات گر وپ نہیں آیا... اور ایک غریب

”انکل معاملہ دس سال پرانا ہے۔“

آدمی کاشف خالد غائب ہو گیا... وہ غریب آدمی کا نام

اسٹور پر ملازم تھا... اس رات اسٹور سے چھٹی کرتے وقت سر میں نے تو شاگورا گروپ کا نام بھی
نے اسٹور کے کلرک سے یہ کہا تھا کہ وہ کل بہت دولت مند آج تم سے ہی سنا ہے... مجھے نہیں معلوم... شاگورا گروپ کی
والا ہے... کل اخبارات میں بھی یہ خبریں شائع ہوں گی۔ نائل کہاں ہوگی یا کس پولیس اسٹیشن میں وہ اطلاع درج کی گئی
کہہ کر وہ چلا گیا... لیکن اس کے بعد وہ غائب ہو گیا... یعنی کاشف خالد والی اطلاع... پتا نہیں کاشف خالد کس
محسوس ہوتا ہے... پولیس کو اطلاع دینے والا شخص کاشف آفیسر سے رابطہ کرنے میں کامیاب ہوا تھا... اور کیسے ہو گیا
ہی تھا... اس کی مخبری کے بارے میں کسی طرح گروپ کو انا... ظاہر ہے... اس سلسلے میں اس نے کسی سے بات کی ہو
مل گئی... اس نے واردات تو کی نہیں... انتقام لینے کے... اور اس آدمی نے اس کی بات آگے پہنچائی ہوگی...“

کاشف خالد کو اٹھالیا... فی الحال ہمارے پاس بس یہ معلوم
ہیں... سنا ہے اس زمانے میں شاگورا گروپ کی بہت... لیکن انکل ترکیب میں بتا دیتا ہوں...“ شوکی مسکرایا۔
”ٹھیک ہے... بتاؤ...“

”اس وقت شہر میں جو پولیس آفیسر سب سے زیادہ عمر
”ہوں... تم چاہتے ہو... میں شاگورا گروپ کے لگے ہوئے ہیں... ان سے پوچھا جاسکتا ہے... یا پھر
مڑ ہونے والے کسی پولیس آفیسر سے پوچھا جاسکتا ہے۔“

”ہاں شوکی... یہ تو تم نے ٹھیک کہا... مجھ سے پہلے جو
”جی... جی ہاں... اللہ آپ کا بھلا کرے۔“
”لیکن شوکی... یہ سب باتیں میری ملازمت سے
کی ہیں اور تم لوگوں کے ہوش سنبھالنے سے پہلے کی ہیں...
... دراصل بوڑھے آدمیوں کو اپنا ماضی بہت یاد آیا کرتا ہے

بس وہ اپنی یادیں تازہ کرنے کے لیے آتے رہتے ہیں۔“
 ”بالکل ٹھیک کہا آپ نے۔“

اب انسپکٹر کا شان کے فون پر نمبر ملائے اور...
 طرف ریسیور اٹھانے کی آواز سن کر بولے:
 ”السلام علیکم سر! انسپکٹر کا شان بات

ہوں... آپ کا شاگرد۔“
 دوسری طرف کی بات سن کر وہ بولے:

”میں آپ سے ملاقات کے لیے آنا
 ہوں... میرے ساتھ میرے چند عزیز بھی آرہے ہیں۔“

چند منٹ کے لیے آپ کو زحمت دیں گے۔“

دوسری طرف کی بات سن کر انہوں نے فون بند کر دیا
 ”آؤ چلیں... وہ میری بات سن کر خوش ہوئے۔“

”ان کا نام کیا ہے انکل۔“

”انسپکٹر شاکر حمیدی۔“

وہ ایک ٹیکسی میں انسپکٹر شاکر حمیدی کے گھر پہنچے
 انہوں نے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا... اور ٹیکسی کے

حیران ہو کر بولے:
 ”شش... شاگورا۔“ وہ گھبرا سے گئے۔

”وہ سر... اس وقت ہم سرکاری کام سے نہیں آئے

... میں سرکاری جیپ سرکاری کاموں کے لیے استعمال کرتا

...“

”اوہ ہاں... یاد آیا... تم بہت با اصول ہو... اچھی

... اچھی بات ہے۔“ انسپکٹر شاکر حمیدی نے زور زور

سر ہلایا... پھر چونک کر بولا:

”ان کی تعریف؟“

”یہ شوکی برادرز ہیں سر۔“

”ارے...“ وہ چونکے۔

”مطلب یہ کہ آپ ان کے بارے میں جانتے ہیں۔“

”بہت اچھی طرح... یہ تو کافی مشہور لوگ ہیں... ان

... میں اخبارات میں بھی آتا رہتا ہے۔“

”شکر یہ سر۔“ شوکی نے شرما کر کہا۔

”کیسے آتا ہوا۔“

”سر! آپ شاگورا گروپ کے بارے میں تو جانتے ہی

...“

”کیا ہوا سر۔“

”بھئی... دس سال پہلے یہ نام بہت خوف

تھا۔“

”اس کا مطلب ہے... آپ اس گروپ کے

میں جانتے ہیں۔“

”ہاں! اللہ کی مہربانی سے۔“ انہوں نے

لگاتے ہوئے کہا۔ ابھی ابھی ان کا سگریٹ ختم ہوا تھا۔

”تب پھر آپ کو جو معلوم ہے... ہمیں بتا

شوکی بے تابانہ بولا۔

”پہلے یہ بتائیں... معاملہ کیا ہے۔“

”یہ میں بتاتا ہوں۔“

اب انسپکٹر کا شان نے ساری تفصیل انہیں بتا

غور سے سنتے رہے۔ پھر حیران ہو کر بولے:

”مجھے اب یہ تمام باتیں یاد آرہی ہیں...“

اس رات ہمیں بتایا گیا تھا کہ آج رات شاگروپ

کرنے کے لیے آئے گا... سارے شہر کی پولیس

گی۔“

”یہ اطلاع کس شخص کے ذریعے ملی تھی سر؟“ انسپکٹر

کا شان نے پوچھا۔

”بھئی ظاہر ہے... ہمیں تو ہمارے ڈی ایس پی زاہد

کشمیری صاحب ہی نے دی تھی۔“

”اور یہ معلوم نہیں کہ انہیں کس سے حکم ملا تھا۔“

”ظاہر ہے... ایس پی صاحب سے ملا تھا۔“

”دراصل ہم تو یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اس شخص نے کس

اطلاع دی تھی کیونکہ وہ ایک غریب آدمی تھا... اس کی رسائی

اعلیٰ آفیسر تک تو تھی نہیں۔ ہماری الجھن یہ ہے۔“

”ڈی ایس پی صاحب بھی ریٹائرڈ ہو چکے ہیں... خیر

میں ان سے بات کرتا ہوں۔“

انہوں نے ڈی ایس پی کے نمبر ملائے... کافی دیر ان

سے باتیں کرتے رہے۔ پھر ریسپورڈر کے کمران کی طرف مڑے:

”ان کا کہنا ہے... انہیں ایس پی صاحب سے حکم ملا تھا

... اور انہیں نہیں معلوم... انہیں ایس ایس پی صاحب نے حکم دیا

تھا یا براہ راست کسی اور آفیسر نے۔“

”جی اچھا... آپ یہ بتا دیں کہ شاگورا گروپ کی

”اور وہ کیا سر۔“

”اس کیس کے سلسلے میں جو بات بھی معلوم ہو سکے...
یا جو کامیابی بھی آپ لوگوں کو حاصل ہو... مجھے بتائیے گا... مجھے
خوشی ہوگی۔“

”جی اچھا... کیس سے فارغ ہو کر ہم آپ کے پاس
آئیں گے اور پوری کہانی سنائیں گے... ان شاء اللہ!“
”بہت بہت شکریہ!“

اور وہ ان سے رخصت ہو کر باہر چلے گئے:
”اب کیا کیا جائے... ایس ایس پی صاحب تو ہمیں
شاید ہی گھاس ڈالیں۔“

”اس کا بہت آسان طریقہ ہے... کرقل فارانی اور
کبر راٹھور تو اہم لوگ ہیں نا... انہیں ساتھ لے جاؤ۔“ انسپٹر
کا شان مسکرائے۔

”اوہ ہاں... یہ ٹھیک رہے گا۔“

”بس تو پھر تم جہاں کہو... تمہیں اتار دوں۔“

”انکل راٹھور کے گھر... انہیں ساتھ لے کر ہم انکل
فارانی کے ہاں چلے جائیں گے... اور وہاں سے ایس ایس پی

فائل شہر کے کون سے تھانے سے ملے گی۔“

”سنا ہے... اس گروپ کی فائل ایس ایس پی

ملک کے پاس رہتی تھی۔“

”ان کا پتا کیا ہے سر۔“

”مجھے نہیں معلوم...“

”لیکن سر... آپ ڈی ایس پی صاحب سے معلوم

کر سکتے ہیں۔“

”اوہ ہاں۔“ وہ چونکے... انہوں نے ایک بار

ڈی ایس پی کو فون کیا۔ ان سے یہ بات پوچھی... جواب

وہ ان کی طرف مڑے:

”ایس ایس پی نواز ملک ابھی حیات ہیں

ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہے ہیں... ان کی کوٹھی فیروز

میں ہے... کوٹھی کا نمبر ہے 911۔“

”بہت بہت شکریہ سر... آپ نے ہماری بہن

فرمائی... ہم آپ کا یہ احسان نہیں بھولیں گے۔“

”تب پھر میری ایک درخواست ہے۔“ انسپٹر

حمیدی مسکرائے۔

نواز ملک صاحب کے ہاں۔“

”بالکل ٹھیک۔“ انسپٹر کا شان مسکرا دیے...

بولے:

”ویسے شوکی... گلتا ہے... تم کیس میں آگے

رہے ہو... تم نے درست راستہ اختیار کر لیا ہے۔“

”اور یہ سب اللہ کی مہربانی ہے اٹکل۔“ آؤ

مسکرایا۔

”بالکل!“

انسپٹر کا شان انہیں اکبر راتھور کے گھر پہنچا کر

گئے۔ اکبر راتھور کو انہوں نے پہلے ہی فون کر دیا تھا...

بیٹھے تھے... انہیں لے کر وہ کرنل فارانی کی طرف

پڑے... انہیں بھی پہلے ہی فون کیا جا چکا تھا۔ لہذا وہ بھی

تھے... اب یہ قافلہ نواز ملک کی کونھی پہنچا... دروازہ

موجود پہرے دار کو کرنل فارانی اور اکبر راتھور نے اپنے

دے دیے... پہرے دار نے وہ کارڈ اندر کسی کو تھما دیا

جلد ہی انہیں اندر بلا لیا گیا...

اور پھر ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں:

قائل

ادھر اندر موجود ایک شخص بھی انہیں دیکھ کر زور سے

اچھلا تھا۔ اندر ایک تو ظاہر ہے، نواز ملک ایس ایس پی صاحب

تھے... دوسرا شخص قاسم محمود کے علاوہ کوئی نہیں ہو سکتا تھا... وہی

قاسم محمود... جو اس اسٹور کا مالک تھا جس میں کاشف خالد ملازم

تھا:

”یہ کیا... کارڈ تو صرف آپ دو کے اندر آئے

تھے... اور آپ ہیں چھ ملاقاتی۔“ نواز ملک نے حیران ہو کر

کہا۔

اس وقت تک شوکی برادرز اپنی حیرت کو چھپا چکے

تھے... نواز ملک ان کی حیرت کو دیکھ ہی نہیں سکے تھے... البتہ

پھر انہوں نے قاسم محمود کی حیرت کو ضرور نوٹ کر لیا تھا:

”ان کے پاس کارڈ نہیں ہیں۔“ اکبر راٹھور جلدی بولے۔

”آپ کو چٹ پر ان کے نام لکھ کر بھیج دینے چاہیے تھے۔“

”ہم معافی چاہتے ہیں... ہم سے یہ غلطی ہوئی ہے۔“
”خیر کوئی بات نہیں... آپ تشریف رکھیے... میں صاحب کو فارغ کر لوں پہلے۔“
”جی ضرور۔“ اکبر راٹھور بولے۔

”بس مجھے تو جو عرض کرنا تھا، کر چکا... امید ہے اس سلسلے میں میری مدد فرمائیں گے۔“

”ٹھیک ہے... آپ کل صبح مجھے فون پر یاد کرا دیا گا... میں انتظام کر دوں گا۔“ ایس ایس پی نواز ملک بولے۔

”بہت بہت شکریہ!“ قاسم محمود نے کہا اور اٹھ گیا۔

اب نواز ملک ان کی طرف متوجہ ہوئے:

”جی... آپ فرمائیے... آپ ہیں اکبر راٹھور کرمل فارانی۔“

”جی ہاں۔“
”آپ حضرات کے نام کچھ سنے ہوئے لگتے ہیں۔“
”یہ جان کر خوشی ہوئی... اس وقت ہماری آمد کا مقصد یہ ہے کہ آج سے دس سال پہلے شاگورا گروپ کا بہت نام تھا... شہر میں پولیس کو ایک شخص کی طرف سے پیغام ملا تھا کہ آج رات شاگورا گروپ واردات کرے گا... پولیس ایک دم چوکن ہو گئی تھی... لیکن اس رات شاگورا گروپ نے کوئی وار دات نہیں کی تھی... البتہ ایک شخص ضرور گم ہوا تھا... خیال ہے... اسی شخص نے پولیس کو یہ اطلاع دی تھی... اور اس کے اسی جرم کی وجہ سے اسے غالباً شاگورا گروپ نے اغوا کر لیا تھا...“
یہاں تک کہہ کر اکبر راٹھور خاموش ہو گئے۔

”میں نے آپ کی بات غور سے سنی ہے... مجھے یہ تو معلوم ہے کہ دس سال پہلے ایسا ہوا تھا... لیکن یہ معلوم نہیں کہ اسی شخص کو اغوا بھی کیا گیا تھا جس نے پولیس کو اطلاع دی تھی۔“ نواز ملک بولے۔

”خیر... ہم تو صرف یہ جاننا چاہتے ہیں... اس نا معلوم شخص نے اطلاع کسے دی تھی۔“

ایک منٹ تک نواز ملک سوچ میں ڈوبے رہے...
بولے...

”شہر کا ایس ایس پی چونکہ میں تھا، اس لیے یہ اطلاع
براہ راست مجھے دی گئی تھی... لیکن اس نے اپنا نام نہیں
تھا...“

”کیا اس نے براہ راست خود آپ کو اطلاع دے دیا تھا۔“

”تھی... یا اطلاع دینے کے لیے اس نے کسی کا سہارا لیا تھا۔“

”نہیں... اس نے براہ راست اطلاع دے دی تھی...“

”تھی... غالباً اس نے ایکس چینج سے میرا نمبر معلوم کیا تھا اور فون...“

”کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا... لیکن جب اس رات شاگور
گروپ نے کوئی واردات نہ کی... تب میں نے جان لیا...“

”تپ پڑے تو میں حاضر ہوں...“

”اس شخص کا مذاق تھا۔“

”ہمارے اندازوں کے مطابق وہ اس شخص کا مذاق
نہیں تھا... کیونکہ اسی رات اسے غائب کر دیا گیا تھا...“

”پولیس اسٹیشن میں ہو سکتی ہے۔“

”آج تک وہ نہیں ملا...“

”سوال یہ ہے کہ آپ یہ معلومات کیوں حاصل کر رہے
ہیں۔“

”ہم دراصل اس شخص کے کیس پر کام کر رہے
ہیں... آخر وہ کہاں ہے؟“

”ظاہر ہے... آپ کے اندازے اگر درست ہیں
جب پھر شاگور گروپ ہی نے اسے اغوا کیا ہوگا... اور
ظاہر ہے انتقام لینے کے سلسلے میں اسے مار ڈالا ہوگا...“ انہوں

”امکانات اسی بات کے ہیں... لیکن ماں کے دل کو
ہم تو دراصل ایک ماں کے لیے کام کر رہے

”ٹھیک ہے... آپ ضرور کام کر لیں... کسی دکھے
کو خوشی دینا بہت بڑی نیکی ہے... اس سلسلے میں اگر میری

”بہت بہت شکریہ! شاگور گروپ کی فائل بھلا کون
پولیس اسٹیشن ساگر...“

”بہت بہت شکریہ!“

”بہت بہت شکریہ!“

”اور وہ اٹھ کھڑے ہوئے... ایسے میں شوکی بول

پڑا...

”اگر آپ محسوس نہ کریں تو میں ایک بات کہہ دوں۔“

”ہاں ہاں! پوچھیے۔“

”ابھی جو صاحب آپ کے پاس بیٹھے تھے سلسلے میں آئے تھے۔“

ایس ایس پی صاحب کے چہرے پر ایک رنگ گیا... پھر انہوں نے ناخوشگوار انداز میں کہا...

”آپ کو مجھ سے یہ سوال پوچھنے کا کوئی حق نہیں“

”واقعی... ہم معذرت خواہ ہیں...“

چلیں۔“ اکبر راٹھور جلدی سے بولے۔

”جی نہیں۔“ شوکی اپنی جگہ سے ہلاتک نہیں۔

”کیا مطلب؟“

”ہمیں یہ سوال کرنے کا حق نہ سہی لیکن“

ہوا... وہ اسی شخص کے اسٹور پر ملازم تھا۔“ شوکی پر زور دیا...

میں بولا۔

”کیا مطلب؟“ اکبر راٹھور اور کرمل قادر...

”جسے... ان تینوں کی آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی...“

”کیا کہہ رہے ہو شوکی۔“ اکبر راٹھور بولے۔

”یہی بات ہے انکل... کاشف خالد قاسم محمود کے

سنور پر کام کرتا تھا... جس رات وہ غائب ہوا، اس رات اس

نے دکان سے جاتے ہوئے کاؤنٹر کلرک راجہ فرہاد سے کہا تھا کہ

وہ کل بہت مال دار ہو جائے گا... اور یہ کہ کل کے اخبارات

میں اس بارے میں خبریں بھی شائع ہوں گی یہ کہہ کر وہ چلا

گیا... ظاہر ہے اسے کسی طرح شاگوراگروپ کے بارے میں

خبر چل گیا ہو گا... شاگوراگروپ کو گرفتار کرانے پر حکومت نے

اس لاکھ کا انعام رکھا ہوا ہے... اس نے یہ بات ضرور اس لیے

کہی تھی... لیکن اس رات شاگوراگروپ نے واردات نہیں

کی... البتہ کاشف خالد غائب ہو گیا... اب ہم شاگوراگروپ

کے بارے میں آپ سے معلومات لینے کے لیے آئے تو وہی قاسم

میں دیکھا نظر آیا... جو اس اسٹور کا مالک ہے کیا یہ بات عجیب

”عجیب تو واقعی ہے... لیکن اس شخص کے مجھ سے بہت

”میں تو ان تعلقات میں... یہ تو ان تعلقات کی بنیاد پر مجھ

”کیا اس رات آپ نے قاسم محمود کو یہ بات بتائی؟“
 ”جی ہاں... کیا بات ہے انکل...“ شوکی سہم گیا۔
 ”تم لوگ کیا چہرہ ہو...“ کرمل فارونی بولے۔
 ”جی ہاں... جہاں تک ہمارا خیال ہے... ہم انسان

”ہمارا مطلب ہے... پولیس کاشف خالد کے کیس میں
 ایک انج بھی آگے نہیں بڑھ سکی تھی... اور تم نے تو اتنے تھوڑے
 سے وقت میں اتنی ساری باتیں معلوم کر لیں... بلکہ اب تو محسوس
 کرنے لگا ہے کہ یہ کیس تیزی سے آگے بڑھے گا۔“
 ”ان شاء اللہ!“ وہ ایک ساتھ بولے... مسکرائے

”ل... لیکن...“ ایسے میں آفتاب کی آواز سنائی

”کیا ہوا... بے چارے لیکن کے دو ٹکڑے کیوں

”مم... مجھے اس کیس میں خوف محسوس ہوا رہا ہے...

”قاسم محمود آج ہی کیوں ایس ایس پی صاحب سے ملنے کر

”دی...“
 ”کوئی بات نہیں... کسی کے سلسلے میں مدد کی ضرورت
 ہو تو میں حاضر ہوں... میرا موبائل نمبر لکھ لیں...“
 ”یہ تو آپ کی اور زیادہ مہربانی ہوگی۔“

اور وہ ان سے ہاتھ ملا کر باہر نکل آئے... جب
 میں بیٹھ گئے... تو اکبر راٹھور اور کرمل فارانی لگے ان چالوں
 گھورنے...

”کک... کیا... کیا بات ہے... آپ
 انکل ہمیں اس طرح کیوں گھور رہے ہیں... ہم مایوس
 ہیں... ایس ایس پی صاحب سے وہ سوال نہیں کرنا
 تھا... بس میں رہ نہ سکا اور سوال کر بیٹھا۔“
 ”یہ بات نہیں شوکی۔“ اکبر راٹھور سرد آواز

لے آگیا۔“

”انہوں نے بتایا تو ہے... ان دونوں کا دوست ہے۔“

”جی... آپ ٹھیک کہتے ہیں۔“ آفتاب نے
 ڈرے انداز میں بولا۔

”اب کیا پروگرام ہے۔“ اکبر راجپور بولے۔

”پولیس اسٹیشن ساکنڈ چلیے... آپ دونوں کی مدد
 شاید ہم شاگورا گروپ کی فائل حاصل کرنے میں کامیاب
 جائیں۔“

”لیکن ہم یہ مدد ایس ایس پی نواز ملک صاحب کے اندر داخل ہوتے ہی وہ بولا:

”کیوں نہ لیں... انہوں نے خود پیش کش کی ہے۔“

”یہ ٹھیک رہے گا... ہم ان سے کہتے ہیں۔“

”ذرا وہاں فون کر دیں۔“

”بالکل ٹھیک۔“

اب اکبر راجپور نے نواز ملک کے نمبر ملائے...

ملنے پر انہوں نے کہا:

”آپ ذرا ساکنڈ پولیس اسٹیشن کو فون کر دیں۔“

وہ ہیں شاگورا گروپ کی فائل دکھا دیں۔“

”بس ابھی جا رہے ہیں۔“

”میں فون کر دیتا ہوں۔“

اور وہ ساکنڈ پولیس اسٹیشن کی طرف روانہ ہو گئے...
 پولیس اسٹیشن میں داخل ہونے کے بعد جو نہی وہ پولیس انسپکٹر کے
 اندر انسپکٹر
 کی نور بیٹھا تھا... اور اس کے چہرے پر طنز یہ مسکراہٹ تھی...
 ”ہاں! میرا تبادلہ چند دن پہلے ہی یہاں ہوا ہے...“

”تو آپ لوگ شاگورا گروپ کی تلاش میں ہیں۔“

”جی اکل... آپ یہاں یہاں۔“

”ہاں! میرا تبادلہ چند دن پہلے ہی یہاں ہوا ہے...“

”جی اکل... آپ لوگوں کو شاگورا گروپ کی فائل دکھا دیں۔“

”جی اکل... آپ لوگوں کو شاگورا گروپ کی فائل دکھا دیں۔“

”جی اکل... آپ لوگوں کو شاگورا گروپ کی فائل دکھا دیں۔“

”جی اکل... آپ لوگوں کو شاگورا گروپ کی فائل دکھا دیں۔“

پراسرار پہلو

چند لمحے تک وہ ایک دوسرے کی طرف خالی نظروں سے دیکھتے رہے... آخر انسپکٹر جلالی نور نے کہا:

”یہ تو عجیب بات ہو گئی... بلکہ بہت عجیب... تمام سابقہ ریکارڈ دیکھنا ہو گا... تب جا کر یہ بات معلوم ہو سکے گی کہ کس کے دور میں اور کب وہ قائل غائب ہوئی۔“

”غائب ہوئی نہیں انکل... غائب کی گئی۔“ شوکی نے فوراً کہا۔

”ہاں شوکی... آج مجھے تمہارے اس خیال کی تائید کرنا پڑی ہے... اس قائل کو غائب کیا گیا ہے۔“

”کیا آپ یہ معلوم کر لیں گے کہ قائل کس نے غائب کی ہے۔“

”تو اب آپ بھی ان کے ساتھ کام کرنے کے لیے وکالت چھوڑ دی کیا۔“ اس نے طنز یہ کہا۔

”یہ بات نہیں... اس کیس میں شوکی برادر کی مدد کی ضرورت پیش آ گئی... سو ہم ان کے ساتھ نکل آئے اس میں کیا برائی ہے۔“

”نہیں نہیں... خیر... آپ لوگ رکھیں... میں قائل منگواتا ہوں... دس سال پرانی قائل لانے میں کچھ وقت لگے گا۔“

”کوئی بات نہیں... ہم انتظار کر لیں گے۔“ اور پھر وہ بیٹھ گئے... آدھ گھنٹے بعد جلالی نور پریشان حالت میں اندر داخل ہوا اور بولا:

”سر... شاگور اگر وپ کی قائل غائب ہے۔“

”کیا!!!“ ان سب کے منہ سے نکلا۔

☆☆☆☆☆

”یہ تو شاید معلوم نہ ہو سکے... ہاں یہ ضرور معلوم ہو جائے گا کہ کب غائب ہوئی ہے۔“

”ہوں... خیر... اتنا ہی معلوم ہو جائے... تو یہ بات ہے۔“ اکبر راٹھور بولے۔

”تب پھر ہم چلتے ہیں... اگر یہ بات معلوم ہو جائے ذرا ہمیں بتا دیجیے گا... ہم آپ کے احسان مند ہوں گے۔“

”اگر افسرانِ بالانے یہ بات بتانے کی اجازت دی ضرور بتاؤں گا۔“ اس نے فوراً کہا۔

اور وہ پولیس اسٹیشن سے باہر نکل آئے:

”حیرت بڑھتی جا رہی ہے۔“ اکبر راٹھور گاڑی بیٹھتے ہوئے بولے۔

”اور کیس بھی۔“ آفتاب مسکرایا۔

”اور خوف بھی۔“ اخلاق نے کہا۔

”کیا مطلب...“ وہ ایک ساتھ بولے۔

”جوں جوں... کیس آگے بڑھ رہا ہے... توں توں...“

اس میں تیزی آرہی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ خوف... اضافہ ہو رہا ہے۔“

”اللہ اپنا رحم فرمائے۔“

”اب کیا پروگرام ہے شوکی۔“

”آپ ہمیں گھرا تا رہیں... اب اس کیس پر مزید

کام ہم کل کریں گے۔“

”لگتا ہے، تم تھک گئے۔“ انکل قارانی مسکرائے۔

”جی نہیں... ہم تھکے نہیں... مزید کام کرنے سے پہلے

اس کیس کے ہر پہلو پر غور کرنا چاہتے ہیں اور یہ کام گھر جا کر بند

کرے میں ہی ہو سکتا ہے... اور یہ ہمارا پرانا طریقہ ہے۔“

شوکی نے وضاحت کی۔

”اچھی بات ہے۔“

اور وہ انہیں گھر کے سامنے اتار کر آگے بڑھ گئے... وہ

بغیر سے گزر کر اندرونی کمرے میں آ بیٹھے... یہ کمرہ ان کی

بہن کی تھا... یہاں چاروں طرف الماریوں میں کتابیں لگی

ہوئی تھیں اور فرش پر دری پچھی تھی... وہ دری پر نیم دراز ہو

گئے...

”ہاں تو تم تینوں کا اس سلسلے میں کیا خیال ہے۔“

”ظاہر ہے، ذمہ داری ہو گا۔“ آفتاب مسکرایا۔

”کیا مطلب؟“ شوکی چونکا۔

”جس کیس کو ہم ایک معمولی گمشدگی کا کیس خیال رہے تھے... وہ کیس لمحہ بہ لمحہ خطرناک ہوتا جا رہا ہے... میرے خوف میں اضافہ کرتا جا رہا ہے... لہذا ہمیں اس سے فوری طور پر الگ ہو جانا چاہیے۔“ آفتاب نے حد بندیہ لہجے میں کہا۔

”کیا مطلب... الگ ہو جانا چاہیے۔“

بڑایا۔

”ہاں اور کیا... ہمیں انکل رائٹور اور انکل

فارانی سے صاف طور پر کہہ دینا چاہیے کہ ہم اس سے ہاتھ دھو رہے ہیں... ہم اس کیس کے قابل نہیں ہیں۔“

”حد ہوگئی... ہے کوئی تک... ہم کیس میں

کا یا بی حاصل کر رہے ہیں... اور یہ کہہ رہے ہیں...

کیس سے ہاتھ اٹھا لینے چاہئیں... گویا ان صاحب کو

ماں کا خیال ہے، جو دس سال پہلے سے بیٹے کا انتظار کر رہی

نہ ان دس ہزا کا خیال ہے... جو ہمیں انکل رائٹور اور

کرل فارانی نے دیے ہیں۔“

”مجھے سو فیصد یقین ہو چلا ہے... ہم اس ماں کو کوئی خوش خبری نہیں سنا سکیں گے... زیادہ سے زیادہ یہ بتائیں گے... اس کے بیٹے کو شاگورا گروپ نے دس سال پہلے ہی ہلاک کر دیا تھا...“ آفتاب نے پر یقین لہجے میں کہا۔

”اس میں شک نہیں... ہم اسے یہی بتائیں گے...

لیکن... اس کا یہ فائدہ ہو گا کہ اس کا انتظار ختم ہو جائے

گا... لہذا ہم اس کیس پر کام کرنا ہو گا... پھر اس کیس میں جو

باتیں سامنے آئی ہیں... ان باتوں نے بھی تو ہمیں سسپنس میں

جلا کر دیا ہے... آخر یہ شاگورا گروپ کیا بلا تھا... جسے پولیس

مگر قمار نہیں کر سکی... اس رات کیا ہوا تھا... شاگورا گروپ کو

کس نے خبردار کیا تھا۔“

”اس بارے میں کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا... ایس ایس

ای صاحب کو کاشف خالد نے اطلاع دی تھی... اب ظاہر ہے،

انہوں نے پورے شہر کی پولیس کو خبردار کیا تھا... پولیس نے

کے لگائے تھے... کیا خبر... محکمہ پولیس میں سے کون شاگورا

گروپ سے ملا ہوا تھا... بس اس نے اسے بتا دیا تھا کہ آج

رات اس کے لیے خطرہ ہی خطرہ ہے... لہذا اس نے اس رات

واردات نہیں کی...“

”یہ تمام باتیں درست ہیں... لیکن...“ آفتاب

اٹھا۔

”پھر ایک عدد لیکن اٹھا لائے... کیا ہوگا

تمہیں...“ اشفاق جھلا اٹھا۔

”مجھے شاگورا ہو گیا ہے... ہم نے ایک بات

نہیں کیا...“ آفتاب مسکرایا۔

”چلو... وہ بھی بتادو...“ اخلاق نے منہ بنایا۔

”یہ کہ... اس کے بعد بھی آخر کیوں...“

گروپ گرفتار نہیں ہوا... دس سال ہو گئے... شاگورا

کہاں ہے... یا تو اس کا اتنا غفلت تھا... یا بعد میں کوئی بان

میں نہیں آئی...“

”اس سوال کا جواب شاید بوڑھے انسپکٹر شاگر

دے سکیں...“

”اوہ ہاں... بالکل ٹھیک...“

”خیر یہ بات تو ہم ان سے فون پر بھی معلوم کر

ہیں۔“

یہ کہہ کر شوکی نے شاگر حمیدی کا موبائل نمبر ڈائل کیا... آتے ہوئے وہ اس سے نمبر لے آئے تھے... جلد ہی اس کی

آواز سنائی دی...“

”انکل حمیدی... شوکی بات کر رہا ہوں...“

”ہاں شوکی... خیر تو ہے۔“

”آپ سے تھوڑی سی معلومات اگر اور مل سکیں تو یہ

آپ کا احسان ہوگا۔“

”ہاں ہاں... پوچھو...“

”ایک خبر تو آپ کے لیے یہ ہے کہ شاگورا گروپ کی

پولیس اسٹیشن ساگر سے غائب ہے۔“

”کیا!!!“

”اب ہم آپ سے پوچھنا چاہتے ہیں... دس سال

شاگورا گروپ اس رات واردات نہیں کر سکا تھا... کیا

اس کے بعد اس کی وارداتیں منظر عام پر آئی تھیں؟“

”جی... کیا مطلب... پپ... پر اسرار

شوکی ہکلا یا۔“

میں اس لیے ان کے دروازے پر دستک ہوئی۔
 ”نہیں... نہیں...“ آفتاب گھبرا گیا۔

”کیا ہوا؟“ شوکی نے اسے گھورا۔

”مم... مجھے ڈر لگ رہا ہے...“

”یہ تم اتنے بزدل کب سے ہو گئے۔“ اعلاق

کر کہا۔

”ٹھہرو... میں دیکھتا ہوں۔“

یہ کہہ کر شوکی دفتر کے دروازے پر آ گیا۔

نے دروازہ کھولے بغیر پوچھا...

”کون صاحب۔“

”جی... میں ہوں...“ باہر سے کہا گیا۔

”بھئی نام بتائیں نا۔“

”جی... میں ہوں مہجنا نائی...“

”مہجنا نائی... کیا مطلب... ہم نے تو آپ

بلا یا...“ شوکی نے حیران ہو کر کہا۔

”اد نہیں جی... یہ بات نہیں... ایک صاحب

راستے میں ملے تھے... انہوں نے ایک خط دیا ہے...“

سے بتایا کہ یہ خط شوکی برادرز کو دے دو... میں ذرا جلدی میں
 ہوں... اس کام کے میں تمہیں میں روپے دے رہا
 ہوں... بس اس نے یہ کہا، میرے ہاتھ میں خط اور میں روپے
 کے... اور چلا گیا... اب آپ مہربانی فرما کر یہ خط لے

...“
 ”اچھا اچھا...“ شوکی نے ہنس کر کہا اور دروازہ
 کھول دیا... ساتھ ہی اس کے منہ پر ایک بھرپور مکا لگا... وہ

ٹک کر گرا...

باقی لوگ اندرونی حصے میں تھے... اس لیے انہیں کچھ
 نہ چلا کہ کیا ہوا... فوراً ہی تین آدمی اندر آئے۔ انہوں نے

لوگوں کو اٹھا کر باہر کھڑی گاڑی کے پچھلے حصے میں ڈال دیا... پھر
 ہی رک گئے... البتہ پہلا آدمی دروازے کی اوٹ میں کھڑا

یہاں تک کہ کچھ وقت گزر گیا اور آفتاب صورت حال معلوم
 کرنے کے لیے وہاں آ گیا... اس کے بھی منہ پر ایک بکا

... وہ بھی الٹ کر گرا... اسے بھی وہ تینوں فوراً اٹھا کر لے
 گئے... یوں لگتا تھا جیسے وہ اپنے کام میں زبردست ماہر ہوں

آفتاب کے بعد اشفاق آیا... وہ بھی مار کھا گیا اس کے بعد

اخلاق بھی الٹ کر گرا... جلد ہی گاڑی وہاں سے روانہ ہو

☆☆☆☆☆

امی کی کہانی

ان کی آنکھیں کھلیں تو وہ اندھیرے میں تھے
اور کسی کمرے میں بند تھے... اچانک دروازہ کھلنے کی آواز
آئی... ساتھ ہی کمرے میں بہت ہی مدھم سی روشنی ہو
... انہوں نے دیکھا اندر داخل ہونے والے پانچ آدمی
... وہ سر سے پیر تک سیاہ لباس میں تھے... اندر آتے ہی
انہوں نے دروازہ بند کر کے چٹنی لگا دی... پھر ان میں سے ایک
واڑ سنائی دی...

”تو تم شاگور اگر وہ پکارا از معلوم کرو گے... گڑے
سے اکھاڑو گے... دس سال پہلے جس قصبے کو ہم نے دفن کر
... اسے پھر سے زندہ کرو گے... تمہاری یہ جرأت... چلو
... ایسا مزہ جو یہ ساری زندگی یاد رکھیں اور پھر

شاگورا گروپ کا نام بھی نہ لیں۔۔۔

اس کے ان الفاظ کے ساتھ ہی ان پر تاید توڑ کر
اور لاتیں برسنے لگیں۔۔۔ ان کے منہ سے گھٹی گھٹی جھپٹکیاں
ہونے لگیں۔۔۔ پھر آہستہ آہستہ لاتوں اور گھونے کی بارش
تیزی آتی چلی گئی۔۔۔ یہاں تک کہ یہ بارش موسلا
گئی۔۔۔ ایسے میں اسی کی آواز ابھری جس نے پہلے
تھی۔۔۔

”جان سے نہ مارنا۔۔۔ دوسروں کی فحش

لیے۔۔۔ انہیں نشان کے طور پر زندہ چھوڑ دو۔۔۔“
دیکھیں اور شاگورا گروپ کا نام لینے سے کانوں
لگائیں۔۔۔

”چلو دیکھو۔۔۔ نہ جانے بے چارے کون ہیں۔۔۔“

مار کھاتے کھاتے جب وہ بالکل بے دم ہو گئے
موئے ہو گئے تو اس نے کہا۔۔۔
”بس کرو۔۔۔ انہیں سڑک کے کنارے ڈال آؤ گے۔۔۔“

اب انہیں کندھوں پر اٹھا کر باہر لایا گیا۔۔۔
تار کی تھی گاڑی بھی اندر ہی کھڑی تھی۔۔۔ انہیں گاڑی
پھینک دیا گیا، دروازہ بند کر دیا گیا۔۔۔ اس کے بعد
”انہیں بہت بری طرح مارا پیٹا گیا ہے۔۔۔ چلو انہیں
یہاں پڑے پڑے تو یہ مرجائیں گے۔“
انہیں اٹھا کر کار کی پچھلی سیٹ پر ڈالا گیا۔۔۔ خود وہ تینوں

پڑی۔۔۔ پھر گاڑی رک گئی۔۔۔ پچھلا دروازہ کھولا گیا اور انہیں
اٹھا اٹھا کر باہر پھینک دیا گیا۔۔۔ پھر گاڑی چلی
گئی۔۔۔ چاروں اگرچہ ہوش میں تھے۔۔۔ لیکن ان میں نہ تو بولنے
کی ہمت تھی۔۔۔ نہ حرکت کرنے کی۔۔۔ ان کے اوپر تاروں بھرا
سنان تھا۔۔۔ پاس ہی درخت نظر آ رہے تھے۔۔۔ وہ لمبے لیٹ
تھے۔۔۔ سانس لیتے رہے۔۔۔ اور کر بھی کیا سکتے تھے۔۔۔ پھر نہ
نے کتنے گھنٹوں کے بعد ان پر کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹس ماری
گئیں۔۔۔ اور ایک آواز ابھری۔۔۔

”ادھر۔۔۔ چار لڑکے پڑے ہیں۔۔۔ شاید زخمی حالت

ہیں۔۔۔“

نہ جانے کس طرح اگلے حصے میں بیٹھے... پھر کارڈ...
... چالیس منٹ بعد وہ ہسپتال میں تھے اور ان کی دیکھ کر
شور سے شروع ہو چکی تھی... کیونکہ ان کی جیبوں
رائٹور، کرٹل قارانی اور انسپکٹر کا شان وغیرہ کے کارڈ
والوں کو مل گئے تھے اور انہوں نے ان سب کو فون
... ان کے گھر والوں کو بھی فون کر دیا گیا تھا۔ غرض
لوگ وہاں آگئے تھے... لیکن ڈاکٹر حضرات نے فی
سب کو ہدایات دی تھیں کہ پہلے ان کی مرہم پٹی
گی... انہیں دوائیں دی جائیں گی... پھر آپ لوگ
سکیں گے... کیونکہ زخم بہت شدید ہیں... ہولناک
ضرر ہیں لگائی گئی ہیں...

اس طرح سب لوگوں کو دو گھنٹے تک انتظار
... پھر سب لوگ اندر داخل ہوئے اور دھک سے
... ان چاروں کی صورتیں پہچانی نہیں جا رہی تھیں...
"نہیں بھئی... یہ تو ہمارے بچے ہیں ہی نہیں...
کے والد مشتاق احمد نے کہا۔

"کک... کیا کہہ رہے ہیں ابا جان..."

سے پنی پنی آواز نکلی۔
"ہائیں ایہ کیا... یہ آواز تو شوکی کی ہے... لیکن چہرہ

"ان بے چاروں کو مارا ہی اس طرح کیا ہے۔" اکبر
"ان بے چاروں کو بھڑے انداز میں بولے۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے... کون لوگ ہیں وہ... ان
لہ نے بے تاب ہو کر کہا۔

"شاگورا گروپ کے لوگ۔"
"کیا کہا... شاگورا گروپ... ان کی والدہ نے
ہو کر کہا۔

"آپ... آپ کو کیا ہوا... کس بات پر حیرت ہوئی
...

"شاگورا گروپ کا نام سن کر۔" وہ کھوئے کھوئے
... بولیں۔

"کیا مطلب... کیا آپ شاگورا گروپ کے بارے
... ہیں۔"

"ہاں... کیوں نہیں... انہوں نے پر جوش انداز

میں کہا۔
”کیا!؟“ وہ ایک ساتھ چلائے۔

”کیا واقعی امی جان... آپ کو شاگور گروپ کے بارے میں معلوم ہے...“

”میں نے کہا تو ہے... ہاں بالکل معلوم ہے۔“
”یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے...“

”تم ان کے بارے میں کیا جاننا چاہتے ہو؟“
والدہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

”کیا آپ اس گروپ کی بات کر رہے ہیں؟“
”ہمارے اس شہر میں لوٹ مار کرتا رہا ہے اور آج تک ایک آدمی بھی پکڑا نہیں گیا...“ شوکی نے حیران ہو کر کہا۔
”نہیں۔“ وہ بولیں۔

”اب یہ آپ نے کیا کہہ دیا... نہیں۔“

”ہاں! جس گروپ کی تم بات کر رہے ہو؟“
”بارے میں کچھ نہیں جانتی۔“ انہوں نے بڑا سامنے ہاتھ اٹھا کر ان کے بھی منہ بن گئے... وہ تو خیال کر بیٹھے تھے کہ گروپ کے بارے میں کچھ معلومات ہیں۔“

”اب پھر... آپ کو کس شاگور گروپ کے بارے میں معلوم ہے۔“

”میری پیدائش ایک گاؤں میں ہوئی تھی... میں نے وہیں ہوش سنبھالا... وہیں تعلیم حاصل کی۔ کھیتوں میں اپنی سہیلیوں اور ہم عمر بچیوں کے ساتھ کھیلتا ہمارا روز کا کام تھا... ہم صبح کو بھی کھیلتے تھے اور شام کو بھی بلکہ عشا کے بعد بھی کھیلا کرتے تھے... گاؤں کے بچوں کو اور کام ہی کیا ہوتا تھا۔“

”آپ ہمیں شاگور گروپ کے بارے میں بتا رہی تھیں۔“ آفتاب کی آواز سنای دی... اس کا منہ پھول کر نیلی سی ڈبل روٹی کا منظر پیش کر رہا تھا... آواز بھی عجیب طرح کی نکلتی تھی۔

”ہاں! وہیں... اسی گاؤں میں... بچوں کا ایک گروپ تھا... وہ اپنے آپ کو شاگور گروپ کہتے تھے۔“

”دھت تیرے کی... امی جان... آپ نے بھی ہمیں کن باتوں میں الجھا لیا۔“ اخلاق نے جھلا کر کہا۔

”لیکن بھئی...“ شوکی کہتے کہتے رک گیا۔
”کیا کہنا چاہتے ہو شوکی۔“

”امی جو بتاتی ہیں... اس کو سن تو لینا چاہیے... آخر ان کے گاؤں میں کسی نے یہ نام کیوں رکھا تھا... سوچنے والی بات تو یہ ہے۔“

”ہوں واقعی۔“ کئی آوازیں ابھریں۔
”میں ابھی نہیں بتاؤں گی... ورنہ تم ابھی شاگورا جانے کے لیے تیار ہو جاؤ گے۔“ ان کی والدہ نے منہ بتایا۔
”جی... کیا کہا... شاگورا... تو کیا شاگورا۔“
کرنل فارانی کہتے کہتے رک گیا۔

”جی ہاں! میرے گاؤں کا نام شاگورا تھا۔“
”اوہ... اوہ... اور آپ کا گاؤں کہاں تھا...“
”یہاں سے کافی فاصلے پر ایک تھل کا علاقہ تھا... میرا مطلب ہے، ریتیلا علاقہ... جیسے صحرا میں ریت نہیں ہوتی... بس دیا علاقہ تھا... اس کے ایک کنارے پر... اس صحرا کے کنارے پر گاؤں آباد تھا... بس اسی کا نام شاگورا تھا۔“
”وہ کون سے علاقے میں تھا... یہ بتائیں نا... میرا مطلب ہے کون سے صوبے میں... یا کون سے ضلعے میں... یا کون سی تحصیل میں تھا... یہ بتائیں گی تو مجھے پتا چلے گا۔“

”افسوس! انہوں نے اداس انداز میں کہا۔
”میں ابھی چھوٹی ہی تھی... اور شاگورا گروپ کی کارستانیاں دیکھا کرتی تھی کہ میرے والد اس گاؤں سے ہجرت کر آئے... پہلے وہ ایک چھوٹے سے شہر میں آکر آباد ہوئے... کچھ سال ہم نے وہاں گزارے، پھر ہم اس شہر میں آ گئے تھے... یہیں میں جوان ہوئی... اور پھر میری شادی ہوئی... لہذا مجھے نہ تو کسی صوبے کا نام معلوم ہے... نہ تحصیل کا... نہ ضلع کا۔“
”اور وہ چھوٹا سا شہر... جس میں آپ لوگ پہلے آباد ہوئے تھے۔“

”اس کا نام بھی اب میرے ذہن سے مٹ گیا ہے... بس بچپن کی یادوں کی وجہ سے شاگورا گروپ یاد رہ گیا۔“
”اور لڑکوں کا یہ گروپ کرتا کیا تھا۔“

”ایک بڑا لڑکا اس کا سردار تھا... باقی چھوٹے لڑکے اس کے چلے کھلاتے تھے... ان کا کام بس یہی... اس کی چیز اکٹلی... اس کی لوٹ لی... رات کو کسی گھر میں واردات

”وہ کیا گاؤں والے انہیں کچھ نہیں کہتے تھے۔“
 ”وہ کہتے تھے... یہ کام ہمارا نہیں... کسی چور ڈاکو
 ہے... ہم ایسے کام نہیں کرتے... مطلب یہ کہ انہیں واردات
 کرتے وقت کوئی دیکھ نہیں پاتا تھا... نہ جانے وہ کیا طرح
 اختیار کرتے تھے... رنگے ہاتھوں کبھی نہیں پکڑے گئے۔“
 ”تب پھر یہ کیسے معلوم ہوا کہ ایسے کام وہی گروپ کر

تھا۔“

”لوگوں کا خیال یہی تھا... میں تو اس وقت بچی تھی۔“
 ”آپ کی کہانی پر اسرار ہے... اس کہانی سے اس
 کیس میں فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔“

ایسے میں بہت سے قدموں کی آواز ابھری... وہ ب
 چونک کر دروازے کی طرف مڑے اور پھر ان کی آنکھیں مار
 حیرت کے پھیل گئیں۔

☆☆☆☆☆

ارے

”ادھو... ارے ہائیں۔“ آصف کے منہ سے

حیرت اور خوف کے نکلا۔

”کیا ہوا... کوئی بھوت تو نظر نہیں آگیا۔“ آفتاب

اسا منہ بنایا۔

”تم جانتے ہی ہو... بھوتوں سے ڈرنے والے اے

نہیں ہم۔“ فرحت مسکرائی۔

”میں نے تم سے نہیں کہا...“ آفتاب اس کی طرف

مڑا۔

”تو کاٹ کھانے کو کیوں دوڑ رہے ہو... میں نے

یاد دلاؤں رکھ نہیں دیا۔“

”ہائیں... تم نے مجھے بلی کہا۔“

”اوہ ہم تو بھول ہی گئے... آصف تم کس بات پر

چوٹے تھے۔“

”یہ... یہ دیکھو۔“

اس نے اخبار کی ایک خبر کی طرف اشارہ کیا... اب جو آفتاب اور آصف یک دم خبر پر جھکے تو دونوں کے سر زور سے

ٹکرائے:

”یہ دھماکا کیسا تھا...“ بیگم کا مران مرزا کی گھبرائی

ہوئی آواز سنائی دی۔

”کمال ہے امی جان۔“

”دھماکے میں کمال... کیا مطلب۔“

”لو اور سنو... دھماکے میں کمال... کل یہ کہیں گی...

کمال میں دھماکا... امی جان... یہ تو صرف ہمارے سر ٹکرائے

تھے... ہماری باتیں تو آپ کو صاف سنائی دے نہیں رہی

تھیں... سر ٹکرانے کی آواز کیسے سن لی۔“ آفتاب جلدی جلدی

بولا۔

”لگر کی شوں شوں بند ہو گئی ہے نا۔“ وہ ہنسیں۔

”اس وقت شام کی چائے پی رہے تھے... اس

”خوش فہمی ہے تمہاری... دم صرف

ہوتی۔“

”آپ... آپ سن رہی ہیں امی جان

چلا یا۔

”کوشش کر رہی ہوں۔“ باور چمکا

والدہ کی آواز سنائی دی۔

”کوشش کر رہی ہیں... یعنی آپ کا مٹر

سننے کی کوشش؟“ آفتاب نے ہانک لگائی۔

”ہاں! لگر کی شوں شوں کی وجہ سے تم

آوازیں صاف نہیں آرہیں۔“

”خیر کوئی بات نہیں... آپ فارغ ہو

بتاؤں گا۔“

”مجھے بتاؤ گے... تمہاری یہ جرأت۔“

کیا۔

”اوہو امی جان میرا مطلب ہے...“

گا۔

”اچھا اچھا... پھر تو ٹھیک ہے۔“

... اور ہمیں ان سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔“
 وہ ایک ضروری کام کے سلسلے میں روانہ ہو چکے
 ... ان کی واپسی تین دن سے پہلے نہیں ہو سکے گی۔... کام
 ... قدر خفیہ ہے کہ انہیں موبائل تک بند رکھنے کی تائید کی گئی
 ”اوہ... جی اچھا۔“

”کیا بات ہے... تم بہت پریشان لگ رہے ہو۔“
 ”جی... اپنے شوکی برادرز ہیں نا... انہیں کچھ لوگوں
 بہت بری طرح مارا بیٹا ہے... اور وہ نامعلوم لوگ ہیں...
 ... کیس پر وہ کام کر رہے تھے... یعنی ان کا سراغ لگانے
 ... لیکن ان کا فون بند تھا... آخر جب کافی دیر میں تھے۔“

”میں ابھی تک آج کا اخبار نہیں دیکھ سکا... اللہ اپنا رحم
 آئی جی صاحب نے انہیں بلایا تھا... اب تک واپسی نہیں
 ہوئی...“

”خیر کوئی بات نہیں... ہم ان کی طرف جا رہے ہیں
 ... جہاں! اللہ تم لوگوں کی مدد فرمائے۔“

... آفتاب احمد بات کر رہا ہوں... اتنا جان کا فون
 ... اسی وقت بیگم

... ان اخبار کی ایک خبر پر آصف کی نظر پڑی تو وہ
 ... انسپکٹر کا مرزا ابھی دفتر سے نہیں لوٹے تھے...
 ... کسی وجہ سے انہیں دفتر میں رکنا پڑ گیا تھا...
 ... انہوں نے فون بھی کر دیا تھا... اب ان دونوں
 ... اس خبر کو پڑھنا شروع کیا... جوں جوں وہ خبر پڑھتے گئے
 ... ان کے رنگ اڑتے گئے... خبر شوکی برادرز کے بارے میں
 ... ان کی حالت ڈاکٹروں کی رپورٹ کے مطابق لکھی گئی تھی
 ... اور یہ خبر ان کے لیے بہت خوفناک تھی... وہ کانپ گئے...
 ... اب وہ بے تابی سے انسپکٹر کا مرزا کے گھر آئے
 ... انہوں نے موبائل پر رابطہ قائم کرنے
 ... لیکن ان کا فون بند تھا... آخر جب کافی دیر میں تھے...
 ... وہاں چہرہ اسی نے بتایا کہ
 ... اب تک واپسی نہیں
 ہوئی...“

اب انہوں نے آئی جی صاحب کے نمبر ملائے اور سلسلے
 ملنے پر آفتاب نے کہا:
 ”آفتاب احمد بات کر رہا ہوں... اتنا جان کا فون“

... ان کے منہ سے بے ساق ت نکلا۔
 "ارے..."
 "ارے۔" ادھر انہوں نے بھی یہی کہا۔
 "چلو اچھا ہے... ارے کا تبادلہ ہو گیا۔" فاروق کی
 "یہ... یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔" آفتاب نے بڑے
 "ہمیں دیکھ رہے ہیں اور کیا دیکھ رہے ہیں
 "فرزانہ نے پٹ سے کہا۔
 "اوہو یہی تو میں کہہ رہا ہوں... یہ ہم کیا دیکھ رہے
 "اب نے پھر اسی انداز میں کہا۔
 "کہتے رہو... ہمیں کیا... " فاروق نے منہ بنایا۔
 "تو ہے تم سے... میں کہنا یہ چاہتا ہوں... تم لوگوں
 "نظر نہیں آ رہے۔"
 "تو تم لوگوں کے ساتھ بھی نظر نہیں آ
 "اب جل کر بولا۔
 "مطلب یہ کہ دونوں طرف کے انکل... ساتھ نہیں آ

کا مران مرزا باہر نکلیں تو وہ بول اٹھے:
 "ہم جا رہے ہیں۔"
 "ہائیں... کہاں جا رہے ہو۔"
 "شوکی برادرز کے پاس انہیں بہت بڑی طرح
 "گیا ہے اور اتنا جان تین دن سے پہلے واپس نہیں آئیں
 "ارے باپ رے۔" ان کے منہ سے نکلا۔
 "وہ آئیں تو آپ انہیں بھی ادھر ہی بھیج دیں
 "ہوں! اچھی بات ہے۔"
 "اور وہ اسی وقت تیار ہو کر باہر نکل آئے۔
 "کے اوقات کا انہیں پہلے ہی پتا تھا... اور نکلتے ہوئے
 "کے لیے مشکل کام نہیں تھا... ایسی ضرورت انہیں
 "آتی رہتی تھی... جلد ہی وہ شوکی کے شہر کی طرف
 "تھے اور ڈیڑھ گھنٹے بعد جہاز سے اتر رہے تھے...
 "پڑھ ہی چکے تھے کہ وہ جنرل ہسپتال میں ہیں...
 "جیسی پکڑی اور ہسپتال کی طرف روانہ ہو گئے...
 "کے دروازے پر جیسی سے اترے... عین اس
 "جیسی آ کر رکی... اس سے اترنے والے لوگوں

ہے۔ محمود نے فوراً کہا۔

”بالکل ٹھیک... آؤ پھر...“

کمرے کے دروازے پر پہنچ کر انہوں نے دیکھا... اندر بہت سے لوگ جمع تھے... انہوں نے ایک ساتھ

کہا...

”اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔“

وعلیکم اسلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔“ جواب میں ان سب

نے کہا... اور پھر وہ اندر داخل ہوئے...

”یہ اچھا ہوا... آپ لوگ آگئے... مم... مگر یہ

کیا... بڑے حضرات نظر نہیں آ رہے...“

”وہ کسی مہم پر نکلے ہوئے ہیں... تین دن سے پہلے ان

کی واپسی نہیں ہوگی... اس لیے ہم نے سوچا، ہمیں تو ملنا چاہیے

... لہذا ہم تو آگئے... اف مالک... کتنا برا حال کیا ہے ان

خالموں نے بے چارے شوکی برادرز کا...“ فرزانہ کانپ گئی۔

”اور کیا... ذرا دیکھو تو... شوکی کا ناک تو نیلے رنگ کا

نہی... اس کا پکڑا نظر آ رہا ہے... اور دایاں گال پھول کر سیب کی

شکل اختیار کر گیا ہے۔“ فاروق نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

تھے... لہذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں یہ... یہ ہم کیا

ہیں۔“ فرزانہ ہنس کر بولی۔

”ہم نے اخبار میں خبر پڑھی تو دوڑ پڑے...“

حکومت نے کسی اہم اور خفیہ مشن پر بھیج دیا ہے... ان

تین دن سے پہلے نہیں ہوگی۔“

”ادھر کی اطلاع بھی یہی ہے۔“ محمود نے

”تب پھر کہیں یہ دونوں کسی مشترکہ مشن پر

گئے۔“ فرحت نے حیران ہو کر کہا۔

”یہ بات ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی۔“

جلدی سے کہا۔

”تو یوں کہو نا... ہونے کو اس دنیا میں

سکتا...“

”تو بہ ہے ہم سے... شوکی برادرز بے

ادھ موئے ہوئے پڑے ہیں اور ہم یہاں کھڑے

رہے ہیں۔“ فرحت نے جلے کئے انداز میں کہا۔

”بات معقول ہے... پہلے ہمیں

... انہیں تسلی دینی چاہیے... پھر اپنی

”اور سر پر ایک اور چھوٹا سر نکل آیا ہے۔“
چارے شوکی کے اب دوسرے ہو گئے۔ ”محمود نے آہ بھری۔“
”مکھن غریب کا دایاں کان نظر ہی نہیں آ رہا۔“
سو جن اس قدر ہو گئی ہے۔۔۔ بائیں آنکھ کے اوپر نیلے رنگ کا
بلبل بن گیا ہے۔۔۔ آنکھ اس بلبلے کے پیچھے بالکل چھپ گئی ہے۔
... شاید اسی کو کہتے ہیں، آنکھ او جھل پہاڑ او جھل۔۔۔“
نے جلدی جلدی کہا۔

”اور تم نے دیکھا نہیں آفتاب۔۔۔ نچلا ہونٹ بالکل
ہو کر بڑے انگوڑی طرح ہو گیا ہے ٹھوڑی کا پتا ہی نہیں چل رہا
چہرے پر کہاں ہے، کہاں نہیں۔۔۔ تو کیا اب اسے ساری
ٹھوڑی کے بغیر رہنا ہو گا۔۔۔“ فرحت نے رونی صورت بنا کر
کہا۔

”تم ٹھوڑی کی بات کر رہی ہو۔۔۔ پیشانی کی طرف
دیکھا ہی نہیں۔۔۔ زرد رنگ کا ایک کیلا بن گیا ہے۔۔۔ جیسے کسی
نہایت مہارت سے کیلے کی ڈیزائننگ کی ہو۔“ آصف نے
بھرے لہجے میں کہا۔

”مجھے تو سب سے زیادہ ترس بے چارے اشفاق

رہا ہے۔۔۔ اس کی شکل نظر ہی نہیں آ رہی۔۔۔ بس ایک گول مٹول
یہی نظر آ رہی ہے۔۔۔ جس کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ
”ہاں اور کیا۔۔۔ اور تم اخلاق کو تو دیکھو۔۔۔ دونوں
ہونٹ پٹ کر گلاب کا ایک بہت بڑا پھول بن گئے ہیں
... دائیں آنکھ کے چاروں طرف گہرا نیلا رنگ نظر آ رہا ہے اس
پر دم اس قدر ہو گیا ہے کہ بائیں آنکھ کھولنا بھی مشکل ہو رہا ہے
... باقی رہ گئے۔۔۔ جسم کے باقی حصے۔۔۔ ان کی کیفیت کیا
ہے۔۔۔ انہیں معلوم ہے یا ڈاکٹر حضرات کو۔۔۔“
”انگل فارانی۔“ شوکی کے منہ سے پھنسی پھنسی آواز
بہت مشکل سے نکلی۔

”ہاں میرے بچے۔“

”ان لوگوں کو شاید پھلوں کی بہت بھوک لگی
... پہلے انہیں پھل کھلا دیں۔۔۔ اس کے بعد یہ ہماری مزاج
کی درست طور پر کر سکیں گے۔“
انگل فارانی اور دوسرے ہنس پڑے:

”یہ نہ سمجھنا شوکی کہ ہمیں تمہاری تکلیف کا احساس نہیں

”بس اٹکل... کچھ نہ پوچھیں...“ مکھن کی بھن بھنی

سی آواز سنائی دی۔

”تم لوگ فکر نہ کرو... ہم ان لوگوں سے بٹ لیں گے

ان شاء اللہ۔“ خان رحمان پر جوش انداز میں بولے۔

”اب تم لوگوں کے دوست آگئے ہیں... لہذا ہم سب

لوگ چلتے ہیں... آپ سب کے کھانے وغیرہ کا انتظام بھی کرنا

ہوگا۔“ شوکی کے والد نے کہا۔

”یہ کام ہم کریں گے بھائی صاحب۔“ کرمل فارانی

بولے۔

”اور ان حضرات کا قیام ہمارے ہاں ہوگا۔“ اکبر

راٹھور نے کہا۔

”کیسا قیام اٹکل... ہم تو یہاں کام کرنے آئے

ہیں... جن لوگوں نے یہ ظلم کیا ہے... ان کی تلاش میں ابھی اور

اکا دقت روانہ ہو رہے ہیں... بس شوکی برادرز سے معلومات

لگنا چاہئے ہیں۔“

”نہیں بھئی۔“ کرمل فارانی بولے۔

”نہیں بھئی کیا اٹکل۔“ محمود نے بوجھا

... اندر سے ہم مل کر رہ گئے ہیں... اور ہم قسم کھاتے ہیں

ان سے ایک ایک چوٹ کا بدلہ لیں گے...“ محمود نے

لجے میں کہا۔

”دراصل ہم ماحول کو ذرا خوش گوار بنانا چاہتے

تھے۔“ آفتاب نے بھی فوراً کہا۔

”لل... لیکن بھئی۔“ مکھن ہکا کر رہ گیا۔

”ہاں ہاں... کہہ دو مکھن... کہنے میں کوئی حرج

دل کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے۔“

”لیکن... آپ لوگ اٹکل خان رحمان اور پر

اٹکل کو تو ساتھ لایا ہی سکتے تھے۔“

”واقعی یہ تینوں بہت نالائق ہیں۔“

دروازے پر سے آواز سنائی دی... وہ

اٹھے... انہوں نے دیکھا... وہاں خان رحمان اور

داؤد کھڑے تھے... پھر انہوں نے السلام علیکم کہا اور

آگئے... پھر جونہی ان کی نظریں ان چاروں پر پڑیں...

میں آگئے:

”بد بختوں نے بہت بے دردی سے مارا ہے۔“

ہم اب مذاق نہیں کریں گے... تم ذرا سنجیدگی سے سناؤ... کیا تھا... کیا مجزوں کے چہرے میں ہاتھ دے بیٹھے تھے...
 "ہے کوئی تک... یعنی کہ..." شوکی جل گیا۔

"قاروق تم چپ رہو... تم سے سنجیدہ بات کی امید نہیں... ہاں شوکی اب بتاؤ..." پروفیسر داؤد پیارے بھرا انداز میں بولے۔

"ہمیں شاگور اگر وپ نے مارا ہے۔"

"پچا لکھواؤ شوکی! ہم اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔" آصف نے تلملا کر کہا۔

"ہا ہا ہا۔" مکھن نے کہنا چاہا... لیکن آواز رونے جیسی نکلی... اس پر ان کی ہنسی نکل گئی۔

"دیکھا انکل... یہ پھر ہم پر ہنس رہے ہیں... یہ ہم سے ہمدردی کرنے نہیں آئے... دکھ بانٹنے نہیں آئے... ہی ہی کرنے کے لیے آئے ہیں۔" مکھن نے جل بھن کر کہا۔

"نہیں نہیں... یہ بات تو خیر ہم نہیں مانتے... آئے تو ہمدردی میں ہی ہیں... تم لوگوں کی صورتیں ہو ہی ایسی گئی... دیکھ کر ہنسی پہلے آتی ہے، رونا بعد میں۔" خان رحمان

"یہ نہیں ہوگا... آپ ان سے حالات اور واقعات ضرور معلوم کر دو... کچھ دیر بعد ہم آکر آپ لوگوں کو ملے ہمارے... کھانا کھائیں گے... پھر آپ سب کا جو پرکار ہوگا... ہم اس پر خلل نہیں ڈالیں گے۔"
 "اچھی بات ہے یونہی سہی۔"

اور پھر سب لوگ چلے گئے... صرف وہ رہ گئے... ڈاکٹر حضرات بھی اپنے کاموں سے فارغ ہو چکے تھے... لہذا بھی رخصت ہوئے... البتہ کمرے کے دوسرے سرے پر دروازے کے ساتھ ایک کرسی پر نرس ضرور موجود رہی... کی تو خیر ڈیوٹی تھی:

"اب... اب شوکی ہم تم سے بات کس طرح کریں... تم لوگ تو ہمیں درست طریقے سے نظر بھی نہیں آ رہے... اور نہ تم ہمیں درست طور پر دیکھ پا رہے ہو... قاروق نے بات کی ابتدا کی۔

"حد ہو گئی... انہیں انکھیلیاں سو جھبی ہیں، ہم بیزار ہیں... بلکہ ہم بستروں پر لیٹے ہیں۔" مکھن منمنایا۔
 "اچھا بھائی... نیلے پکوڑے والی آنکھ کے مالک۔"

نے ہمدردانہ انداز میں کہا۔
"لیکن میں نے تو آپ کو روتے دیکھا ہی نہیں انکل۔"

شوکی بولا۔

"بیچے... اب انہیں رو کر دکھائیے... " فاروق ان کی طرف الٹ پڑا۔

کی طرف الٹ پڑا۔

"بھئی رونا آنا اور ہے... رونا اور... دونوں میں

فرق ہے... کیا سمجھے۔" پروفیسر داؤد بول پڑے۔

"اچھی بات ہے انکل... ہم اپنی کہانی سنا دیے

ہیں... کہانی دراصل یہ ہے کہ انکل اکبر راٹھور کے پاس ایک

خاتون آئی تھیں... دس سال پہلے ان کا بیٹا غائب ہو گیا

... بے چاری دس سال سے انتظار کر رہی ہے اور اس کا انتظار

ختم نہیں ہوا... اب تنگ آ کر وہ انکل راٹھور صاحب کے پاس

آئیں... کسی نے انہیں ان کے بارے میں بتایا ہوگا...

بہت اچھے اور انسانیت سے ہمدردی رکھنے والے وکیل ہیں

غریبوں کا خاص خیال کرتے ہیں... انکل راٹھور ان خاتون

ہمارے پاس لے آئے... خاتون کے بیٹے کا نام کاشف

روڈ پر واقع ہے... اب ظاہر ہے... ہم اپنے کام کی ابتدا اسی

سٹور سے کر سکتے تھے... ہم قاسم محمود سے ملے... اس نے بتایا

کہ یہ ٹھیک ہے... کاشف خالد اس کے اسٹور پر ملازم تھا...

اور آج سے دس سال پہلے وہ گم ہو گیا تھا... آج تک ہمیں مل سکا

لیکن اس کے بارے میں اسے کچھ بھی معلوم نہیں... اس سے

بات کر کے ہم باہر نکل رہے تھے کہ ہم نے کاؤنٹر کلرک سے بھی

سوالات کر ڈالے... کہ شاید وہ ہماری معلومات میں کوئی

اضافہ کر سکے... اس نے یہ عجیب بات بتائی کہ جس رات کاشف

غائب ہوا... اس رات چھٹی کرتے وقت اس نے کاؤنٹر کلرک کو

بتایا تھا کہ وہ کل بہت مال دار ہو جائے گا اور اس سلسلے میں

اخبارات میں خبریں بھی شائع ہوں گی... ہم اس کی یہ بات سن

کر حیران ہوئے... ہم نے اس تاریخ کے اخبارات دیکھنے کا

فیصلہ کیا... اخبار کے دفتر گئے... وہاں اس دن کے اخبارات

دیکھے... کاشف خالد کی گم شدگی کی چھوٹی سی خبر لگی ہوئی تھی اور

... البتہ اخبارات میں ایک اور خبر نظر آئی... اور وہ یہ تھی

... کہ گورا گروپ واردات کے لیے نہیں آیا... پولیس کو کسی نے

... کہ آج رات شاگورا گروپ واردات کرے

پولیس آفسر کو اطلاع دی تھی... شاکر حمیدی صاحب نے بتایا کہ
احکامات تو ایس ایس پی نواز ملک کی طرف سے ملے تھے... یہ
بات معلوم نہیں کہ براہ راست کس پولیس آفسر کو اطلاع ملی
تھی... اب ہم نے اکل راٹھور اور کرل فارانی کا ساتھ لیا اور
ایس ایس پی نواز ملک کے گھر گئے... وہ ریٹائرڈ ہو چکے ہیں...
انہیں یہ ساری تفصیل سنا دی گئی... تب انہوں نے یہ بات بتائی
کہ اس رات کسی نوجوان نے اپنا نام بتائے بغیر... یہ بتایا تھا
کہ شاگور اگر وہ آج رات واردات کرے گا...

”ایک منٹ شوکی!“ فرزانہ بول اٹھی... سب نے
انہوں نے دیکھا... فرزانہ کے چہرے پر ایک
سکراہٹ ناچ رہی تھی:

☆☆☆☆☆

... ہذا پوری تیاری کر لی... لیکن وہ واردات کر سکا
بے نہیں آیا... اس پر ہم نے خیال کیا کہ کاشف خالد نے کچھ
پولیس کو بھی اطلاع تو نہیں دی تھی... اور اسی مقبری کا بدلہ لے
کے لیے شاگور اگر وہ پ نے اسے اغوا کر لیا... اس خیال کی بنا پر
ہم نے پولیس سے رابطہ کیا... سب سے پہلے ہم اپنے اپنے
اسپیکر کا شان سے ملے... انہیں ساری تفصیل سنائی... انہوں
شاگور اگر وہ پ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا... ظاہر ہے
اس وقت تو اکل کا شان ملازم ہی نہیں ہوئے تھے... انہوں نے
مشورہ دیا کہ اس سلسلے میں کسی بوڑھے ریٹائرڈ پولیس اسپیکر
ملاقات کرنا بہتر ہوگا... اس سلسلے میں انہوں نے اسپیکر
حمیدی کا نام تجویز کیا... انہیں ساتھ لے کر ہم شاکر حمیدی
صاحب سے ملے... انہوں نے بتایا کہ دس سال پہلے شاگور
گروپ کی بہت دھاک تھی... اس کی لوٹ مار بہت خوفناک
اور اس کا کوئی ایک آدمی بھی کبھی پکڑا نہیں گیا تھا... اس
واقعی ایسا ہوا تھا کہ پولیس کو تا کہ بندی کا حکم ملا تھا...
شاگور اگر وہ پ واردات کے لیے نہ آیا... اب سوال یہ تھا
اگر ہمارے اندازے درست ہیں تو کاشف خالد نے آخر

”جی ہاں۔“
 ”اور تم نے یہ سوال ان سے پوچھا تھا۔“
 ”نہیں۔“
 ”خیر... ہم ان سے پوچھ لیں گے... تم اپنی کہانی شروع کرو۔“

”اب ہم نے سوچا... شاگورا گروپ کی فائل دیکھنی ہے... اس سلسلے میں ہم ساکنڈ پولیس اسٹیشن گئے... وہاں جلی نوری سے ملاقات ہوئی، چونکہ ہم انکل فارانی اور انکل نور کو ساتھ لے گئے تھے... اس لیے وہ زیادہ اکڑ فون نہ دکھا... فائل نکال کر لانے کے لیے ماتحت کو بھیج دیا... لیکن قاتل قاتل تھی۔“

”اس کے بعد ہم نے انسپکٹر شاکر حمیدی کو فون کیا، یہ خبر سنائی کہ شاگورا گروپ کی فائل پولیس اسٹیشن ساکنڈ صاحب ہے... آپ ذرا ہمیں یہ بتادیں کہ اس رات کے شاگورا گروپ کی وارداتوں کا سلسلہ جاری رہا تھا یا نہیں؟“ اس سوال کا انھوں نے بہت عجیب جواب دیا... ”کیا تو اس معاملے کا عجیب ترین پہلو ہے، اس رات

شور ڈو

اب سب کی نظریں فرزانہ پر جم گئیں... آمنہ الجھن کے عالم میں کہا۔

”کیا کہنا چاہتی ہو فرزانہ۔“

”اگر کاشف خالد نے یہ کہا تھا کہ وہ کل مال

ہو جائے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ شاگورا گروپ کو

کرانے یا اس کے بارے میں کوئی خاص اطلاع دینے

کے لیے حکومت نے کسی بڑے انعام کا اعلان کر رکھا

صورتحال میں تو اسے ایس ایس پی صاحب کو اپنا نام بتانا

تھا... پتا بتانا چاہیے تھا... ورنہ وہ انعام کیسے حاصل

تھا۔“

”اس سوال کا جواب تو پھر ایس ایس نواد کے

”اور وہ کیا۔“ فرحت نے جلدی سے کہا۔

”یہ کہ آخر اس رات کے بعد پھر شاگوراگروپ غائب

کیوں ہو گیا، کہاں تو اس کی دھاک پورے شہر پر بیٹھی ہوئی

کہاں وہ ایک دم اس طرح غائب ہو گیا جیسے گدھے کے

”سینگ۔“

”واقعی آصف... یہ سوال تمام سوالات سے زیادہ

”فرزانہ نے تائید کی۔

”گویا ہمارے پاس تین اہم سوال ہیں... ایک یہ کہ

رات کے بعد پھر شاگوراگروپ نے کوئی واردات کیوں

کی... دوسرا سوال یہ کہ اس شخص نے ایس ایس پی نواز

اپنا نام کیوں نہیں بتایا تھا... اور تیسرا سوال ہے قائل کیسے

مردی گئی... ہمیں ان تینوں سوالات کے جوابات تلاش

”ہوں...“ ان کے منہ سے نکلا۔

”اس کیس میں دو باتیں بہت زیادہ اہم تھیں...“

”نہیں۔“ ایسے میں اخلاق کے منہ سے نکلا۔

”نہیں کیا۔“ ان سب کے منہ سے نکلا۔

”نہیں کی شکایتی سرور چن ہیں۔“ اخلاق نے فوراً کہا۔

”نہیں کی شکایتی سرور چن ہیں... یہ کون سی زبان ہے

کے بعد شاگوراگروپ نے پھر کوئی واردات نہیں کی

تک کہ اس بات کو دس سال ہونے کو آئے ہیں...“

کہ آخر کیوں... اس دن کے بعد انھوں نے کوئی

کیوں نہیں کی... شاگر حمیدی کے پاس اس سوال کا جواب

تھا... ہم نے ان سے کہا کہ ہم دیں گے اس سوال کا جواب

اس کے بعد ہم اپنی لائبریری میں اس کیس پر بات کر رہے

لیے بیٹھ گئے... رات گئے دروازے پر دستک ہوئی

نے بتایا کہ دروازے پر مچھانٹا کی ہے... اسے کسی نے

لیے ایک خط دیا ہے... اس کا لہجہ بھی ان پڑھوں جیسا تھا

میں نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا... بس ہمیں

”گیا...“

”ہوں...“ ان کے منہ سے نکلا۔

”اس کیس میں دو باتیں بہت زیادہ اہم تھیں...“

”نہیں۔“ ایسے میں اخلاق کے منہ سے نکلا۔

”نہیں کیا۔“ ان سب کے منہ سے نکلا۔

”نہیں کی شکایتی سرور چن ہیں۔“ اخلاق نے فوراً کہا۔

”نہیں کی شکایتی سرور چن ہیں... یہ کون سی زبان ہے

”بلکہ میں تو کہوں گا... ان دو باتیں سے

اور بات اہم ہے۔“ آصف مسکرایا۔

زبان کیوں بولنے لگے ہیں...“

انہوں نے نرس کو آواز دی... نرس دوڑ کر آئی...
اسے صورت حال بتائی گئی... اس نے فوراً ڈاکٹر کو فون کیا...
چند منٹ بعد ڈاکٹر آ گیا... اس نے اخلاق کی زبان اور گردن کو
دیکھا... پھر اس کی گردن کو چند بار ہلایا جلا یا... کوئی تھیل نما
مرہم گردن پر ملا... پھر اس سے بولا۔

”اب بول کر دیکھیے۔“

”جی اچھا۔“ اس کے منہ سے نکلا۔

”ارے واہ... اب تو تم اردو میں بات کرنے

”پہلے بھی اردو میں ہی بات کر رہا تھا... الفاظ اردو
میں لکھ رہے تھے۔“ اخلاق مسکرایا۔

”ڈاکٹر صاحب... آپ کا شکریہ...“

ڈاکٹر کے جانے کے بعد انہوں نے کہا:

”ہاں اخلاق... اب بتاؤ... کیا کہنا چاہتے تھے تم

”میں یہ کہہ رہا تھا کہ امی جان کی کہانی بھی ضرور سن

بھئی۔“

”شور ڈو۔“

”شور ڈو... شور ڈو کیا... ہم نے تو آج کو

زبان کا نام بھی نہیں سنا۔“

”اخلاق کیا کہنا چاہتے ہو۔“ اس کے ساتھ لپ

نے حیران ہو کر کہا۔

”نن کی ہلکیانی سرور چن ہیں۔“ اس نے پھر کہا۔

”یہ تمہیں ہو کیا گیا ہے... تھوڑی دیر پہلے تو اس

میں بات نہیں کر رہے تھے۔“

اس نے زبان نکال کر دکھا دی... اس کی زبان

تھی اور اس پر سوجن تھی... شوکی نے زبان دیکھ کر کہا۔

”میں سمجھ گیا... تم سے بولا نہیں جا رہا...“

دیر پہلے تو تم نے بات کی تھی۔“ شوکی نے گھبرا کر کہا۔

اب اس نے حلق کی طرف اشارہ کیا... وہاں

ساتھا، غالباً اس کی کچھ رگیں ابھی ابھی کھینچ گئی تھیں...

”ذرا آپ نرس کو بلا لیں... وہ چیک کر

گی... ان بھائی کو ہو کیا گیا ہے... اور یہ کسی دور

”جی اچھا... آپ لوگوں کا بہت بہت شکریہ...“

شوکی نے کہا اور وہ باہر نکل آئے... وہاں سے سیدھے شوکی کے گھر پہنچے... مشتاق احمد صاحب نے ان کا استقبال کیا... پھر انہیں اندرونی حصے میں لے آئے... شوکی کی والدہ بھی کمرے سے نکل آئیں...

”آئی! ہم آپ کی شاگورا گروپ والی کہانی سننے کے لیے آئے ہیں۔“

”اوہ ہاں... ان کے منہ سے شاگورا کا لفظ سن کر میں چونک اٹھی... انسان اپنے بچپن کی بعض باتیں کسی طرح نہیں بھولتا، وہ باتیں اسے کل کی باتیں، محسوس ہوتی رہتی ہیں... تو یہ بات بھی مجھے اسی طرح یاد ہے۔“

”ٹھیک ہے... آپ وہ کہانی ہمیں بھی سنا دیں۔“

”دراصل ہمارے گاؤں کا نام شاگورا تھا... وہاں لوگوں نے مل کر ایک گروپ بنایا تھا... انہوں نے اس گروپ کا نام شاگورا رکھا... گروپ کا ایک سردار تھا... یہ لڑکے گاؤں کے لوگوں کے باہر وارداتیں کرتے تھے... لیکن کوئی انہیں روک نہیں سکتا تھا... جب ان سے پوچھا تو کہتے

”جی اچھا... آپ لوگوں کا بہت بہت شکریہ...“

”لیں۔“

”کیا مطلب... امی جان کی کہانی؟“ وہ چونک کر

”اوہ ہاں! ہم تو بھول ہی گئے... جب ہم نے

بتایا کہ ہمیں شاگورا گروپ نے مارا ہے تو وہ بری طرح

تھیں... پھر انہوں نے ہمیں ایک عدد شاگورا گروپ کی

سناٹی تھی۔“

”شاگورا گروپ کی کہانی... آپ کی امی نے

تھی۔“ فرزانہ نے مارے حیرت کے کہا۔

”ہاں! اسی کہانی کی طرف اخلاق اشارہ کر رہا ہے

ویسے یہ ٹھیک ہی کہہ رہا ہے... امی جان کی کہانی آپ ضرور

”لیں۔“

”اچھی بات ہے... پہلے ہم انہی کے پاس چلے جائیں

اور وہ اٹھ کھڑے ہوئے... ساتھ ہی خان رحمان

کہا۔

”تم لوگ آرام کرو... ہم چلے، پھر آئیں گے

کیس کے بارے میں ہم کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں

لوگوں کو بتائیں گے۔“

وہ ایسا کوئی کام نہیں کرتے... اگر کرتے ہیں تو آپ کو
موتے پر پکڑ کر دکھا دیں... لیکن کوئی بھی انہیں نہ پکڑ سکا...
کی کارروائیاں جاری تھیں کہ میرے والد ہمیں اس گاؤں سے
ایک چھوٹے شہر لے آئے اور چھوٹے شہر سے کچھ مدت بعد
میں آگئے... ”

”اس گاؤں کا پتا؟“

”افسوس! میں بہت چھوٹی تھی... میں نہیں جانتی۔“

”کس صوبے یا تحصیل میں تھا... یا کس ضلع میں تھا۔“

”اس چھوٹے شہر کا نام ہی بتا دیں۔“

”اس وقت اس شہر کا نام معلوم تھا... لیکن اب

بھول گئی ہوں۔“

”تب پھر آپ اس کا نام معلوم کرنے کی کوشش

کریں... کیونکہ کسی دور دراز شہر کے کسی گاؤں کا نام یہاں

نہیں جانتا ہوگا... معلومات کرتے پھریں گے تو وقت بہت

جائے گا۔“

”میں یاد کرنے کی کوشش کروں گی۔“ انہوں نے کہا

”ہم پورے گھر کا جائزہ لیتا چاہتے ہیں... شاید

کرنے والوں کی کوئی چیز مل جائے... ہم نے شوکی سے پوچھا
نہیں... اغوا کرنے کے لیے وہ اندر کہاں تک آئے تھے۔“
”ابھی فون کر لیتے ہیں۔“

محمود نے شوکی کے موبائل کا نمبر ملایا، اس کی آواز سن کر

اس نے کہا۔

”ذرا یہ تو بتاؤ... وہ اغوا کرنے کے لیے کہاں تک

اندر آئے تھے۔“

”بس دفتر تک رہے تھے... پہلے دفتر میں بلا کر مجھے بے

ہوش کیا... پھر وہیں رک کر دوسرے کا انتظار کیا... اس طرح

باری باری چاروں وہیں آگئے اور بے ہوش ہوتے گئے...“

”اچھی بات ہے... اور شوکی... مارتے پیٹتے وقت وہ

بالکل خاموش رہے تھے یا بولتے رہے تھے۔“

”ان میں سے صرف ایک بول رہا تھا... جو انہیں حکم

دے رہا تھا۔“

”اگر تم کہیں اس کی آواز سن لو... تو جان جاؤ گے...“

”ہاں! آواز ہے۔“

”ہاں! بالکل۔“

”چلو یہ اچھا ہے... شکر یہ شوکی۔“ اس نے کہا اور

فون بند کر دیا۔
”اگوا کرنے والے صرف شوکی کے دفتر تک آئے

تھے... اس سے آگے نہیں بڑھے، ان کی کوئی چیز اگر مل سکتی ہے تو
وہیں سے۔“

انہوں نے ڈرائنگ روم کا چپہ چپہ غور سے دیکھ ڈالا...
وہاں سے کوئی چیز نہ مل سکی... آخر وہ سب کرل قارانی کے گھر
آگئے... انہوں نے پر جوش انداز میں ان کا استقبال کیا...
”انکل... ہمیں ذرا اس کیس پر بحث کرنی ہے...“

آپ بس ہمیں ایک کمرہ دے دیں۔“
”کمرہ پہلے ہی تیار ہے... اور اس کا ایک دروازہ
پائیں باغ کی طرف کھلتا ہے... آپ لوگوں کو پسند آئے گا۔“
”بہت بہت شکر یہ انکل۔“

وہ اس کمرے میں آگئے، وہاں سے باغ نظر آ رہا
تھا... باغ بہت دلفریب تھا... قسم قسم کے پھول اپنی بہار دکھا
رہے تھے...
”پہلے ہمیں اس کیس میں شامل لوگوں کے نام نوٹ کر

میں لکھ لینے چاہئیں... اس سلسلے کا سب سے پہلا نام ہے کاغذ
خالد... کہ یہ ساری کہانی شروع اس کی گم شدگی سے ہوئی
ہے... اس کی والدہ انکل رانخور کے پاس آئیں... اس طرح
معاملہ شوکی برادرز کے پاس پہنچا... اور شوکی برادرز سب سے
پہلے قاسم محمود کے اسٹور پہنچے... کیونکہ وہ اسی اسٹور میں کام
کرتا تھا... لہذا دوسرا نام ہے قاسم محمود... کیس کا تیسرا آدمی
ہے... کاؤنٹر کلرک... کاؤنٹر کلرک کا بھلا کیا نام بتایا تھا
انہوں نے؟“

”میرا خیال ہے... ہم نام پوچھنا بھول گئے۔“
آمنے نے کہا۔

”اچھی بات ہے... ابھی پوچھ لیتے ہیں۔“
محمود نے پھر شوکی کو فون کیا...

”شوکی... قاسم محمود کے کاؤنٹر کلرک کا نام کیا ہے۔“
”راجہ فرہاد۔“

انہوں نے یہ نام نوٹ کر لیا اور پھر محمود نے کہا:
”اس کے بعد نام آتا ہے، انسپکٹر شا کر حمیدی کا...
انسپکٹر شا کر حمیدی... اس زمانے کی باتیں نہیں بتا

سکتے ہیں... اس کے بعد نام آتا ہے، ایس ایس پی نواز ملک،
یعنی اس بات کا زبردست امکان ہے کہ وہ اطلاع دینے والا
کاشف خالد تھا... لہذا ہم فی الحال یہی کہہ لیتے ہیں کہ کاشف
خالد نے ایس ایس پی صاحب کو فون کیا تھا... لیکن اپنا نام نہیں
بتایا تھا... پھر نام آتا ہے... پولیس اسٹیشن ساگڑ کا... یہاں
سے فائل غائب ہوئی... اس وقت وہاں کے پولیس انسپکٹر کا نام
ہے جلالی نور... یہ چند دن پہلے ہی وہاں گئے ہیں... لہذا ان
سے پوچھنا ہوگا کہ ان سے پہلے وہاں کون تھے... اس کا نام
جاننے کے لیے جلالی نور صاحب کو فون کرنا پڑ گیا... خیر۔
پہلے انھوں نے انسپکٹر کا شان سے جلالی نور کا نمبر پوچھا۔
پھر اسے فون کیا... اس کی کھروری آواز کے جواب میں
نے اپنا نام بتایا... پھر اس سے پوچھا:
”آپ سے پہلے یہاں کون سے انسپکٹر گئے
تھے... ان کا نام اور پتا بتادیں۔“
”آپ نے اپنا نام محمود بتایا... مزید تعارف؟“
نے سخت انداز میں کہا۔
”محمود، فاروق، فرزانه اور انسپکٹر جمیل گراہ۔“

بات کر رہا ہوں۔“ محمود نے جملے کے انداز میں کہا اور باقی
سب مسکرائے گئے۔
”اوہ اچھا سمجھا... تو آپ لوگ شوکی برادرز کی مدد
کے لیے آئے ہیں۔“ اس کے لہجے میں طنز تھا۔
”تو کیا ہمیں نہیں آنا چاہیے تھا۔“
”ضرور آنا چاہیے تھا... لیکن ابھی... شاگور اگر وہ
گروپ کے چکر میں رہے ہیں۔“
”پہلے خیر... آپ صرف انسپکٹر صاحب کا نام اور پتا بتا
“ان کا نام ہے انسپکٹر خادم بیگ... چند دن پہلے ہی
رہے ہیں... 110 ناصر کالونی میں رہتے ہیں۔“
”بہت بہت شکریہ!“ یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا
تاکہ میں یہ نام بھی لکھ لیا گیا۔
”میرے خیال میں ہمیں ان سب سے ملاقات کرنا
اور آٹنی کی کہانی۔“

کی طرف سے کسی کو بہت پتہ ملتا ہے۔۔۔ محمود بولا۔
 ”ہوں ادا قتی“

اور پھر محمود نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔۔۔ جلد ہی دروازہ کھلا اور ایک ملازم باہر نکلا۔۔۔ اس نے اتنے بہت سے لوگوں کو دیکھ کر حیرت ظاہر کی اور بولا۔ ”جی فرمائیے“

”ہمیں انسپکٹر خادم بیک صاحب سے ملنا ہے۔“
 ”جی اچھا۔۔۔ آپ اندر آ کر لان میں بیٹھ جائیں۔“

انہوں نے کہا۔
 انہیں بٹھا کر وہ اندر چلا گیا۔۔۔ جلد ہی ایک بوڑھا آدمی جوانوں کی طرح چلتا ان کے نزدیک آ گیا اور بولا۔
 ”السلام علیکم۔۔۔ حضرات۔۔۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔“

”آپ تشریف رکھیے۔۔۔ ہم اپنی آمد کی وجہ بیان کریں۔“ محمود نے کہا۔

”یہ لیں۔۔۔ بیٹھ گیا۔“ اس نے قدرے منہ بنا کر کہا۔
 ”ہم آپ کے پاس شاگور اگر وپ کے سلسلے میں آئے

”ہاں اس گاؤں کا سراج بھی لگا ہوا ہے۔۔۔ سوال
 وہی ہے سب سے بڑا۔۔۔ کہ آخر اچانک اس گروپ نے اپنی
 کارروائیاں کیوں ترک کر دیں۔“
 ”شوکی برادرز باقی لوگوں سے مل چکے ہیں۔۔۔ اس
 لیے باقی سب سے ملنے سے پہلے ہم خادم بیک سے کیوں نہ
 ملاقات کر لیں۔۔۔ کیونکہ شوکی برادرز اس سے نہیں ملے
 آصف نے کہا۔

”بالکل ٹھیک۔“ فرزانہ فوراً بولی۔

انہوں نے خان رحمان اور پروفیسر داؤد کی طرف

دیکھا۔

”آپ ہمارے ساتھ چلیں گے یا آرام کریں گے؟“
 ”آرام کیوں۔۔۔ ہم یہاں کام کرنے آئے ہیں۔

اور پھر وہ 110 ناصر کالونی پہنچ گئے۔۔۔ انہوں نے

دیکھا۔۔۔ وہ ایک بہت بڑی اور عظیم الشان کوٹھی تھی۔۔۔
 ”کمال ہے۔۔۔ ایک پولیس انسپکٹر کی کوٹھی

شان دار۔“ آصف بڑبڑایا۔

”خاندانی آدمی ہوں گے۔۔۔ بعض لوگوں کو

ہیں۔۔۔ کیا مطلب؟ وہ زور سے چوٹکا۔
اس کی دائیں آنکھ زور زور سے پھڑکی۔ پھر اس کی
نظریں ان پر جم گئیں۔

☆☆☆☆☆

ذہی ذات شے

چند لمحے تک وہ ان کی طرف تکتا رہا۔۔۔ آخر الجھن کے

میں بولا۔

”آپ شاگور اگروپ کے بارے میں کیا جانتا چاہتے

ہیں؟“

”اس کے بارے میں معلومات کرنے پر ہم مجبور

ہیں۔۔۔ وہی جانتا چاہتے ہیں۔“

”تب پھر پہلے تعارف ہو جائے۔“ وہ بولا۔

اب انہوں نے اپنے نام بتائے۔۔۔ نام سن کر اس کی

پٹھانہ گئی۔۔۔ آخر اس نے کہا۔

”آپ لوگوں نے انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران کے

لیے۔۔۔ باقی سب وہی نام ہیں، جو ان حضرات کے

ہیں۔۔۔ اور ہم ہیں بھی وہی۔۔۔ یہ دونوں حضرات کی اور
پر اگلے ہوئے ہیں۔۔۔
”اور شاگور اگر وہ آپ کو کیسے آگیا۔“
اب محمود نے اسے مختصر طور پر بتایا۔۔۔ تب بات
سمجھ میں آئی۔

”اب میں سمجھا۔۔۔ آپ سوال کریں۔۔۔
چاہتے ہیں۔۔۔“
”آپ پولیس اسٹیشن ساکنڈ میں گئے رہے ہیں
ہی میں وہیں سے ریٹائر ہوئے ہیں۔۔۔ اور شاگور
فائل اسی پولیس اسٹیشن میں تھی، لیکن اب نہیں ہے۔“
”کیا مطلب؟“ وہ زور سے اچھلا۔ آگیا۔

حیرت اور خوف کے پھیل گئیں۔
”جب آپ نے انسپکٹر جلالی نور کو چارن
اس وقت فائل پولیس اسٹیشن کے ریکارڈ روم میں
”معلوم نہیں۔“ اس نے کھوئے کھوئے
”کیا مطلب۔۔۔ کیا معلوم نہیں۔“

ہاں بالکل! اس کی وجہ سے تو ملازمت کرنا مشکل
یہ گروپ تابڑ توڑ قسم کی وارداتیں کرتا تھا۔۔۔
کے چلا جاتا، تب واردات کا پتا لوگوں کو چلتا اور
دی جاتی۔۔۔ مطلب یہ کہ کبھی بھی کوئی آدمی اس

ہیں۔۔۔ اور ہم ہیں بھی وہی۔۔۔ یہ دونوں حضرات کی اور
پر اگلے ہوئے ہیں۔۔۔
”اور شاگور اگر وہ آپ کو کیسے آگیا۔“
اب محمود نے اسے مختصر طور پر بتایا۔۔۔ تب بات
سمجھ میں آئی۔
”اب میں سمجھا۔۔۔ آپ سوال کریں۔۔۔
چاہتے ہیں۔۔۔“
”آپ پولیس اسٹیشن ساکنڈ میں گئے رہے ہیں
ہی میں وہیں سے ریٹائر ہوئے ہیں۔۔۔ اور شاگور
فائل اسی پولیس اسٹیشن میں تھی، لیکن اب نہیں ہے۔“
”کیا مطلب؟“ وہ زور سے اچھلا۔ آگیا۔
حیرت اور خوف کے پھیل گئیں۔
”جب آپ نے انسپکٹر جلالی نور کو چارن
اس وقت فائل پولیس اسٹیشن کے ریکارڈ روم میں
”معلوم نہیں۔“ اس نے کھوئے کھوئے
”کیا مطلب۔۔۔ کیا معلوم نہیں۔“

گروپ کا پکڑا نہیں گیا۔ اس کے بارے میں کوئی معلومات نہ تھی۔ پولیس بھی اس کے بارے میں کوئی معلومات نہ کر سکی۔ افسران بالا چیتے تھے... چلاتے تھے... ماتحتی شامت آتی رہتی تھی... ایک واردات کے بعد ابھی والے سکون کا سانس لے نہیں پاتے تھے... کہ ایک بار بعد پھر کوئی واردات ہو جاتی تھی... اور نزلہ ایک بار پھر گرتا تھا۔“

”ہاں بالکل۔“
”اور آپ یہ نہیں بتا سکتے کہ اس نے اچانک کارروائیاں بند کیوں کر دیں۔“

”نہیں... میں کیا... کوئی بھی نہیں بتا سکتا۔“
”خیر ایسی بات نہیں۔“ آصف مسکرایا۔

”کیا مطلب... ایسی بات نہیں سے کیا مطلب ہے آپ کا۔“

”کم از کم ایک آدمی ضرور ایسا ہے... جسے یہ بات معلوم ہے کہ شاگورا گروپ نے کارروائیاں کیوں بند کر دی ہیں۔“

”کیا مطلب... وہ کون ہے؟“ انسپکٹر خادم بیگ نے پوچھا۔

”اس گروہ کا سردار۔“

”تھو گئی... یہ کیا بات ہوئی... سردار کو معلوم ہے تو اس سے کس طرح معلوم کر لیں گے جب کہ کسی کو معلوم

”آخر کیوں... پولیس کیا تا کہ بندی نہیں کرتی... دہکرتی تھی... لیکن اس کے باوجود وہ کی

واردات کرنے میں کامیاب ہو جاتا تھا... یا یوں سارے شہر میں جس طرف کی تا کہ بندی کا زیادہ تھا... اس طرف یہ گروپ واردات نہیں کرتا تھا۔“

کا نشانہ مال دار گھر ہوتے تھے... مال دار گھر میں معلومات یہ لوگ پہلے ہی حاصل کر لیتے تھے معلومات کے بل بوتے پر واردات کرنے میں

رہتے تھے۔“
”اور پھر اچانک گروپ کا گروپ

”جو کچھ معلوم تھا، وہی بتا سکتا تھا۔“
 ”ہاں! یہ بات بھی ٹھیک ہے... اسی لیے ہم نے کہا ہے
 تاکہ شکریہ۔“ فاروق مسکرایا۔
 اور پھر وہ وہاں سے نکل آئے... گاڑی میں بیٹھنے کے
 بعد فرزانہ نے کہا۔

”میرا خیال ہے... ہمیں دس سال پہلے کے اخبارات
 میں اس گروپ کی خبریں پڑھنا ہوں گی... شاید اس سے ہم کچھ
 اندازہ لگا سکیں...“
 ”یہ ٹھیک رہے گا۔“

”تب پھر پہلے تھوڑی دیر کے لیے ہم شوکی برادرز کے
 پاس بیٹھیں گے... پھر اس اخبار کے دفتر چلیں گے... جس میں
 شوکی برادرز اخبارات دیکھنے لگے تھے...“
 انھوں نے ایسا ہی کیا... پہلے شوکی برادرز کے پاس

... ان سے علیک سلیک ہوئی...
 ”کیوں بھی... اب کیسا محسوس کر رہے ہو۔“ خان
 ”ان نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔
 ”زی زوب اٹا۔“ اخلاق بولا۔

”نہیں گروہ کا سردار کون تھا۔“ اس نے بھنا کر کہا۔
 ”کون تھا نہیں... کون ہے... ہمارا خیال ہے... وہ
 ابھی زندہ ہے... کیونکہ۔“ محمود کہتے کہتے رک گیا۔
 ”اگر وہ مر چکا ہوتا... تو ہمارے ساتھی شوکی برادرز کو
 زہر کو بک کرنے کی کسی کو بھلا کیا ضرورت تھی۔“
 ”کیا مطلب... کیا شوکی برادرز کو کسی نے مارا ہوا
 ہے۔“

”ہاں جناب! انھوں نے اس کیس پر کام شروع کیا
 تھا کہ انھیں مار مار کر ادھ موا کر دیا گیا... گویا وارننگ دی
 کہ اس کیس پر کام بند کر دو... ورنہ انجام اس سے برا ہوگا
 جیسا کیا گیا ہے۔“
 ”اوہ... اوہ... مجھے اس بارے میں بالکل مطلع

نہیں۔“
 ”یہ ساری کہانی کل کے اخبارات میں شائع
 گی... پڑھ لیجیے گا... اور اب ہم چلتے ہیں... اگرچہ
 سے کوئی مفید بات معلوم نہیں ہو سکی... پھر بھی آپ کا شکر
 یہ سن کر اس نے برا سامنہ بنایا اور بولا۔

”یار تم تو رہنے ہی دو... شاید تمہارے گلے کی رگیں

پھر کھینچ گئی ہیں۔“

”زی ذات شے۔“ اس نے جلدی سے کہا۔

”اب تم سے کون مغز مارے... شو کی تم جواب دے

دوبات کا۔“

”الحمد للہ! ہم پہلے سے بہت بہتر ہیں... بس اخلاق کی

زبان کا مسئلہ ہے... ویسے ڈاکٹر حضرات اس کی طرف پوری

توجہ دے رہے ہیں۔“

”ہوں... تب تو ٹھیک ہے۔“

”کیا کوئی کامیابی ہوئی۔“

”ابھی تک نہیں... خیر... ابھی تو ہم نے کام شروع

کیا ہی ہے... اب ہم اخبار کے دفتر جا رہے ہیں... پہلے

سال پہلے کی شاگورا گروپ کی کارروائیوں کی تفصیلات

گے... پھر تمہیں آکر بتائیں گے کہ ہمارا کیا پروگرام ہے۔“

”بالکل ٹھیک۔“

وہ اخبار کے دفتر آ گئے... ایڈیٹر صاحب نے

گرم جوش سے استقبال کیا... اور انہیں دس سال پہلے کی

کے پاس چھوڑ کر چلے گئے، انہوں نے کمرے کے فرش پر ذریعہ

ڈال دیا... اور مطالعے میں لگن ہو گئے، وہاں اخبارات میں

ایک سے بڑھ کر ایک واردات کی خبریں تھیں... تفصیلات بھی

تھیں... وہ ان سب کو جوش کے عالم میں پڑھتے چلے گئے... وہ

ان خبروں کو پڑھ کر حیران ہوتے رہے... ان کے مطابق...

شاگورا گروپ تو اس پورے شہر کا ہوا بنا ہوا تھا... وہ ان کے

لیے ایک طوفان تھا... ایک آندھی تھا... ایک زلزلہ تھا... ایک

مصیبت تھا... سارا شہر اس کے نام سے کانپتا تھا... اور اس

زمانے میں وہ چونکہ سب چھوٹے چھوٹے بچے تھے... اور انسپکٹر

جشنید اور انسپکٹر کامران مرزا بھی زیادہ پرانے ملازم نہیں ہوں

گے... اپنے شہر تک ہی رہتے تھے... اس لیے انہیں اس زمانے

کی خبروں کے بارے میں کچھ بھی معلومات نہیں تھیں... بہر حال

تمام ضروری باتیں وہ نوٹ کرتے چلے گئے... اور آخر میں

ایڈیٹر صاحب کا شکریہ ادا کر کے باہر آ گئے...

”اب کیا پروگرام ہے محمود فاروق آفتاب

...“ خان رحمان بولے۔

”ہم اب گھر چلیں گے... گھر جا کر آرام اور سکون

آخر وہ گھر آ گئے... ادھر کرل فارانی سے ان کے لیے خاص انتظامات کیے تھے... جلد ہی ان کے سامنے طرح طرح کے کھانے سجا دیے گئے... وہ دھک سے رہ گئے...
 ”یہ کیا نکل! اتنا تکلف۔“ فاروق بول اٹھا۔
 ”یہ تکلف نہیں، محبت ہے۔“ وہ مسکرائے۔

”آپ نے تو پھر کچھ زیادہ ہی محبت کا اظہار کر دیا۔“
 آفتاب بولا۔

وہ سب مسکرا دیے... کھانے کے بعد وہ سب ایک کمرے میں آ بیٹھے...

”سب سے زیادہ پریشان کن سوال اس کیس میں یہ ہے کہ آخر دس سال پہلے... ایسی کیا بات ہو گئی تھی کہ اس گروپ نے یک دم اپنی کارروائیاں روک دیں...“ فرزانہ نے بات کا آغاز کیا۔

”اور میرا خیال ہے... اس سوال کا جواب اگر ہمیں ملے تو یہ کیس حل ہو جائے گا۔“

”تب پھر سب لوگ ذرا دماغ پر زور دیں... اس کے لیے کثرت کافی ہو گا۔“ آصف نے جلدی سے کہا۔

سے بیٹھ کر کیس پر بات کریں گے... فی الحال تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ اس کیس میں کوئی کامیابی ہم حاصل نہیں کر سکے۔“
 ”اللہ مالک ہے۔“ پروفیسر بولے۔

”ویسے ہمیں ان تمام لوگوں سے ملاقات ضرور کرنی چاہیے... ان سے بات چیت کرنی چاہیے... ان کی حرکات اور سکنات کو نوٹ کرنا چاہیے، جن لوگوں کا اب تک کسی نہ کسی صورت میں اس کیس سے تعلق ہے۔“ فرزانہ نے مشورہ دیا۔
 ”بالکل ٹھیک... یہی میں کہنا چاہتی تھی۔“

”بھلا تم اور وہ بات نہ کہو... جو فرزانہ نے کی ہے... خیر... ہم بھی اس تجویز سے اتفاق کرتے ہیں...“
 صبح ہم بھی کام شروع کریں گے... اور اب چل کر کیس پر بات کرتے ہیں۔“ محمود نے فوراً کہا۔

”ویسے یہ کیس آسان نہیں لگتا۔“ فاروق نے منہ منہ سے کہا۔
 ”حد ہو گئی... بھئی آسان کیس ہمیں ملتے کب ہیں؟“

آصف کی آواز گونجی۔
 ”آسان اور مشکل کو چھوڑو... ہمیں کام کرنا ہے۔“

بس۔“

سوچا۔

ان کے سرنگی میں ہٹے گئے۔

”خیر... فی الحال اس سوال کو چھوڑ دو اور یہ طے کر دو کہ اب کیا کرنا ہے۔“

”کل ہم سب لوگوں سے ملاقات کریں گے... اس وقت تک جتنے لوگ سامنے آئے ہیں۔“ آصف نے کہا۔
”بالکل ٹھیک۔“

”اور میں کہتی ہوں... شوکی برادرز کو شہر کے جرائم پیشہ لوگوں کی آوازیں کیوں نہ سنوائی جائیں... کیونکہ ان میں سے ایک باقی ساتھیوں کو حکم دے رہا تھا... اس کی آواز انہوں نے نہ سنی تھی... اس طرح شوکی برادرز ضرور بتا سکیں گے کہ وہ کس کی آواز تھی۔“

”میرے خیال میں تو یہ تجربہ کیا جاسکتا ہے... لیکن اس کے لیے یہاں کے آئی جی صاحب سے بات کرنا ہوگی۔“
”تو کر لیتے ہیں۔“

آئی جی صاحب کے نمبر معلوم کیے گئے... پھر انھیں فون کیا گیا، ان کا نام شہزاد انور تھا۔ خان رحمان نے تعارف کرایا

”سس کے لیے؟“ فاروق نے اسے گھورا۔

”دماغ پر زور دے کر کسی نتیجے پر پہنچنے کے لیے۔“

آصف مسکرایا۔

”ٹھیک ہے... پندرہ منٹ دیے جاتے ہیں... سب لوگ ان پندرہ منٹ میں ہی سوچیں گے... اس سوال کا جواب معلوم کرنے کی سرٹوٹو کوشش کریں گے۔“ خان رحمان نے گویا اعلان کیا۔

”اچھی بات ہے۔“ چند آوازیں ابھریں۔

”اچھی بات ہے۔“ چند آوازیں ابھریں۔
اور پھر وہ سوچ میں ڈوب گئے... ہر ایک کی کوشش تھی کہ اس سوال کا جواب اسے سوچھ جائے... کیونکہ دوسرے سے آگے نکل جانے کا یہ بہترین موقع تھا... پندرہ منٹ بعد خان رحمان نے اعلان کیا۔

”ہاں تو بھئی... پندرہ منٹ پورے ہو گئے... سمجھ میں اس سوال کا جواب آگیا ہے تو بتائے۔“
کوئی کچھ نہ بولا۔ سب ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

”اس کا مطلب ہے...“
”اس کا مطلب ہے...“

اور بتایا کہ وہ کیا چاہتے ہیں... وہ سن کر بولے۔

”میرے خیال میں تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا... اور محنت بہت کرنا پڑے گی... یعنی تمام جرائم پیشہ لوگوں کو پکڑ کر ایک جگہ جمع کرنا ہوگا... پھر شوکی برادرز کو باری باری ان کی آواز سنانا ہوگی۔“

”لیکن جناب! کچھ نہ کچھ تو کرنا ہوگا۔“

”شاگورا گروپ کی کہانی ختم ہو چکی... آپ کیوں اسے پھر سے زندہ کرنا چاہتے ہیں۔“ آئی جی بولے۔
”کہانی... ختم نہیں، اب شروع ہوئی ہے...“

کہانی کو تو دبا دیا گیا تھا... لیکن ایک ماں نے اسے پھر زندہ دیا... اور ادھر شاگورا گروپ بھی حرکت میں آ گیا۔
”کیا مطلب... یہ کیسے کہہ دیا آپ نے۔“

”اس گروپ نے شوکی برادرز کو اغوا کیا اور خوب کو ب کیا... ان کی حالت تو دیکھی نہیں جاتی۔“
”مجھے ان حالات کی کوئی خبر نہیں... خیر ہم جرائم

افراد کو جمع کر لیتے ہیں... شوکی برادرز کو ان کی آواز سنانا
ہیں۔“

”یہ ٹھیک رہے گا... آپ کا حکم یہ۔“

پھر دوسرے دن یہ تجربہ کیا گیا... بہت سے جرائم پیشہ باری باری ان کے پاس سے گزارے گئے... پچھاننے کا مسئلہ تو یہاں گپ اندھیرا تھا... بس آواز سنوائی گئی... یہاں تک کہ جرائم پیشہ لوگوں کی لائن ختم ہو گئی... شوکی برادرز نے کسی ایک سے میں بھی نہ کہا کہ انھوں نے اس کی آواز سنی تھی... اس تجربہ ناکام ہو گیا... اب وہ قاسم محمود اسٹور پہنچے... محمود سے ملاقات ہوئی، اس نے ان سب کو حیرت بھری

”فرمائیے کیا خدمت کر سکتا ہوں۔“
”ہم بھی آپ کے پاس اسی سلسلے میں آئے ہیں...“
”شوکی برادرز آئے تھے۔“

”اوہ! اس کے منہ سے نکلا۔ وہ ایک ادھیڑ عمر کا سفید آدمی تھا... اور چہرے مہرے سے بہت سنجیدہ طبیعت تھا... پھر اس نے کہا:

”اس سلسلے میں میرے پاس بتانے کے لیے کچھ بھی نہیں

155
اسے پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا کہ وہ لوگ کیوں آئے ہیں...
چنانچہ اس نے کہا:
"میں وہی بات بتا سکتا ہوں... اس سے زیادہ کچھ بھی
نہیں جانتا۔" یہ کہتے ہوئے وہ ہنسا۔
"چلیے کوئی بات نہیں۔" محمود مسکرایا۔
"کوئی بات نہیں کیا؟"

"مطلب یہ کہ آپ وہی بات دہرا دیں۔"
"اچھی بات ہے... چھٹی کا وقت ہوا تو وہ لگا باہر
... ایسے میں میرے پاس رک گیا اور بولا، کل میں بہت
... مال دار ہو جاؤں گا... اور یہ بات اخبارات میں بھی چھپے گی...
... اس کی بات سن کر مجھے بہت حیرت ہوئی
... دوسرے دن جب وہ نہ آیا اور پتا چلا کہ وہ رات سے گم
... بہت پریشان ہوئے تھے..."

"تو کیا پولیس اس کے سلسلے میں پوچھ گچھ کرنے کے لیے
... کوئی بھی نہیں آیا... وہ ایک غریب آدمی
... کیوں حرکت میں آتی..."

ہے... جو شوکی برادرز کو بتایا تھا، وہی آپ کو بتا سکتا ہوں...
اس نے سگریٹ کی راکھ کو زوردار انداز میں الٹیں ٹرے میں
جھاڑتے ہوئے کہا... شاید وہ سگریٹ پینے کا بہت شوقین تھا۔
"کام کاج کے اعتبار سے وہ کس قسم کا نوجوان تھا؟"
"بہت اچھا اور ایمان دار... مجھے اس سے کبھی
... حکایت نہیں ہوئی۔"

"جس رات وہ غائب ہوا... کیا اس دن وہ
... پریشان تھا۔"
"میں نے تو کوئی ایسی بات محسوس نہیں کی تھی...
... کاؤنٹر کلرک راجہ فرہاد نے دوسرے دن اس کے غائب
... کل وہ بہت مال دار ہو جائے
... بتایا تھا کہ وہ کہہ رہا تھا...
... اور یہ کہ اس کی خبر اخبارات میں بھی شائع ہوگی۔"
"بس! آپ اس سلسلے میں اور کوئی
... جانتے۔"

"بالکل نہیں... اس نے پھر سگریٹ
... جھاڑی... ایسا کرتے وقت وہ چٹکی سی بجاتا تھا...
... وہ اس کے پاس سے اٹھ کر راجہ فرہاد کے
..."

”ہوں... آپ ٹھیک کہتے ہیں۔“

وہ اس سے رخصت ہو کر باہر نکل آئے۔

”عجیب بات ہے۔“ فرزانہ بڑبڑائی۔

”کون سی بات عجیب ہے؟“

”آخر کاشف خالد کے پاس جو اطلاع تھی... اسے وہ

اطلاع کیسے ملی تھی... یہ تو صرف ہمارا خیال ہے تاکہ اسے کسی

طرح شاگور اگر وپ کے واردات کرنے کا پتا چل گیا تھا...

اور اس نے یہ خبر ایس ایس پی صاحب کو دے دی تھی... چنانچہ

اسے امید تھی کہ شاگور اگر وپ کی گرفتاری کے بعد حکومت اسے

انعام دے گی... سوال تو یہ ہے کہ اسے یہ اطلاع یا جو

بھی اسے ملی تھی... وہ کیسے مل گئی تھی۔“

”اب بھلا ہم یہ بات کیسے جان سکتے ہیں۔“ فرزانہ

نے برا سامنہ بنایا۔

”میرا خیال ہے... اب ہمیں ایس ایس پی صاحب

صاحب سے مل لینا چاہیے... کیونکہ یہ اطلاع انھیں

تھی... کہ شاگور اگر وپ آج رات واردات کرے گا

”بالکل ٹھیک... ایس ایس پی صاحب بہت

اس معاملے میں۔“

وہ فیروز خان پکچھے... ایس ایس پی نواد ملک نے کرم
جوشی سے ان کا استقبال کیا... اور انہیں اپنے لان میں لے
آئے...

”میں جانتا ہوں... آپ شاگور اکیس کے سلسلے میں
معاہدہ ذکر کر رہے ہیں۔“

”جی ہاں ایسی بات ہے۔“ خان رحمان نے کہا۔

انہوں نے دیکھا... ایس ایس پی صاحب بھی اب

بچے ہو چکے تھے... ان کے بال سفید ہو چکے تھے... بات

”جس نے آپ کو فون کیا... اس نے آپ کو اپنا نام

”ایسا عجیب بات ہے نا سر۔“ محمود نے ان کی طرف

”ہاں ایسی بات ہے۔“

”اس صورت میں وہ انعام کیسے حاصل کر سکتا تھا۔“

انعام کی بات ہی نہیں کی تھی اس نے... البتہ یہ کہا

”میری آواز سن چکے ہیں... میں کل ان کی گرفتاری

کے بعد آپ کو اپنا نام بتا دوں گا... بلکہ خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا... لیکن چونکہ شاگور اگر وہپ نے اس رات واردات ہی نہیں کی... نہ گرفتاری عمل میں آئی... اس لیے ہمارے وہ کیوں فون کرتا... یا کیوں میرے پاس آتا... اور اگر آپ کے خیال کے مطابق... وہ کاشف خالد تھا تو اسے تو پھر ان لوگوں نے ویسے ہی غائب کر دیا تھا... وہ بے چارہ کیسے میرے پاس آ سکتا تھا۔“

”ہوں! آپ ٹھیک کہتے ہیں... ویسے دس سال گئے... اب اگر آپ اس کی آواز سنیں تو کیا جان جائے... یہ اسی کی آواز ہے... جس نے فون کیا تھا۔“

”کہہ نہیں سکتا۔“ انھوں نے پھر سر کو زوردار ہلایا۔
”بہت بہت شکریہ! اب ہم اجازت چاہیں گے۔“
اور وہ باہر نکل آئے... ایسے میں انھوں نے آدھوں کو کار سے اتر کر دروازے کی طرف آتے دیکھا۔
وہ ان میں سے ایک کو دیکھ کر بہت زور سے

☆☆☆☆☆

بیرا

وہ قاسم محمود تھا... وہ اس پر ایک نظر ڈالتے ہوئے...
”کیا یہ بات عجیب نہیں۔“ فرزانہ بڑبڑائی۔
”مجھے تو عجیب کے ساتھ غریب بھی لگی ہے... آخر اس

یہاں کیا کام۔“ فاروق بول اٹھا۔
”اس معاملے پر غور کرنا پڑے گا... نواز ملک اب

زندگی گزار رہے ہیں... ایس ایس پی تو ہیں نہیں... قاسم محمود ایک اسٹور کے مالک ہیں... لہذا ان کی یہاں

”محمود نے جلدی جلدی کہا۔“
”کیا خیال ہے... ہم یہاں ٹھہر نہ جائیں... ان سے

”آپ یہاں کسی لیے آئے تھے۔“ خان

رحمان نے کہا۔

”سوال...“ لپٹے میں کوئی حرج نہیں... ہو سکتا ہے، اس طرح ہم سب کیس میں چند قدم آگے بڑھ جائیں...

”پروفیسر داؤد نے کہا۔

”بس ٹھیک ہے... ہم انتظار کریں گے...“ آمرا نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

وہ گاڑی میں بیٹھ گئے... آخر میں منٹ بعد صرف قاسم محمود باہر نکلتا نظر آیا...

گو یا دوسرا آدمی اندر ہی گیا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک رنگ آکر...

گاڑی کو دیکھ کر وہ چونکا، اس کے چہرے پر ایک رنگ آکر...

گیا... پھر وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے چلے گئے...

رحمان نے فوراً گاڑی آگے کی اور جب وہ ان کے پاس گزرنے لگا تو محمود بول اٹھا...

”معاف کیجیے گا قاسم محمود صاحب! ہم آپ سے سوال پوچھنا چاہتے ہیں... کیا آپ جواب دیتے ہیں؟“

”کیا مطلب... کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ؟“

”آپ کا ایس ایس پی نواز ملک صاحب...“

”...“

”دوستانہ تعلق...“ وہ مسکرایا... پھر بولا...

”اور یہ دوستانہ تعلق آج سے نہیں... بہت مدت سے چلا آ رہا ہے... میں اکثر یہاں آتا رہتا ہوں اور یہ میرے ہاں آتے رہتے ہیں... کیا آپ کو اس پر اعتراض ہے؟“ اس نے

سگریٹ کا کش لیتے ہوئے، نفرت زدہ انداز میں کہا۔

”نہیں... بالکل نہیں... شکر یہ۔“

یہ کہتے ہوئے خان رحمان نے گاڑی آگے بڑھا دی... وہ گھر پہنچے اور پھر ایک کمرے میں آ بیٹھے...

”ہم ابھی تک کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکے... کیس آسان نہیں... یوں بھی معاملہ دس سال پرانا ہے... اور

میں نے اس سوال کا بھی جواب نہیں کہ آخر دس سال پہلے

”اس سوال پر ہمیں مسلسل غور کرنا ہوگا... قاسم محمود کی

”... بلکہ میں تو کہتا ہوں... اس کیس میں اب

”... ان سب کی نگرانی کرانا

”... لیکن ہم یہ کام یہاں کی پولیس سے نہیں لے سکتے

... محمود نے جلدی جلدی کہا۔
... ہمیں یہ کام خود کرنا ہوگا۔ آصف پے جوش انداز

میں بولا۔

... اوہ... اوہ... کئی آوازیں ابھریں۔

اور یہ کام آسان نہیں ہوگا... اس میں ہمیں انتظار کرنا ہوگا... ہمارا انتظار لمبا بھی ہو سکتا ہے... لیکن مجبوری ہے... میرے ذہن میں اس وقت ایک اور بات یاد آ رہی ہے... مجھے محمود کی تجویز سے انکار نہیں یہ کام ہمیں بہر حال کرنا ہے... لیکن اس سے پہلے ہمیں ایک کام اور کرنا ہی ہوگا... اس کے بغیر ہم کیس کو حل نہ کر سکیں۔“ فرزانہ نے نہایت لہجے میں کہا۔

”کہو فرزانہ... ہم سب سن رہے ہیں اور بولنا بیحدہ ہیں۔“ فرحت کی آواز ابھری۔
”میرا خیال ہے... ہمیں شاگورا کا سفر کرنا ہوگا۔“
”شاگورا کا سفر... ارے باپ رے۔“

کھلا اٹھا۔

”کیوں... کیا ہوا۔“ محمود اس کی طرف ان

... مم... میرا مطلب ہے... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔“

”حد ہو گئی... اس حد تک بیحدہ حالات میں بھی انہیں ناولوں کے نام سوچ رہے ہیں... مصنف کہیں کا...“ فرحت نے جل کر کہا۔

”ارے باپ رے...“ فاروق پہلے بھی زیادہ زور سے اچھلا۔

”اوہ... اب کیا ہوا۔“

”مم... میرا مطلب ہے... یہ نام بھی کسی ناول کا ہو سکتا ہے۔“

”کون سا نام...“ پروفیسر جلدی سے بولا۔

”جی... یہی... مصنف کہیں کا...“

”دھت تیرے کی...“ محمود نے تلملا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

”سوال یہ ہے کہ ہم شاگورا گاؤں جائیں کیسے... ہمیں نہیں معلوم... یہ گاؤں ملک کے کون سے علاقے میں ہے...“

... لیکن ہمیں یہ ضرور معلوم ہے کہ کسی صحرا کے کنارے پر واقع ہے... اور یہ معلوم کرنا مشکل نہیں کہ ہمارے ملک میں صحرا کس طرف ہے... یا کس کس طرف ہے۔“

”اور یہ ہم کس سے معلوم کریں گے بھلا۔“

”دارالحکومت کے جاوید چغتائی سے... وہ بہت بڑے نقشہ نویس ہیں... انھوں نے نہ صرف ملک کے بڑے بڑے نقشے بنائے ہیں... اور بلکہ دوسرے ملکوں کے بھی نقشے بنائے ہیں... ملک کے بارے میں کہ وہ چٹکی بجاتے ہیں بتا سکتے ہیں...“ محمود نے جلدی جلدی کہا۔

”تو کیا تمہارے پاس ان کا فون نمبر ہے۔“

”نہیں... لیکن فون نمبر حاصل کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔“

”نہیں۔“

”تو پھر کرو معلوم۔“ فرحت نے منہ بنایا۔

محمود مسکرا دیا... پھر اس نے اپنے شہر کے چند لوگوں کو فون کیے، ان سے جاوید چغتائی کے نمبر معلوم کیے... لیکن بات نہ بن سکی... تاہم محمود نے بھی ہمت نہ ہاری... آخر انھوں نے ان کے نمبر مل گیا... اب انھوں نے ان کے نمبر

کیے... سلسلہ ملنے پر محمود نے اپنا تعارف کرایا... وہ ان بھی کو بہت اچھی طرح جانتے تھے اور اس قسم کی معلومات کے سلسلے ان کی مدد کرتے رہتے تھے...

”کیا حال ہے محمود... بہت دنوں بعد میری یاد آئی۔“

”آپ کو تو پتا ہی ہے اٹکل... بس!“

”خیر... کیا کام ہے۔“

”ہمارے ملک میں صحرا کس کس طرف ہے۔“

”صحرا... یا صحرائی علاقے... ایک تو ہوتے ہیں صحرائی علاقے... جن کے آس پاس ریت کے میدان ہوتے ہیں... ایک ہے مکمل طور پر صحرا۔“

”یہ دونوں باتیں ہی بتا دیں۔“

”مکمل طور پر صحرا ہمارے ملک میں شارجہ کی ایک سرحد راجستان کی طرف ہے... ہمارے ملک میں اس صحرا سے کھر پار کر لگتا ہے یعنی صحرا کے ایک طرف شارجہ ہے جو کہ بڑی ملک ہے اور سرحد بھی ہے، جب کہ صحرا کی دوسری سمت ہمارے ملک سے جا ملتی ہے... اور یہ علاقہ کھر پار کر کہلاتا ہے۔“

”یہاں نہیں کہہ پاؤں گے صحرا کے آس پاس کے علاقوں

کا نقشہ مل سکتا ہے۔“

”اگ سے نقشہ نہیں مل سکتا... دیکھتے تم کچھ بتاؤ... تم

چاہتے ہو کیا ہو۔“

”جیسے اس طرف ایک علاقے کی تلاش ہے... اس کا

نام ہے شاگورا۔“

”شاگورا۔“ اس کے منہ سے نکلا۔

”ہاں اٹکل... کیا آپ نے یہ نام سنا ہے... کبھی

کسی نقشے میں یہ نام لکھا ہے۔“

”خوب نہیں۔“ وہ بولے پھر انہوں نے کہا۔

”میں تمہیں پندرہ منٹ بعد فون کروں گا... اگر شاگورا

کے بارے میں کچھ معلوم کر سکا تو بتا دوں گا۔“

”بہت بہت شکر یہ اٹکل... آپ بہت اچھے اٹکل

ہیں۔“

انہوں نے فون کرفون بند کر دیا۔

”اگر وہ کچھ بتا سکے تو پندرہ منٹ بعد بتائیں گے

اپنی بات معلوم ہوگی ہے کہ ہمارے ملک میں کھرباؤں کے

حوالہ کیا ہوتا ہے اور اس کا مطلب کیا ہے؟ حوالہ دینا کی

مراد سے جانتا ہے... اس کا مطلب ہے یہ کالی لہا صحرا ہے

اور وہاں بھی صحرائی سڑ... اور صحرائی سڑ آسان نکلتا

ہوتا... تاکوں چٹے چھانے کے برابر ہوتا ہے...“

”جب پھر کیا کیا جائے... چھانیں گے چٹے... لیکن یہ

مقام صرف اسی صورت میں کریں گے جب دوست طور پر

ہمارا کام چلا جائے... ورنہ صحرائی خاک پھانسنے کا کوئی

بھلائی ہوگا...“ آصف بولا۔

”ہاں یہ بات تو غیر معقول ہے۔“

پھر پندرہ منٹ بعد فون کی گھنٹی بجی... جاوید چغتائی

والا ادا نہیں کہہ رہے تھے۔

”ہمارے ہاں... شاگورا کا پتا چل گیا...“

”جیسا کہ۔“

”جیسا کہ سڑ کر پڑے گا... شارجہ خان کی سرحد

پر لگتا ہے... اس صحرا کے ایک کنارے پر اس نام کا

نام ہے۔“

”بہت خوب اٹکل! ہم جہاز سے کہاں تک جا سکتے ہیں۔“

”جہاز کے ذریعے تم ہانڈی پور جاؤ گے... ہانڈی پور سے تمہیں صحرا کا رخ کرنا پڑے گا... اور اس کے مشرقی سرے میں سفر کرنے کے بعد شاگوراپہنچو گے۔“

”لیکن کیوں اٹکل۔“ انہوں نے حیران ہو کر کہا۔
”ہم براہ راست شاگوراپہنچ سکتے ہیں۔“

”یہ کیسے ہو سکتا ہے... شاگوراپہنچنے والے کوئی اگر ہمارے ملک کے مغربی حصے میں آنا چاہے... تو کیا پار کر کے آئے گا۔“

”وہ صحرا کے کنارے کنارے سفر کرے گا... سفر بہت طویل ہوگا... اس پر اخراجات بہت آئیں گے۔“

”لیکن اٹکل... صحرا کے درمیان میں سفر کرنا آسان نہیں ہوگا۔“

”بہت مشکل سفر ہوگا... لیکن دو تین دن میں“

”ہو سکتا ہے... جب کہ کنارے کنارے کا سفر چند دن لے گا۔“

”اوہ... تب تو ہم صحرا ہی سے جائیں گے۔“
”ایسی کیا ضرورت پیش آگئی محمود... کیا وہاں کوئی مجرم جا چھپا ہے۔“

”یہ بات نہیں... مجرم تو یہیں کہیں چھپا ہوا ہے... لیکن مجرم کا ماضی وہاں چھپا ہوا ہے۔“

”اوہ اچھا... تمہاری تم ہی جانو... میں نے تو پوری بات بتادی... مزید کوئی بات پوچھنے کی ضرورت پیش آئے تو“

”اگر آپ ہمیں اس گاؤں تک پہنچنے کا نقشہ بنا دیں اور“
”مجرموں کے ذریعے بھیج دیں تو یہ ہمارے لیے زیادہ“

”فیک ہے... تمہیں کل یا پرسوں تک نقشہ مل جائے“

”اٹکل فارانی کا پتا لکھوا دیا... اور فون بند“

”ہمیں ایک یا دو دن انتظار کرنا ہوگا... نقشے کے بغیر یہ مشکل ترین سفر کرنا حماقت ہوگا... لہذا ہم نقشے کا انتظار کریں گے اور اس دوران انتظامات کریں گے... کیا خیال ہے۔“

”گو یا شاگورا گاؤں کا پورا پورا پتا معلوم ہو گیا ہے۔“

”ہاں! شاید یہ اس علاقے کا مشہور گاؤں ہے...“

”ورنہ اتنی آسانی سے پتا نہ چلتا۔“

”اللہ کا شکر ہے... یہ مرحلہ تو طے ہوا... ویسے

میرا خیال ہے... کہ جمشید اور کامران مرزا ہمارے ساتھ ہوتے تو ہمیں شاگورا جانے کی ضرورت نہ پیش آتی۔“

”ان کے بارے میں بھی معلوم کر لیتے ہیں۔“

یہ کہہ کر محمود نے اکرام کے نمبر ملائے... سلسلہ ملے

اس نے پوچھا۔“

”ابا جان کی کیا خبر ہے۔“

ابھی تک ان کی کوئی خبر نہیں ہے۔“

”اوہ اچھا... جونہی خبر ملے... مجھے فون کر دیں۔“

”ٹھیک ہے۔“

اور پھر دو دن بعد انہیں نقشہ مل گیا... اکرام کی طرف

کوئی اطلاع نہیں ملی تھی... اب تو وہ سوچ میں پڑ گئے...“

”ابا جان اور اقل کا کوئی پتا نہیں... اب کیا جائے... اس سفر میں وہ ہمارے ساتھ ہوتے تو بہت

محمود نے سر آہ بھری۔“

”لیکن ہم کر ہی کیا سکتے ہیں... ان کے بارے میں یقینی

علوم ہوتی تو رک بھی سکتے تھے... لیکن جب ہم اس ماں کی

دیکھتے ہیں جس نے دس سال انتظار کیا ہے اور جب شوکی

لے لے دیکھتے ہیں... تو کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے... پھر جی

لگا ہے، اڈ کر شاگورا گاؤں پہنچ جائیں... وہاں سے

میں تو لے کر واپس اڈ کر یہاں پہنچ جائیں اور مجرم کو

رہا کر لیں گے۔“ آصف نے پر جوش انداز میں جلدی

بب باتیں ٹھیک ہیں... ہم ان کا اور انتظار نہیں

کے لیے یہاں پیغام چھوڑ جاتے ہیں... ظاہر

ہے ہمیں آئیں گے... اور پھر ہمارے پیچھے چلے

تو ہم یہ طے رہا... ہم کل صبح سویرے... من

”ان شاء اللہ! اچھا شوکی... ہم تم لوگوں کو صرف یہ
لے آئے ہیں کہ ہم کل صبح سویرے مہم پر روانہ ہو رہے
ہماری منزل شاگورا گاؤں ہے... وہاں سے معلومات
مل کر کے ہم واپس یہاں آئیں گے... اور امید ہے، مجرم
غیر افگ کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔“

”یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“ شوکی نے کھوئے کھوئے
کے ساتھ کہا۔

”کیا مطلب... کیا کیسے ہو سکتا ہے۔“ محمود نے
کہا۔

”میں بھی یہی کہتا ہوں... یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“

”میں بھی... ہا تو چلے... کیا کیسے ہو سکتا ہے۔“

”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“ اشفاق نے کھوئے کھوئے
کے ساتھ کہا۔

”کیا کیسے ہو سکتا ہے کا۔“

اندھیرے یہاں سے روانہ وہ جائیں گے۔“ خان رحمان
گویا اعلان کیا۔

”تب پھر رخصت ہونے سے پہلے شوکی برادرز
ملاقات کر لینی چاہیے... ورنہ وہ گلہ کریں گے کہ جاتے
مل کر بھی نہیں گئے۔“ فرحت نے کہا۔

”یہ ٹھیک رہے گا... ابھی مل آتے ہیں...
تیاری بھی کرنی ہوگی۔“ فرزانہ بولی۔

اور وہ ہسپتال پہنچ گئے... شوکی برادرز نے

بدل بدل کر انہیں دیکھا:
”گلتے تو آپ لوگ اپنے ہی ساتھی ہیں۔“

آواز سنائی دی۔
”کیا مطلب... یہ کیا کہا تم نے...“

”ہیں... گویا ہم تمہیں صاف نظر نہیں آ رہے۔“
”نہیں... ہمیں اب قدرے دھندلا دکھائی

ہے۔“
”لیکن ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ یہ حال

ہے... بہت جلد ہم صاف دیکھ سکیں گے۔“

”بالکل دیکھی ہیں۔“

”لوگ کیا کہیں گے... ہم کن لوگوں کو ساتھ لیے پھر رہے ہیں۔“ آفتاب نے کہا۔

”بلکہ لوگ حیرت ظاہر کریں گے... یہ کون سے بارے کی مخلوق ہیں۔“ فرحت ہنسی۔

”سن رہے ہیں انکل...“ شوکی نے بلند آواز میں احتجاج کیا۔

”بھی ہم دونوں کے کان ہمارے ساتھ ہیں... اس لیے سن رہے ہیں۔“

”آپ بھی... یعنی کہ آپ بھی مذاق کر رہے ہیں۔“
”نہیں تو... ہمارے جملے میں مذاق والا کوئی لفظ نکال سکتا۔“

”کچھ بھی ہوا انکل... ہم ساتھ چلیں گے۔“
”تو تم چل سکو گے...“

”ہاں! آج ہم نے کافی دیر تک چہل قدمی کی ہے۔“
”نہیں! آج ہم نے کافی دیر تک چہل قدمی کی ہے۔“

”لیکن چہلوں کے نقوش تو بالکل اسی طرح ہیں... تم

فاروق نے منہ بنایا۔
”شیں... شیں شیں شہوں شا۔“ اخلاق نے کر

ہوئی آواز میں کہا۔
”دھت تیرے کی... ہے کوئی تک...“ محمود

کرا اپنی ران پر ہاتھ مارا۔
”کہتے رہو بھائی... کہتے رہو... لیکن

آفتاب جل گیا۔
”آپ لوگ مہم پر روانہ ہو جائیں اور

بستروں پر پڑے رہیں... یہ نہیں ہو سکتا۔“ شوکی بولا۔
”تو کیا ہم تم لوگوں کے ساتھ یہاں بستر

جائیں۔“ فاروق جل گیا۔
”ہمارا یہ مطلب بھی نہیں ہے۔“

”تو پھر شوکی... تم وہ بتاؤ تا جو تمہارا مطلب
خان رحمان نے بھی منہ بنایا۔

”ہم بھی مہم میں آپ کے ساتھ جائیں گے۔“
”کیا!!!“ ان سب کے منہ سے ایک ساتھ

”شکلیں دیکھی ہیں اپنی آئینے میں۔“

لوگ ذرا بھی نہیں پہچانے جا رہے... کہیں سے کسی سمت سے
دیکھ کر بھی کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم شوکی برادرز ہو۔“ آفتاب
مسکرایا۔

”کوئی پروا نہیں... کوئی ہمیں پہچانے نہ پہچانے، اس
سے کیا فرق پڑتا ہے۔“

”پہلے ہمیں چل پھر کر دکھاؤ... چہروں کی تو خیر کوئی
پہلے ہمیں چل پھر کر دکھاؤ... چہروں کی تو خیر کوئی
بات نہیں... یہ برقعوں میں ہمارے ساتھ چلے جائیں گے۔“
محمود ہنسا۔

”سن رہے ہیں انکل۔“ مکھن نے ہانک لگائی۔

”ہاں ہاں بھئی... بالکل سن رہے ہیں... تم فرما
کرو... ہمارے کان بالکل کام کر رہے ہیں۔“ پروفیسر
نے گھبرا کر کہا۔

”تب پھر آپ انہیں روکتے نہیں۔“

”بری بات ہے بھئی... رک جاؤ۔“

”جی اچھا! آپ کہتے ہیں تو رک جاتے ہیں...“

شوکی... تم چاروں چل پھر کر بلکہ کسی قدر بھاگ
دکھاؤ...“

”اچھی بات ہے...“

چاروں اچھل کر کھڑے ہو گئے... اور پھر انہوں نے
دوڑ لگا کر دکھائی... وہ غور سے دیکھتے رہے... آخر جب وہ
رک گئے اور ان کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے تو فاروق نے کہا۔
”شوکی کی دائیں ٹانگ میں لنگراہٹ ہے... مکھن
بایاں پاؤں پوری طرح نہیں ٹکا سکتا... اشفاق کا چلتے وقت گھٹنا
مڑتا ہے... رہ گیا اخلاق... اس کی زبان میں لنگراہٹ
ہے۔“

”تو یہ ہے تم سے...“ شوکی جھلا اٹھا۔

”بھئی میرا خیال ہے... انہیں ساتھ لے ہی جانا
پایے... ورنہ...“ پروفیسر کہتے کہتے رک گیا۔

”ورنہ کیا انکل۔“ آفتاب نے پوچھا۔

”ورنہ یہ ہمارے پیچھے پڑے رہیں گے...“

”چلیں خیر... لے چلتے ہیں... ہمیں کیا... کوئی ان
نے گا تو ہم اسے کچھ نہیں کہیں گے...“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے... ہمیں دوسروں کی کوئی پروا
...“ شوکی نے فوراً کہا۔

”اچھی بات ہے... ہم تمہیں ساتھ لے چلتے ہیں... تاکہ تم بھی تیاریاں کر لو...“
ڈاکٹر حضرات کو جب معلوم ہوا کہ شوکی برادرز چارہ ہیں تو وہ بہت حیران ہوئے اور فوراً وہاں آ گئے۔
”یہ آپ کیا کر رہے ہیں... ابھی انہیں نہ لے جائیں...“

”ہم کہاں لے جا رہے ہیں... یہ تو خود ہی یہاں رہے پرتیار نہیں ہیں۔“ فاروق نے منہ بنایا۔
”ہم اب بالکل ٹھیک ہیں ڈاکٹر اکل۔“
”چہرہ دیکھ کر بات کرو بھائی۔“ آفتاب نے ہانپ لگائی۔

ڈاکٹر مسکرا دیے... آخر انہوں نے انہیں جاننے کی اجازت دے دی... وہ سب گھر آ گئے... اور تیاریاں...
مصرف ہو گئے... اپنے شہر سے تو انہیں جہاز پر جانا تھا...
کے بعد ان کا سفر جنگل اور پھر صحرا میں ہونا تھا...
ضروری ضروری چیزیں ساتھ لے لیں... اور بالآخر...
ساسان ساتھ لے لیا۔ جہاز کا سفر خوش گوار رہا۔

شوکی برادرز کو بار بار دیکھتے رہے... تاہم شوکی برادرز کو کوئی پروا نہیں تھی... ان کے لیے کبھی بہت تھا کہ ہم سب ساتھ ہیں... آخر جہاز کا سفر ختم ہوا... وہاں سے وہ ایک ہوٹل میں آئے... انہوں نے سوچا تھا، صحرائی شہر میں ایک رات ٹھہر کر معلومات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے... تاکہ اگلا سفر زیادہ سے زیادہ آسان ثابت ہو...
جس ہوٹل میں انہیں جگہ ملی... اس کا نام تھا ثوبان ہوٹل اور اس شہر کا نام بانڈی پور تھا... وہ ان اطراف میں زندگی میں پہلی بار آئے تھے... ہوٹل کے کمروں میں اپنا سامان رکھنے کے بعد انہوں نے بیرے کو بلایا... بیرا فوراً ہی آ گیا... خان رحمان نے اس سے کہا۔

”ہم دراصل سیاح قسم کے لوگ ہیں... ان اطراف میں گھومنے پھرنے کے لیے آئے ہیں... ہم ان علاقوں کے بارے میں معلومات چاہتے ہیں۔“
”معلومات مل جائیں گی... فائدہ کوئی نہیں ہوگا۔“ بیرے نے کہا۔
”کیا مطلب... یہ کیا بات ہوئی۔“

”مطلب یہ ہے کہ صحرا کا علاقہ ہے... اندر جا کر کیا کریں گے... نہ وہاں کوئی مقام ہے... نہ سبزہ... نہ آبادی۔“

”لیکن صحرا کے دوسری طرف کیا ہے۔“

”شارجستان کی سرحد... وہاں کوئی پہنچ جائے تو وہ

لوگ اسے ویسے ہی گرفتار کر لیتے ہیں۔“

”ہمارے پاس ایک نقشہ ہے... یہ نقشہ ہمیں بتاتا ہے

کہ صحرا کے شمال مشرق کی سمت میں اگر چلتے رہیں تو ایک

گاؤں آتا ہے... اس کا نام ہے شاگورا۔“

”ہاں تو پھر... اس گاؤں میں بھلا سیاحوں کے لیے

کیا کشش ہو سکتی ہے... وہ تو بس ایک گاؤں ہے۔“

”ہم دراصل اس گاؤں تک جانا چاہتے ہیں۔“

رحمان مسکرائے۔

”لیکن کیوں... بیرے کے لہجے میں حیرت درآئی۔“

”ہم دراصل سیاح ہیں اور ہر قسم کے...

مقامات اور غیر دلچسپ چیزوں میں دلچسپی رکھتے ہیں۔“

نے وضاحت کی۔

”اس گاؤں تک پہنچنا بھی آسان کام نہیں... قدم قدم پر خطرات ہیں... کچھ قبائلی لوگ بھی رہتے ہیں۔“

”ابھی تو آپ کہہ رہے تھے... راستے میں صرف

صحرا ہے۔“

”وہ سرحد والی سمت میں کہہ

رہا تھا... شاگورا گاؤں جانے کے لیے راستے میں کبھی

صحرا آئے گا... کبھی قبائلی بستیاں آئیں گی... اور وہ بہت

خونخوار قسم کے لوگ ہیں... کوئی اس طرف سے گزر جائے

... ہو نہیں سکتا۔“

”آپ تو ہمیں ڈرائے دے رہے ہیں۔“

”میں خود آپ کے لیے خوف محسوس کر

رہا ہوں اور آپ کو مشورہ دوں گا کہ کسی اور سمت کی سیاحت

کر لیں... شاگورا گاؤں جانے کا خیال دل سے نکال

لیں... کیونکہ...“ وہ کہتے کہتے رک گیا

”اب آپ یہ ایک عدد کیونکہ کیوں لے آئے درمیان

”کیونکہ... آپ کسی نہ کسی طرح... تمام خطرات

”آپ تو دوسروں کو روکتے ہیں اس طرف جانے سے... پھر آپ نے صحرا میں انسانی ہڈیاں کیسے دیکھ لیں۔“
اس سوال کے جواب میں وہ نظریں چھانے لگا
”بھئی ذرا سچ بتا دو۔“ فرزانہ مسکرائی۔
”سچ بتا دوں... کیا بتا دوں۔“
”جو باتیں آپ نے بتائی ہیں... ان میں سچ کہاں تک ہے؟“

”میں سمجھا نہیں آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔“ اس نے منہ
”اور مجھے یقین ہے... آپ اچھی طرح سمجھ رہے ہیں
کہیں کیا کہنا چاہ رہی ہوں۔“ فرزانہ مسکرائی۔
”میں اب بھی نہیں سمجھا۔“

”ہم آپ کو سمجھا دیتے ہیں... یہ دیکھیے... میرے ہاتھ
... فرزانہ نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھا دیا... انہوں نے
اس کے ہاتھ میں سینڈل تھا... سینڈل دیکھ کر اس کا منہ
... فرزانہ بول اٹھی...“

”نئے سینڈل دکھانے کا مطلب جانتی ہیں

کو عبور کر کے شاگور اگاؤں پہنچ بھی گئے... تو وہاں آپ کے
لیے سب سے بڑھ کر خطرہ موجود ہوگا۔“
”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔“ آفتاب کانپ گیا۔
”آپ کی مرضی... اگر موت کے منہ میں جانا ہے تو
میں کیا کر سکتا ہوں آپ کے لیے۔“ اس نے برا سامنہ بنایا۔
”کیا کچھ اور لوگوں نے بھی کبھی شاگور اگاؤں جانے
کی کوشش کی ہے۔“

”کچھ سر پھرے ہوتے ہیں... ہم لوگ انہیں صاف
صاف بتا دیتے ہیں... پھر وہ چلے جاتے ہیں... تو ہم کیا کر سکتے
ہیں۔“

”تو کیا ایسے لوگ واپس نہیں
آتے۔“ پروفیسر داؤد نے گھبرا کر کہا۔
”بالکل نہیں آتے... ہم نے تو آج کسی کو آئے

دیکھا نہیں... البتہ صحرا میں ان کی ہڈیاں ضرور نظر آ جاتی ہیں۔“
”کیسے نظر آ جاتی ہیں... فرزانہ بول اٹھی...“

”میں اس نے اسے گھورا۔“
”کیا مطلب۔“

آپ... "وہ سرد لہجے میں بولا۔
"ہاں! ایک مطلب تو یہ ہے کہ آپ دراصل نقلی ہیں۔"

ہیں۔ "کیا!!! وہ بری طرح اچھلا۔

"اور دوسرا مطلب... ہے کہ آپ ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔"

ہوئے اس ہوٹل تک آئے ہیں۔

"کیا!!! وہ پھر چیخا۔"

"اور تیسرا مطلب یہ ہے کہ اب ہم آپ کی اس بیل

سے مرمت کریں گے۔"

یہ کہتے ہی فرزانہ اچھل کر کھڑی ہو گئی... اور میں

کے پاس جا کھڑی ہوئی... ایسے میں وہ سانپ کی طرح ہٹا

"خبردار۔"

انہوں نے دیکھا... اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔

☆☆☆☆☆

پستول بمقابلہ سینڈل

"اسے کہتے ہیں، پستول بمقابلہ سینڈل۔" وہ ہنسا۔

"جانے دو فرزانہ... شریف آدمی ہے... اس کا
ہارا کیا جھگڑا۔" محمود نے بڑا سامنہ بنایا۔

"ہاں اور کیا... جاؤ بھائی جاؤ..." آصف نے

"جانتا ہوں... لیکن جو تم سوچ رہے ہو... وہ نہیں

یہ کہتے ہی اس نے ٹریگر دبا دیا... اور اس کے وار سے

سارے ادمر ادھر لڑھک گئے، لیکن دوسرا لمحہ حیران کن

تھا کہ پستول سے کوئی گولی تو نکلی ہی نہیں تھی، اس میں

کچھ دھواں کی ایک باریک سی دھار نکلی تھی... اور پھر یہ

کامیابی کی کہانی سنا دینا... شاگور گروپ کا سراغ لگاتا تھا رے
اس کی بات نہیں... اور اس کے کرتا دھرتا تک پہنچنا تو صرف
خواب و خیال کی بات ہے... کیونکہ اس کے بارے میں تو کبھی
گروپ کے کسی آدمی کو پتا نہیں چل سکا... پورے گروپ میں کسی
کو بھی معلوم نہیں تھا... کہ چیف کون ہے... اور نہ یہ راز
معلوم ہو سکا... اور نہ تم معلوم کر سکو گے۔“

محمود نے کہنا چاہا: ”تب پھر تم لوگوں کو پریشانی کس
کی ہے... ہمیں لگتا ہے کہ مارنے دو۔“
لیکن وہ کہہ نہ سکا... پورا جسم بے جان ہو کر رہ گیا

”الوداع۔“ اس نے ہاتھ ہلایا کر کہا اور کمرے سے
... انہوں نے اسے جاتے ہوئے دیکھا... لیکن کچھ بھی
... عیب بے بسی تھی... وہ نہ جانے کتنی دیر ساکت لیٹے
... انہوں نے محسوس کیا، آہستہ آہستہ ہاتھوں پیروں میں
... گویا اس گیس کا اثر زائل ہو رہا تھا۔ آخر
... صرف ہاتھ پیر ہلانے کے قابل ہوئے... پھر
... ہاتھ کر بیٹھ سکے... اب محمود نے کہا:

باریک دھار ایک دم پورے کمرے میں پھیل گئی... انہیں اس
قدر زور دار چکر آئے کہ اپنے پیروں پر کھڑے نہ رہ
سکے... بے لپٹے چلے گئے۔ اور مزے کی بات یہ کہ وہ بے ہوش
نہیں ہوئے تھے... بس ہاتھوں پیروں کی جان نکل گئی تھی۔
”اب میرے سر پر سینڈل بجانے کے بارے میں
خیال ہے۔“ وہ پھر ہنسا۔

”تم لوگوں کے لیے مشورہ ہے... بیٹھنا سے لوٹ
جاؤ... آگے صرف موت ہے... وہ موت کا صحرا ہے...
عبور کر کے تم شاگور ا جانا چاہتے ہو... اگر تم وہاں پہنچ گے تو
شاگور کے لوگ تمہیں نہیں چھوڑیں گے... وہ آدم خور
لوگ ہیں... تمہیں بھون کر کھا جائیں گے۔“

فاروق نے بوکھلاہٹ کے عالم میں ارے باب
کہنا چاہا، لیکن صرف ہونٹ ہل کر رہ گئے:
”مجھے بس یہی کہنا تھا... مجھے یہی کہنے کے لیے
تھا...“

”ویسے تم سیر پاٹے کی غرض سے یہاں
سکتے ہو... پھر واپس کا سفر کر لینا... اور اپنے شہر

جی... کیا فرمایا آپ نے میں پھر آ گیا... میں پہلے

کیا مطلب... کیا تم... وہ نہیں... محمود چلا اٹھا۔
پتا نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں... اس نے مزہ

کیا اس ہوٹل میں تمہارا کوئی ہم شکل موجود ہے۔
بالکل نہیں۔ اس نے پر زور انداز میں سر ہلایا۔
ابھی دو گھنٹے پہلے ہم نے بیرے کو بلانے کے لیے گھنٹی
جی... جو بیرا آیا، وہ بالکل تمہارا ہم شکل تھا۔
کیا!!! اس بار بیرا چلا اٹھا۔

ہاں... وہ سو فیصد تم جیسا تھا... خیر ہم اس سے کچھ
بچتے رہے... پھر اچانک اس نے ہم پر پستول تان
نہیں۔ وہ ہٹلایا۔

اور پھر اس نے فائر کر دیا۔ آصف نے فوراً کہا۔
کیا کہا... فائر کر دیا... لیکن آپ سب تو بالکل زندہ
ہیں۔ بیرے نے حیران ہو کر کہا۔

کیا خیال ہے... اس واقعے کی اطلاع ہوٹل کی
انتظامیہ کو کی جائے۔

کیا فائدہ ہو گا... وہ کہہ دیں گے... اس طرح
صورت کا کوئی شخص ہمارے ہوٹل کا بیرا نہیں ہے، لہذا ہمارا اندازہ
اڑے گا... لہذا ہم خاموشی اختیار کریں گے...
دو گھنٹے بعد اس گیس کا اثر بالکل ختم ہو چکا تھا اور وہ
پہرے کے قابل ہو گئے تھے:

میرا خیال ہے... ہم نہالیں... اس طرح ہم
دم ہو جائیں گے... ورنہ گیس کی وجہ سے سستی تو باقی رہے گی۔
پرو فیسر بولا۔
بالکل ٹھیک ہے۔

غسل کے بعد انہوں نے ہوٹل کے کاؤنٹر کا نمبر
کسی بیرے کو بھیجنے کے لیے کہا، پھر جونہی بیرا کمرے میں
... وہ بہت زور سے اچھلے... ان کی آنکھیں مارے
پھیل گئیں... اس کی شکل صورت بالکل اسی
تھی... جو ابھی انہیں مفلوج کر کے گیا تھا۔
یہ... یہ کیا... تم پھر آ گئے۔

یہ یقین کرنے کی کوشش کریں گے کہ آپ وہ نہیں ہیں۔۔۔
 ”یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں... آپ کو معلوم ہوتا
 ہے کہ اس طرح کسی پر پستول تانا خلاف قانون ہے۔۔۔“
 ”ہم آپ کے یا آپ کی ہم شکل کے یا آپ کے میک
 اپ میں کسی کے ہاتھوں نقصان اٹھا چکے ہیں، ان حالات میں ہم
 آپ پر اطمینان کریں گے... چلو آصف... اس کی تلاشی
 محمود نے سرد آواز میں کہا۔

آصف نے اٹھ کر اس کی تلاشی لی... پھر نفی میں سر ہلا کر

”وہ پستول تو نہیں ہے اس کے پاس۔“

”ہوں ٹھیک ہے... اب بتاؤ... تم شاگورا گاؤں کا
 ”شاگورا... گاؤں... کیا مطلب۔“ وہ چونکا۔

”شاگورا کا مطلب بتاؤں یا گاؤں کا۔“ محمود نے
 ”دونوں کا۔“ اس نے بھنا کر کہا۔
 انہوں نے اسے بتایا کہ وہ کیا جاننا چاہتے ہیں... پوری

”آپ پہلے پوری بات تو سن لیں۔“ خان رحمان

گئے۔

”اچھا سنائیں۔“ اس نے گھبرا کر کہا۔

اور پھر اسے ساری بات بتائی گئی... اس کی آنکھ

مارے حیرت کے پھیلتی چلی گئیں...

”اور اب ہم نے بیرے کو بلایا تو پھر وہی شکل اور

کا آدمی آگیا... لہذا آپ جانیں اور کسی اور کو بھیج دیں۔“

”یہ کیا بات ہوئی... وہ ضرور کوئی فراڈ تھا...

میں اصلی بیرا آپ کے پاس آگیا ہوں۔“

”لیکن جناب آپ یہ بھی تو بتائیں کہ اس قدر

سے یہ کس طرح ہو گیا... کسی نے آپ کا میک اپ

اتنا کامیاب میک اپ کس طرح کر لیا... اب ذرا آپ

دائیں ہاتھ کی طرف دیکھ لیں۔“ محمود نے سرد آواز میں

اس نے چونک کر ان کی طرف دیکھا...

ہاتھ میں پستول نظر آیا...

”اب آپ حرکت نہیں کریں گے... ہم آپ

لیں گے... اگر آپ کی کسی جیب سے وہ پستول برآ

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا... آخر چہ
دو فرد اڈاؤ دیوے

”ٹھیک ہے... آپ ہمیں راستہ سمجھا دیں۔“

”اور یہ جو آپ نے پستول تان رکھا ہے۔“

”تان ہی رکھا ہے نا... گولی تو نہیں چلائی... راستہ
بتاؤ۔“ محمود نے سرد لہجے میں کہا۔

”اچھی زبردستی ہے۔“

”ہوگی... تم راستہ بتاؤ۔“

اس نے جو پتا بتایا... وہ اسی کے مطابق تھا جو اس کے
محل نے بتایا تھا...

”ٹھیک ہے... اب تم جا سکتے ہو... اور پستول تاننے
محل میں اگر پولیس کو بلانا چاہتے ہو تو شوق سے بلا لو... ہم

ہم... دیے تمہارا نام کیا ہے۔“

”میرا نام ظافر ایڈو ہے۔“

”کافی خوب صورت نام ہے۔“ فاروق نے

”تو یہ نام آپ بھی رکھ لیں... مجھے کوئی اعتراض

بات سمجھنے کے بعد اس نے کہا۔

”صحرا کے آس پاس شاگورا گاؤں ہے... لیکن وہاں
تک پہنچنا بہت مشکل ہے... ہاں جیلی کا پٹر کے ذریعے وہاں جانا

بہت آسان ہے۔“

”یہاں ہم جیلی کا پٹر کہاں سے لائیں۔“ محمود نے

بتایا۔

”بس تو پھر صحرا کی ریت پھانکتے جائیں اور آگ

بڑھتے جائیں... یا تو آپ شاگورا گاؤں پہنچ جائیں گے۔“

پھر آپ کی لاشیں صحرا میں پڑی مل جائیں گی... لیکن میں

کیسے... ادھر تو کوئی سر پھرا نہیں جاتا ہے... ویسے چند دن

ایک سر پھرا اپنے ایک ساتھی کے ساتھ گیا ہے اس طرف۔“

”تمہارا مطلب ہے... شاگورا گاؤں کے

وہ۔“ خان رحمان کے لہجے میں حیرت تھی۔

”ہاں... بالکل۔“

”حیرت ہے... بھلا وہ کیوں گئے۔“

”یہ انہوں نے نہیں بتایا... وہ بھی آپ ہی

پتا پوچھ رہے تھے... اور اسی ہوٹل میں ٹھہرے تھے...

وہ مسکرا دیے... محمود نے دروازہ کھولا تو جھرا پو لیس کے ساتھ کھڑا نظر آیا... اس نے کہا

”یہی ہیں وہ... انہیں گرفتار کر لیجیے۔“

”فکر نہ کرو... اب یہ بچ کر کہاں جائیں گے۔“ ایک ب انپکٹر نے اندر آتے ہوئے کہا۔

”گرفتار تو آپ اسے کریں۔“ خان رحمان نے بولے۔

”کیا مطلب...“

انہوں نے ساری بات دہرا دی

”ان کی کہانی یا تو جھوٹ ہے انپکٹر صاحب

... یا پھر وہ کوئی اور تھا... لیکن انہیں مجھ پر پستول تاننے کا کوئی حق نہیں تھا۔“

”کیوں جناب۔“ سب انپکٹر ان کی طرف لوٹ پڑا۔

”ہم نے ساری کہانی سنا دی... اب آپ خود فیصلہ

لیں... ہم نے اسے کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا نا... اپنی

خلافت کے لیے پستول تانا تھا... وہ بھی اس لیے کہ اس نے یا

ان کے ہم شکل نے ہم پر دھوئیں دار پستول سے قار کیا

نہیں۔“ اس نے جمل کر کہا۔
قاروق کا منہ بن گیا... باقی مسکرائے گئے... اور

پھر ابرے برے منہ بناتا چلا گیا...
”میرا خیال ہے... ہم صبح سویرے منہ اندھیرے پلے

گئے... اس طرح دو پہر تک شاید ہم صحرا عبور کر لیں۔“
”ہم یہ پوچھنا بھول گئے کہ صحرا کا فاصلہ ہے کتنا۔“

”کوئی بات نہیں اب پوچھ لیں گے... وہ اب پلے

کو ساتھ لے کر آئے گا۔“
”آنے دو... ویسے کیا خیال ہے... یہ وہی ہے

دوسرا۔“
”میرے خیال میں یہ وہی ہے... اور ہمیں اس

ہو شیار رہنا ہو گا۔“
”اللہ مالک ہے۔“ کئی آوازیں ابھریں۔

پھر ان کے دروازے پر زور دار دستک ہوئی

چونک اٹھے... محمود نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے

”کون۔“

”پولیس۔“

تھا... اگر ہمارے ساتھ ایسا نہ ہوتا تو ہم کیوں ایسا کرتے۔“
”میرا خیال ہے... بات کو ختم کر دو۔“ سب انسپکٹر

نے پیرے کی طرف دیکھا۔
”دیکھ لیں... کہیں یہ یہاں کوئی واردات نہ

کر جائیں۔“ پیرا بولا۔
”مجھے تو یہ لوگ شریف لگتے ہیں... میں نے بھی آخر

گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔“
”پیا ہوگا... میں چاہتا ہوں... آپ ان کے خلاف

رپورٹ درج کر لیں۔“
”تب پھر ہماری طرف سے اس کے خلاف رپورٹ

درج کرنا ہوگی۔“ محمود نے قدرے بلند آواز میں کہا۔
”بالکل ٹھیک... اب کیا کہتے ہو۔“ سب انسپکٹر

طرف مڑا۔
”اچھی بات ہے... میں معاملہ رفع دفع

ہوں... اگر انہوں نے کوئی واردات کی تو ذمے دار آپ

گے۔“
”ٹھیک ہے... کوئی پروا نہیں... اب تم جا

...

...

پیرا پھر برے برے منہ بناتا چلا گیا... اب سب انسپکٹر
ان کی طرف متوجہ ہوا

”کیا آپ کی کہانی درست ہے؟۔“
”سو فیصد... اور ہمیں اس پیرے پر بھی شک ہے۔“

”آپ لوگ آئے کہاں سے ہیں... مجھے آپ جانے
پہچانے سے لگتے ہیں اور اگر آپ مجھے بیٹھنے کی اجازت دے دیں

تو میں کہوں گا... آپ لوگ انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران
مرزا پارٹی کے لوگ ہیں... البتہ یہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں

یہ کی اور ہی خطے کے لوگ ہیں۔“ اس نے شوکی برادرز کی طرف
اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اور انہیں ہنسی آگئی... پھر محمود نے کہا
”آپ کا اندازہ درست ہے... ہم وہی ہیں... اور

یہی اتفاق سے شوکی برادرز ہی ہیں۔“
”گگ... کیا... نہیں... یہ... یہ کیسے ہو سکتا

جس طرح میں آپ لوگوں کو پہچانتا ہوں... اسی طرح
شوکی برادرز کو بھی پہچانتا ہوں... ان کے چہرے مہرے... ان

...

...

...

صحرا کے پار

انہوں نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا:
 ”یہ... یہ اب کون آگیا۔“ فاروق نے گھبرائی ہوئی
 آواز میں کہا۔

”پوچھ لیتے ہیں... ویسے انداز دوستانہ نہیں ہے۔“
 کوثر نے کہا اور دروازے پر پہنچ کر بولا:
 ”کون؟“

”دروازہ کھولو... میں وہی ہیرا ہوں... اب میرے
 زخم پالیں کے بڑے آفیسر ہیں۔“

”ارے باپ رے۔“ آفتاب کے منہ سے نکلا۔
 ”کھول دیں... کوئی پروا نہ کریں...“ سب انہیں
 دیکھ کر کہے۔

اب انہیں مختصر طور پر بتانا تھا کہ ان کے چہرے پر
 تہ یلیاں کیسے آئیں... ایسے میں ایک بار پھر دروازے پر
 غوغا کا انداز میں دستک ہوئی...
 وہ بری طرح اچھلے:

☆☆☆☆☆

ساتھ ہی محمود نے کہا:

”اور ہم یہ بات یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ پہلے والا
بیرا بھی یہی ہے... یہی دوبارہ بھی آیا تھا... لہذا چیک تو کرتا
چاہیے اسے... نہ کہ ہمیں... اب اگر اس کی جیب سے وہ
دھوئیں والا پستول نکل آتا ہے تو ہماری بات ثابت ہو جاتی
ہے... یہ دوسری بار پستول ساتھ نہیں لایا تھا... لیکن چونکہ ہم
اس کی تلاشی لے چکے ہیں... لہذا تیسری مرتبہ یہ پستول ضرور
ساتھ لایا ہے... خبردار تم ہاتھ جیبوں کی طرف نہیں لے جاؤ گے
... ورنہ گولی تمہارے دل کے پار ہوگی۔“ آصف غرایا... اس
کے ہاتھ میں پستول موجود تھا۔ اس نے مزید کہا:

”ہاتھ اوپر اٹھا دو۔“

اس کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے... آنکھوں میں خوف چھا
... اب جو اس کی تلاشی لی گئی تو وہ پستول برآمد ہو گیا... ایسا
نہل وہ پہلی بار دیکھ رہے تھے:

”یہی ہے وہ پستول... اور اس کے ساتھ ہی ہماری
پاکل بھی ثابت ہو جاتی ہے اور اس کے ساتھ ہم یہ بھی
... آخر زندگی میں پہلی بار شاگورا گورپ کا ایک

محمود نے دروازہ کھول دیا... انہوں نے
دیکھا... باہر واقعی ایک پولیس آفیسر کھڑا تھا...
”یہ یہاں اندر کیا ہو رہا ہے اور انسپکٹر خالد...
یہاں کیا کر رہے ہیں، میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ آپ
لوگوں کے ساتھ مل کر کوئی ساز باز کر رہے ہیں... آپ نے
کے مقابلے میں بیرے کا ساتھ نہیں دیا جب کہ آپ کو یہاں
لایا تھا۔“

”آپ اندر تشریف لے آئیں سر... میں
ساری تفصیل سنا دیتا ہوں...“ سب انسپکٹر خالد نے
جلدی کہا... پھر ان سے بولا:

”یہ ہمارے علاقے کے ڈی ایس پی الٹا
ہیں۔“

”ان سے ملاقات کر کے خوشی ہوئی...
آجائیں... پہلے پوری کہانی سن لیں...
”ضرور... کیوں نہیں۔“

وہ اندر آ گئے... اب سب بیٹھ گئے...
... سب انسپکٹر خالد نے ساری کہانی دہرائی

آدی ہمارے ہاتھوں گرفتار ہوئی کیا... اب آئے
عرہ... محمود کہتا چلا گیا۔

... کیا مطلب... یہ کیا کہا آپ نے... انکیٹر خالد
کون لوگ ہیں۔

خالد مسکرا دیا اور پھر اس نے ان کا تھوڑا
کرایا... ڈی ایس پی صاحب کے چہرے پر حیرت دوڑ گئی
میں اس لمحے پیرادھڑام سے زمین پر گرا...

سب چوٹ کر اس کی طرف مڑے... انہوں نے
اس کے ہونٹوں سے سبز رنگ کا جھاگ بہہ رہا تھا...

تھا۔
... افسوس... پہلا آدی ہاتھ لگا... لیکن اس نے...

خودکشی کر لی۔ "فرزانہ کے منہ سے نکلا۔
"یہ سب کیا ہے۔" ڈی ایس پی بولے۔

انہوں نے انہیں ساری کہانی سنا ڈالی...
ایس پی صاحب نے کہا:

"تو اب آپ لوگ شاگورا گاؤں جاتے
رکتے ہیں۔"

"چاہتی ہوگا... ہم اس راز سے پردہ اٹھا کر رہیں
گے۔"

"اچھی بات ہے... آپ لوگ جہاں چاہیں، جا سکتے
اس لاش کو ہم سنبھال لیں گے۔"

"بہت بہت شکریہ لیکن... ہم یہ تو جانتا چاہیں گے کہ
اس ہوٹل میں کیسے آ گیا... پہلے سے پیرا چلا آ رہا ہے یا نیا بھرتی
ہوا ہے۔"

"اوہ ہاں... یہ معلوم کرنا ہوگا... خیر... ہم ہوٹل
مالک کو بلاتے ہیں۔"

انہوں نے کاؤنٹر کا نمبر ملایا... فوراً ہی کلرک کی آواز
"جی فرمائیے۔"

"ہمارے کمرے میں ہوٹل کے مالک کو فوراً بھیج
آپ کے ہرے نے خودکشی کر لی ہے۔"

"کیا!!!" وہ چلا اٹھے... پھر ریسپور پٹنے کی آواز
"جی ہاں۔"

بلدی ایک بھاری بھر کم آدی ہانپتا ہانپتا اندر داخل

ایک منٹ بعد دروازہ کھلا... اور ٹیبلو چلا اٹھا:
"ارے باپ رے... اسلی میرا تو یہ رہا... پھر وہ
"س کی ہے۔"

"یہی بتائے گا... کیونکہ اس کے جسم پر اس کی وردی
"اور یہ یہاں گھر میں بیٹھا ہے۔"

ادھر ہیرے کے چہرے پر رنگ آ رہا تھا اور دوسرا چارہ

"یہ سب کیا ہے۔"

"ت... تو کیا... وہ مرچکا ہے۔" ہیرے کی آواز

"ہاں! اب ذرا جلدی سے بتا دو... یہ سب کیا ہے۔"

"افسوس! یہ کیا ہوا... وہ کل میرے پاس آیا تھا...

"اسے ہیرا بننے کا بہت شوق ہے... بس وہ ایک دن

میرے کی زندگی گزارنا چاہتا ہے... اگر میں اسے اپنی

سے دوں اور کام سمجھا دوں تو وہ مجھے بیس ہزار روپے

دے گا... وہ کتنی ذرا سی بات کے لیے مجھے

یہ... یہ کیسے ہوا... وہ بولا۔
"پہلے تو یہ بتائیں... یہ آپ کے ہوٹل کا ہی ہے۔"

"... نہیں... نہیں... یہ... ہمارے ہوٹل کا ہے۔"

"... البتہ۔" وہ کہتے کہتے رک گیا۔
"البتہ کیا؟"

"البتہ اس کے جسم پر ہمارے ہوٹل کی ہی
"ہے... اور یہ وردی ہیرا نمبر 30 کی... ایک منٹ۔"

یہ کہہ کر اس نے کاؤنٹر کا نمبر ملایا، پھر بولا:
"ہیرا نمبر 30 کہاں ہے۔"

دوسری طرف کا جواب سن کر اس نے حیران
"اوہ... اوہ... اس کا مطلب ہے..."

شخص نے دراصل ہیرے کی جگہ لی... ہمیں اس کے

پتا کرنا پڑے گا... آئیے جلدی۔"

وہ اسی وقت نیچے اتر کر ہیرا نمبر 30 کے

... ہوٹل کے فیجر نے گھبرائے ہوئے انداز میں

میں ہزار دے رہا تھا... لیکن کاؤنٹر کلرک کے علم میں لائے بغیر
یہ کام نہیں ہو سکتا تھا... میں نے اسے یہ بات بتائی اور کہا کہ
کلرک کو بھی کچھ دینا پڑے گا... اس نے فوراً ہی کہہ دیا کہ میں
ہزار اس کے ہو گئے... میں نے جا کر اس سے بات کی...
بات ہمیں عجیب تو لگی... لیکن بات تھی مفت کے بیس بیس
کی... سو ہم نے یہ سودا کر لیا... یہ ہے کہانی۔“

”ہوں... اب تو جناب آپ کو اس کے بارے میں
معلومات حاصل کرنا ہوں گی... کہ وہ دراصل کون ہے
لیکن نہیں... اس کے اصل کپڑے کہاں ہیں۔“ محمود نے پوچھا
”یہ ہیں...“
”وہ ہمیں دکھائیں۔“

انہوں نے اس کے کپڑوں کی تلاشی لی... اس نے
شناختی کارڈ نکل آیا... شوکی کے شہر کا رہنے والا تھا...
نام شہباز طوطی تھا... انہوں نے اس کے کاغذات
کر لیے... پھر ڈی ایس پی کی طرف متوجہ ہوئے:
”اب ان دونوں کا کیا کیا جائے۔“
”کیا تو یہ انہوں نے جرم ہی ہے...“

فیس کی خود کشی کا کیس درج کرنا چاہے گا...
”ہوں... خیر... آپ کیس درج کر لیں... لیکن
ان کی ضمانتیں بھی کرادیں... بس یہ بے چارے لالچ میں
آ گئے... کوشش کریں کہ یہ سزا سے بچ جائیں... بیس بیس
ہزار سے تو کہیں زیادہ اب ان کے اس کیس پر خرچ ہو جائیں
گے۔“

”وہ تو ہوں گے... آخر وکیلوں کی فیس دیں گے...
ان کے چکر کاٹیں گے...“ ڈی ایس پی مسکرائے۔
”خیر اس سارے چکر کا ایک فائدہ ہو گیا... اور وہ یہ
کہ گورنر روپ کے کم از کم ایک آدمی کا پتا چل گیا... اب
وہ اس دنیا میں نہیں رہا... لیکن اس کا نام پتا ضرور معلوم
ہو گا اور اس کے ذریعے کیس ضرور آگے بڑھے گا۔“

”ان شاء اللہ!“ وہ ایک ساتھ بولے۔
”دوسرے دن صبح سویرے وہ اپنے سفر پر روانہ
ہوئے... ایسے میں محمود کو یاد آیا:

”گورنر روپ کے مرنے والے آدمی نے ایک
پہلے دو افراد اس طرف گئے ہیں...“

”لیکن بھی... یہ بات تو غلط بھی ہو سکتی ہے۔“
”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ وہ تو میرا ہی نقل تھا... اس کی یہ اطلاع
کیسے درست ہو سکتی ہے۔“

”ہو سکتا ہے... اسے یہ بات اصلی میرے سے معلوم
ہوئی ہو... آخر اس سے اس نے ہر طرح کی معلومات لی ہوں
گی۔“

”ہوں... ٹھیک ہے... ہم اس سے پوچھ لیتے
ہیں... ظاہر ہے وہ اب حوالات میں ہوگا اور ڈی ایس پی
صاحب اس سے معلوم کر کے ہمیں بتا سکتے ہیں۔“ فرزانہ نے
جلدی جلدی کہا۔

”یہ ٹھیک رہے گا۔“

انہوں نے موبائل پر ڈی ایس پی صاحب سے رابطہ
کیا... ان کی بات سن کر انہوں نے میرا نمبر 30 سے اس بارے
میں پوچھا... تب اس نے بتایا کہ ان کے دو دن پہلے شاگورا
کی طرف دو مسافر روانہ ہوئے ہیں۔“

”بس ٹھیک ہے... وہ ضرور انکل ہی ہوں گے۔“

”کیا خیال ہے... وہ کون ہو سکتے ہیں۔“
”سک... کہیں...“ فرحت ہکلائی۔

”سک... کہیں کیا...“ فرزانہ نے اسے گھورا۔
”میں بتاتا ہوں... یہ بے چاری کیا کہنا چاہتی ہے...“

”کہیں وہ انکل جمشید اور انکل کامران مرزانہ ہوں...“
”ارے؟“ ان سب کے منہ سے مارے حیرت کے

نکلا۔

”لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“ آفتاب نے فوراً کہا۔
”کیوں... کیا بات ہے... ہونے کو اس دنیا میں

ہو نہیں سکتا۔“ فاروق بولا۔

”میرا مطلب ہے... وہ اگر اس کیس کے سلسلے
روانہ ہوئے ہیں تو ہمارے بعد روانہ ہوئے ہوں گے...“
”سے پہلے کس طرح صحرا کی طرف روانہ ہو سکتے ہیں۔“

”بھئی آخر وہ ہمارے انکل ہیں... کوئی
نہیں... ان کے تو پہلے ہی سبھی کام عجوبہ ہوتے ہیں۔“

مسکرایا۔

”خیر اللہ کرے ہماری ان سے ملاقات ہو جائے۔“

”حیرت ہے... وہ ہمارے ساتھ کیوں نہیں چلے۔“

آصف نے منہ بنایا۔

”یہ تو ان سے ملاقات ہونے پر ہی معلوم ہوگا۔“

”اللہ کرے یہ ملاقات جلد ہو جائے۔“ فرزانہ بولی۔

”آمین!“ سب نے ایک ساتھ کہا۔

”ویسے ایک بات کہوں... برا تو نہیں مانیں گے۔“

فاروق کی آواز ابھری۔

”کس سے کہہ رہے ہو بھائی۔“ آفتاب نے ہانک

لگائی۔

”سبھی سے۔“

”ٹھیک ہے... پھر تو کہہ سکتے ہو۔“

”یہ اپنے شوکی برادرز ہیں نا... ان کے ساتھ آئے۔“

بھلا کیا فائدہ، جب سے ساتھ آئے ہیں... ان میں سے کون

کوئی ایک بات بھی کہی ہے۔“

”شیاثریں... مشہور شیں...“ اخلاق نے جی

کہا۔

”یہ اتنے سارے شین جملے میں شامل کر دیے۔“

ہیں کیا معلوم... کون سے حرف کے بدلے میں شین بول رہے

ہو۔“

”شوم شام شین۔“ اخلاق نے جلدی سے کہا۔

”اچھا بھائی... غلطی ہو گئی... تمہارا تو چپ رہتا ہی

ہوتا ہے۔“

”ہنتر یا۔“ شوکی نے مسکرانے کی کوشش کی، لیکن اس

کی کوشش میں اس کا منہ اور زیادہ گول گپا نظر آنے لگا۔

”غالباً اب اس نے شکر یہ کیا ہے۔“ آفتاب ہنسا۔

”اللہ اپنا رحم فرمائے... بے چارے شکرے کا حلیہ بھی

ای طرح بگاڑ دیا... اسے کہتے ہیں ناچ نہ جانے آنگن

ہا۔“ آفتاب بول اٹھا۔

”بھائی آنگن نہیں... منہ ٹیڑھا۔“ فاروق نے اسے

”تو اس میں گھورنے کی کون سی بات ہے۔“ جواب

”تم کون سا گھورنے کے معاملے میں پیچھے رہ گئے

گزارا، ان پر گویا ریت کی بارش شروع ہو گئی... چند سیکنڈ تک
گولا ان کے اوپر گردش کرتا رہا... پھر آگے چلا گیا...
”ابھی اسی طرح لیٹے رہو... ہو سکتا ہے، اس کے بعد
بھی کوئی آ رہا ہو۔“ پروفیسر بولے... لیکن فوراً ہی انھوں نے
بند کر لیا... کیونکہ منہ میں ریت آ گئی تھی۔
”نن... بپ۔“ محمود کے منہ سے نکلا، پھر اس نے بھی
بند کر لیا۔

آخر کئی منٹ گزر گئے... کوئی اور گولا آتا نظر نہ
آیا... وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور لگے پکڑے جھاڑنے... لیکن
آگے بڑھنے کا ارادہ کیا تو انھیں یہ اندازہ نہ رہا کہ انھیں
سمت میں جانا ہے... کیونکہ اب ان کے چاروں طرف صحرا
ہر طرف ریت تھی... سمت کا اندازہ کیسے ہو سکتا تھا۔
”کوئی پروانہ کرو۔“ پروفیسر نے کہا اور سمت بتانے
کے کمال کر زمین پر رکھا، پھر بولے۔
”اس طرف جانا ہے۔“

”چل پڑے... اور پھر سورج نکل آیا... ریت گرم
انھیں پیاس لگنے لگی... بدن پر چونکہ بہت سی ریت

”تو یہ ہے ان دونوں سے... جہاں اکٹھے ہوئے اور
ان میں جنگ شروع ہوئی۔“ فرزانہ نے جلے کئے لہجہ میں کہا۔
”ہیک شہا۔“ اخلاق نے منہ کھولا۔
”تم تو بس رہنے دو۔“ فرحت ہنس پڑی۔
”آہا وہ دیکھو گولا... آف کس قدر تیز رفتار ہے...
کہیں ہمیں بھی اپنی لپیٹ میں نہ لے لے... ارے ہاں
رے... یہ تو ہماری طرف ہی آ رہا ہے۔“ پروفیسر داؤد
اٹھے۔

”اب... کیا کریں فرو پیسرا نکل۔“ آفتاب چلا
”لیٹ جاؤ... فوراً لیٹ جاؤ... مگر نہیں... یہ تو
کیا کہا تھا۔“ پروفیسر زور سے چونکے۔
”آپ کوئی خیال نہ کریں انکل... گولے کی
دھیان دیں۔“ محمود نے گھبرا کر کہا۔
”ہاں یہ تو ہے... لیٹ جاؤ... اس صورت
ہمارے اوپر سے گزر جائے گا... ورنہ ہم اس کی لپٹ

آجائیں گے۔“
اور وہ لمبے لیٹ گئے... پھر جونہی گولا ان

”ارے باپ رے... یہ... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔“ انھوں نے خان رحمان کا خوف میں ڈوبی آواز سنی۔
”آپ تو ہمیں بھی ڈرائے دے رہے ہیں... کیا نظر آگیا آپ کو۔“ آصف بولا۔

پھر ان سب کی نظریں اس سمت میں اٹھ گئیں... جس سمت میں وہ دیکھ رہے تھے... انھیں کوئی تیز چمک دار چیز نظر آئی... سورج کی شعاعیں پڑنے سے وہ ان کی آنکھوں کو خیرہ کر دے رہی تھی۔

”یہ... یہ کیا ہے۔“ فرحت نے گھبرا کر کہا۔

”پپ... پتا نہیں۔“ فاروق کانپ گیا۔

”اور... اور یہ چیز ہماری طرف بڑھ رہی ہے۔“

”اوہو... یہ ہے کیا چیز۔ ہم اسے دیکھ کیوں نہیں

عین اس لمحے محمود کئی فٹ اونچا اچھلا اور رت سے گرا۔
”اوہو... کی طرح بوکھلا گئے... اور لوٹ لگا گئے۔“

”لگ... کیا ہوا تھا محمود۔“ پروفیسر داؤد نے خوف سے پوچھا۔

آگری تھی... اس لیے وہ سونیوں کی طرح چبھنے لگی... خیر فی الحال تو پریشانی والی کوئی بات نہیں تھی... کیونکہ ان کے پاس پانی کی بوتلیں موجود تھیں... جو انھوں نے بوتلیں کھولیں، خان رحمان بلند آواز میں بولے۔

”بس... ایک ایک گھونٹ... اس سے زیادہ نہیں... ایسا نہ ہو کہ سفر باقی رہ جائے اور پانی ختم ہو جائے۔“ خان رحمان چلائے۔

انھوں نے ان کی ہدایت کے مطابق ایک ایک گھونٹ پی لیا اور آگے چل پڑے۔

”انکل تو اب تک نظر نہیں آئے۔“

”بھئی وہ... تو دو دن پہلے روانہ ہوئے تھے... تک تو وہ صحرا عبور کر کے دوسری طرف نکل چکے ہوں گے۔“

”آپ کا مطلب ہے... ان سے ملاقات صحرا کے

ہی ہو سکے گی۔“

”جب بھی ہوتی ہے... بس ہو جائے... ان سے

کے لیے بہت بے قرار ہو رہے ہیں ہم۔“ فرزانہ نے ہنس کے عالم میں کہا۔

بے وقوفو

وہ بے چین ہو گئے... تیزی سے محمود کی طرف لڑھکتے
گئے... آخر اس کے آس پاس جا کر رکے:
”محمود۔“ فاروق، فرزانہ اور آفتاب نے بے تابانہ

اس کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا... خان رحمان نے
لڑھک کر اس کے سینے پر کان رکھ دیا... پھر چلائے
”الحمد للہ! زندہ ہے۔“

”اللہ کا شکر ہے۔“ سب ایک ساتھ بولے۔

”لیکن پھر... اسے ہوا کیا ہے۔“

”بے ہوش ہے... ہوش میں آئے گا تو کچھ بتائے
یہ جسم پر کوئی زخم نہیں ہے۔“

انہیں محمود کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا... اب تو ان
کے ہوش اڑ گئے... لیٹے ہی لیٹے وہ محمود کی طرف مڑے...
انہوں نے دیکھا... وہ بالکل ساکت پڑا تھا۔

☆☆☆☆☆

مکرار ہاتھا:

”شاہاش فاروق۔“ پروفیسر خوش ہو گئے۔
 ”میرا خیال ہے... ہمیں محمود کا خیال چھوڑ کر اس
 بلا سے مقابلے کے تیار ہو جانا چاہیے۔“ خان رحمان بولے۔
 ”ہاں! ٹھیک ہے۔“

انہوں نے اپنے پستول اٹھا لیے... اور ایک لائن میں

”شوکی... تم چاروں... محمود کے پاس چلے جاؤ۔“
 ”شہی... شمشیری شریں گے۔“ اخلاق بولا۔

”ہتا نہیں کیا کہہ رہے ہو... خیر... تمہاری تم
 اور جو کرنا ہے... کرو۔“ آصف نے منہ بنایا۔

”شاید اس نے کہا ہے... نہیں... ہم بھی لڑیں
 فرزانہ بولی۔

”شاں شاں۔“ اخلاق نے خوش ہو کر زور سے گردن
 گویا اس نے فرزانہ کی تائید کی تھی۔

”اب ہم اس کی زبان سمجھ سکیں گے شاید... دراصل
 اس کی حرف شنیں...“

”اور وہ روشن چمک دار سارے بدستور ہماری طرف

بڑھ رہا ہے... پروفیسر داؤد نے خبردار کیا۔“

”جب یہ کوئی بلا ہے۔“

”اوہ... اوہ... شاید یہ صحرائی مخلوق ہے۔“ فرزانہ

چونکی۔

”صحرائی مخلوق۔“ فاروق نے کھوئے کھوئے انداز

کہا۔

”ہاں کیوں... تمہیں کیا ہوا۔“ آفتاب نے پتہ لگایا:

بنایا۔

”یہ... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔“

”حد ہو گئی... محمود بے ہوش پڑا ہے... وہ بالکل

نزدیک آتی جا رہی ہے... اور ان صاحب کو ناولوں کے

کی پڑی ہے۔“

”شش شاید۔“ فاروق ہکلا کر رہ گیا۔

”اب کیا کہنا چاہتے ہو۔“ آصف جھلا اٹھا۔

”شاید اسی کا نام زندگی ہے۔“ وہ مسکرا دیا۔

سب حیران رہ گئے کہ وہ ان حالات

خبردار... روشنی کا ریٹا نزدیک آگیا اور میں اس کے پیچھے ریٹا میں قسم کے قبائلی لوگ دیکھ رہا ہوں۔
ریٹا میں... کیا مطلب؟

ہاں... انہوں نے ہاتھوں میں آئینے پکڑ رکھے ہیں... سورج کی روشنی ان ان آئینوں پر پڑتی ہے اور وہ روشنی یہ ہماری طرف کر دیتے ہیں... اس سے ہمیں لگتا ہے جیسے روشنی کا ریٹا چلا آرہا ہے... اب نزدیک آنے پر یہ نظر آنے لگے ہیں... ان کے ایک ایک ہاتھ میں آئینے ہیں... ہاتھوں میں ڈھال قسم کی چیزیں ہیں... گویا ہماری قازمگ کو ان ڈھالوں پر روکیں گے... ان کے پیچھے ان کے ہاتھ ہیں... ان کے ہاتھوں میں آئینے نہیں، راٹھلیں ہیں... گویا ہمارا نشانہ لیے ہوئے ہیں... اور ان کی تعداد کم از کم دوسری قریب ہے... کیا ان حالات میں ہم ان سے مقابلہ کر سکیں گے؟

پروفیسر داؤد یہاں تک کہ کر رک گئے۔
سوال یہ ہے کہ محمود کو کیا ہوا۔

مجھے گولی لگی تھی... لیکن اس گولی نے مجھے نہیں کیا... پیشانی پر کوئی نرم سی چیز آکر لگی تھی... ان کے ہاتھوں نے اپنے ہتھیار پھینک دیے... ان کے ہتھیار

دور سے لگی تھی کہ میں اچھل پڑا اور میرے ہوش ہو گیا... ظاہر ہے اس گولی میں کوئی ایسی خاصیت تھی... انہوں نے محمود کی آواز سنی... اور کھوم کر اس کی طرف دیکھا۔

اللہ کا شکر ہے... تم ہوش میں تو آئے۔
میرا خیال ہے... ہم ان سے پوچھ لیتے ہیں... یہ کیا چاہتے ہیں۔

ٹھیک ہے... میں پوچھتا ہوں۔ یہ کہہ کر خان ان کی طرف مڑے۔

تم لوگ کیا چاہتے ہو۔ انہوں نے یہ جملہ انگریزی اپنے ہتھیار پھینک دو اور ہمارے آگے چلو... جس سے ہم آئے ہیں اس طرف واپس جانا ہے... اگر تم نے ہٹل نہ کیا تو تم سب کا حشر اس لڑکے جیسا ہوگا... ان

ٹھیک ہے... اس کا اشارہ محمود کی طرف تھا۔
ٹھیک ہے ہم چلنے کے لیے تیار ہیں۔

انہوں نے اپنے ہتھیار پھینک دیے... ان کے ہتھیار

جہنیزوں میں سے بچے اور عورتیں نکلے گئے اور انہیں دیکھتے ہی اپنے آپ کو گونے اور گانے لگے... اس کا مطلب تھا... وہ انہیں بچہ کر بہت خوش ہوئے تھے۔

”یہ ہمیں دیکھ کر اس قدر خوش کیوں ہو رہے ہیں“ آفتاب نے پریشان آواز میں کہا۔

”ہم ان کے لیے نئے ہیں نا... غالباً یہ مہمانوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔“ خان رحمان نے جلدی سے کہا۔

”لیکن... مہمانوں کو اس طرح تو نہیں... جس طرح یہ ہمیں لائے ہیں۔“ فاروق کی آواز

”اس بات کی وضاحت تو یہی کر سکتے ہیں... اور... اب یہ یہی کام کریں گے۔“ خان رحمان

”آپ کا مطلب ہے... یہ وضاحت کریں گے کہ ہمیں کس لیے لائے ہیں۔“

”ہاں ظاہر ہے... ہمیں یہ بات بتانا تو ہوگی۔“

”انک ان کے سردار کے منہ سے ایک طویل چیخ

وراسیٹ لیے گئے... اب وہ ان کے آگے چلے گئے...

”یہ... یہ ہمیں کہاں لے جا رہے ہیں...“ فاروق نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

”چپے شہر۔“ اخلاق بولا۔

”یار بھائی... تم تو بس رہنے دو... کسی اور کو جواب

دینے دیا کرو۔“ آفتاب نے برا سامنے بنایا۔

”اشا۔“ اس نے برا سامنے بنایا... لیکن منہ بند

سکا... اس پر تو پہلے ہی کئی تہیں چڑھی ہوئی تھیں۔

انہیں صحرا میں ایک گھنٹے تک چلنا پڑا... مارے جانے

کے ان کا برا حال ہو گیا... پروفیسر صاحب تو بول اٹھے۔

”پہلے میں پانی پیوں گا... پھر آگے چلوں گا...“

انہوں نے انگریزی میں کہی۔

”اپنے ساتھی کو پانی پلا دو۔“ وہی بولا۔

انہوں نے پروفیسر صاحب کو پانی پلایا...

پیا... اور پھر چل پڑے... آخر صحرا میں ایک جگہ انہیں

نظر آئے... وہاں سبزہ ہی سبزہ تھا... یہ دیکھ کر انہیں بہت

ہوئی... پھر جونہی وہ اس سبزہ زار میں داخل ہوئے...

نظر آئے... وہاں سبزہ ہی سبزہ تھا... یہ دیکھ کر انہیں بہت

ہوئی... پھر جونہی وہ اس سبزہ زار میں داخل ہوئے...

نظر آئے... وہاں سبزہ ہی سبزہ تھا... یہ دیکھ کر انہیں بہت

ہوئی... پھر جونہی وہ اس سبزہ زار میں داخل ہوئے...

نظر آئے... وہاں سبزہ ہی سبزہ تھا... یہ دیکھ کر انہیں بہت

ہوئی... پھر جونہی وہ اس سبزہ زار میں داخل ہوئے...

کر دے۔“ سردار چوٹا۔

”اچھی بات ہے... تو آپ لوگ دراصل آدم خور ہیں... انسانوں کو بھون بھون کر چٹ کر جاتے ہیں... اور شاید کار بھی نہیں مارتے ہوں گے۔“ فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

”ٹھیک سمجھے...“ سردار ہنسا۔ پھر وہ زور سے چوٹا۔

”ارے! یہ کیا...“

”کہاں... کیا؟“ فاروق نے منہ بنایا۔

”تم لوگوں کی تعداد کتنی ہے بھلا۔“

”پتا نہیں... خود ہی گن لیں۔“

”نہیں... پہلے تم بتاؤ... تم کل کتنے افراد ہو۔“

”ایک منٹ سردار جی... گن دیتے ہیں۔“ محمود نے کہا۔

”گن دیتے ہیں نہیں... یہ بتاؤ... تم ہو کل کتنے۔“

”آپ کا مطلب ہے... ہم گنے بغیر بتا دیں۔“

”ہاں! گنے بغیر۔“ اس نے آنکھیں نکالیں۔

”ہم گیارہ عدد۔“ محمود نے گول مول انداز میں کہا۔

”ایک لائن میں کھڑے ہو جاؤ... تاکہ میں گن

کلی... انہوں نے اپنا گانا بجاتا ایک لخت روک دیا... گانے بجانے کی دھمکی وہ اپنے دلوں پر لگتے محسوس کرتے رہے... اب اس کیفیت سے نجات مل گئی۔

”تم لوگ جانتے ہو... ہم تمہیں یہاں کیوں لائے ہیں۔“

”جی نہیں... یہ تو آپ ہی بتائیں گے۔“

”ہم دراصل آدم خور ہیں... تم لوگوں کو باری باری

بھون کر کھائیں گے۔“

”کیا!!! وہ سب خوف کے عالم میں چلائے۔

”اللہ کا شکر ہے... کچا نہیں چبائیں گے۔“

نے خوش ہو کر کہا۔

”حد ہو گئی... ہے کوئی تک... یعنی خود کو آل

بھنونا پسند ہے انہیں۔“ آفتاب نے جھلا کر کہا۔

”اے شپ... البشی شو شاک شاک

شرو۔“ اخلاق تلملا اٹھا۔

”یہ... اس نے کون سی زبان

کی... خبردار تم صرف اور صرف انگریزی

بچے رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

”تب پھر ہم ہوں گے ہی دس... مجھ سے حساب لگانے میں غلطی ہو گئی ہوگی... چھوڑیں گیارہویں کو۔“

”نہیں۔“ سردار بولا۔

”نہیں... کیا مطلب... کیا نہیں۔“

”یہ بتاؤ... گیارہواں کہاں ہے۔“

”آخر آپ کو پریشانی کیا ہے... اگر ایک کم ہو گیا...“ محمود نے برا سامنہ بنایا۔

”ہاں ٹھیک ہے... وہ ہمارا کیا بگاڑ لے گا... خود ہی بیت کے طوفان میں بھوکا پیاسا مر جائے گا۔“ سردار نے کہا... پھر اپنے ساتھیوں کی طرف مڑا۔

”انہیں باندھ کر ڈال دو... آج رات ان کے کباب ہائیں... تو کیا آپ ایک ہی رات میں ہم سب کو چٹ ہائیں گے۔“

”نہیں... بھوک کے مطابق کھائیں گے... پہلے تم صرف ایک کو بھونیں گے... بھوک باقی رہی تو دوسرے

سکوں۔“ سردار گر جا۔

وہ فوراً ایک لائن میں کھڑے ہو گئے۔ سردار گھٹنے لگا:

”ایک دو... تین چار پانچ چھ ساتھ آٹھ نو

دس... دس۔“ اس کے بعد وہ آگے نہ گن سکا... اس نے فوراً محمود کی طرف دیکھا۔

”تم نے تعداد گیارہ بتائی تھی... یہ ہیں دس۔“

”شش... شاید... میں بھول گیا... ہاں

واقعی... تعداد تو دس بنتی ہے... میں بھی عجیب آؤ ہوں۔“

”نہیں یہ بتاؤ... گیارہواں آدمی کہاں

ہے... جلدی کرو۔“

”جی اچھا! میں اسے تلاش

لاتا ہوں۔“ محمود نے جلدی سے کہا۔

خبردار... ہلنے کی کوشش کی نہیں اور تیر تہاری

کے پار ہوا نہیں۔“ وہ کر جا۔

”مم... معاف کیجیے گا سردار جی... اگر میں غلط

کروں گا تو کون تلاش کر کے لائے گا۔“

”ہم نے تم لوگوں کے گرد گھیرا ڈالا ہوا تھا...“

کو... اسی طرح تیسرے کو... جب عین پھر جانے کا... تو
ہوئے کا عمل روک دیں گے... تاکہ کل ناشتے کا کام چل
سکے۔

”ارے باپ رے... فاروق کانپ گیا۔“
”یہ... یہ ہمارا کس قسم کے آدم خوروں سے واسطہ
پڑ گیا... ایسے آدم خور تو پہلے کبھی دیکھے نہ تھے۔“
”حیرت ہے... کمال ہے۔“ سردار کے منہ سے

نکلا۔
”اگر ہم اس جیلے کو کہتے تو یوں کہتے... حیرت ہے

کمال ہے،
”افسوس ہے۔“ فاروق نے منہ بنایا۔

”حد ہو گئی... ایک تو تم ٹانگ اڑا
ہو۔“ آفتاب جل گیا۔

”آپ نے بتایا نہیں سردار صاحب... آپ
بات پر حیرت ہے اور کمال ہے۔“

”تم لوگ ذرا بھی خوف زدہ نہیں ہو... جب کہ
آج تک جتنے لوگوں کو بھی پکڑا ہے... مرنے دم

کا پنا اور سردار کا بند نہیں ہوا تھا۔

”ادہ اچھا... اب کجے... جب پھر ہمیں افسوس
ہے... محمود نے جلدی سے کہا۔

”افسوس ہے... کس بات پر افسوس ہے۔“
”اس بات پر کہ... آپ ہمیں کانپتے ہوئے نہیں دیکھے
تجسبی تھے۔“

”کیا مطلب؟“
”در اصل ہمیں کانپنا آتا نہیں... ویسے جھوٹ موٹ کا
پ کر دکھاسکتے ہیں۔ چلو بھی شروع کر دیں کانپنا۔“

”شیشے شائیں۔“ اخلاق بولا۔
”یہ کیا کہا اس نے... یہ کون سی زبان ہے۔“ سردار

نہراں ہو کر کہا۔
”یہ زبان ابھی چند دن پہلے پیدا ہوئی ہے... خود
کچھ میں بھی نہیں آتی۔“ محمود بولا

”سردار... یہ لوگ عجیب ہیں... اپنی تعداد گیارہ بتا
تے ہیں دس... پھر ذرا خوف نام کی کوئی چیز ان کے

لباب تک نظر نہیں آئی... یہ... ضرور بدروہیں ہیں

”تو یہ ہے تم سے۔“ آفتاب نے منہ بنایا۔
 ”اے... چپ... تم لوگ تو چاٹ جاؤ گے ہمارے
 دماغ... بھاڑ میں گیا تمہارا گیارہواں ساتھی... ہمیں تو تم دس
 ہی بہت ہو... چلو... جلاؤ آگ... اور شروع کرو... جب
 فوب آگ بھڑک اٹھے... تو ان میں سے ایک کو نکلے میں
 پر دکر اسٹینڈ پر رکھ دینا۔“
 ”بہت اچھا سردار۔“

اور پھر وہاں فوراً ہی آگ بھڑک اٹھی.... کوئی چربی
 کی کوئلوں پر ڈالی گئی تھی... پھر اس پر لکڑیاں رکھی گئیں... دیکھتے
 ہی دیکھتے... لکڑیوں نے آگ پکڑ لی... اب آگ کے
 دونوں طرف لوہے کے اسٹینڈ رکھے گئے... اس پر بہت لمبا سا
 ہے کا ٹکلا لگا ہوا تھا۔

”سردار... زندہ یا مردہ۔“

”ان لوگوں نے دماغ بہت چاٹا ہے... لہذا زندہ ہی
 نکلا پر دو... اور ان میں جو موٹا تازہ ہو... پہلے اس کی

”میں ہوں موٹا تازہ۔“ خان رحمان آگے بڑھے۔

”کیا... سردار چٹا۔“ اس کے چہرے پر زمانے بھر کا

خوف تھا۔

”اے خبردار... ہم کیوں ہوتے بد روہیں... بد
 روہیں ہوئے تم۔“ آصف پکارا۔

”دھت تیرے کی... تھوڑی دیر کے لیے اگر ہم بد
 روہیں بن جاتے تو ہمارا کیا جاتا... یہ تو ڈر گئے بھی۔“ محمود
 جھلا اٹھا۔

”نہ بھی... میں تو تھوڑی دیر کے لیے بھی نہیں بن
 سکتا بد روح... یہ ڈریں یا نہ ڈریں۔“ آصف نے گھبرا کر کہا۔
 ”اوہو... تمہیں کیا ہو گیا ہے... ان آدم خوروں
 سے تو ڈرے نہیں... اور وقتی طور پر فرضی بد روح بننے سے ڈر
 رہے ہو۔“ محمود نے منہ بنایا۔

”کک... کیا کہا... فرضی بد روح... ارے باب

رے۔“ فاروق گھبرا گیا۔

”اب تمہیں کیا ہوا؟“

”میرا مطلب ہے... یہ تو کسی ناول کا نام

سکتا ہے۔“

پھر جو نمی لوہے کے ٹکے کا ایک سران کی طرف
بڑھا... ایک فائر ہوا اور ایک آدم خور کے منہ سے دل دور حج
کل گئی... وہ گر کر تر پنے لگا:

”لو... پہلے اس کے کہاں کھا لو۔“ فاروق نے کہا۔

”یہ... یہ گولی کس طرف سے
آئی۔“ سردار ہکلا یا... اس وقت تک وہ سب گر چکے تھے۔

”کم از کم یہ ہم نے نہیں چلائی... کیونکہ آپ دیکھ ہی
ہے ہیں کہ ہم آپ لوگوں کے گھیرے میں ہیں۔“

”ہاں! اس نے کہا اور چاروں طرف نظریں دوڑانے
لیکن دور دور تک اسے کوئی نظر نہیں آیا۔“

”کہیں اسے کوئی فرضی گولی تو نہیں لگی اور یہ زندہ تو
ہے۔“ سردار نے حیران ہو کر کہا۔

”میں دیکھتا ہوں۔“

ان میں سے ایک اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے ساتھی کی طرف
نہرا ہی ایک گولی اور آئی... اور اسے چاٹ کر گئی:

”اوہ... اوہ... میں نے سمت دیکھ لی ہے... وہ جو
ہے... اس طرف ہے۔“ سردار نے پر جوش انداز

”نہیں... نہیں۔“ ان کے ساتھی چلا اٹھے۔

”نہیں نہیں کیا۔“ خان رحمان نے منہ بتایا۔

”میرا مطلب ہے... آپ مولے تازے نہیں

ہیں... میں ہوں موٹا تازہ۔“ فاروق آ کے بڑھا۔

”لو اور سنو... اتنا جھوٹ تو نہ بولو... چلو جاؤ اپنی جگہ

پر... چلو تم اپنا کام کرو۔“ خان رحمان نے بلند آواز میں کہا۔

”یہ... یہ تم اس قدر زور سے کیوں

بولے۔“ سردار نے حیران ہو کر کہا۔

”آخری آخری بار بول رہا ہوں تا... پھر کون سا

روز بولوں گا۔“ انہوں نے منہ بتایا۔

اب آٹھ کے قریب جنگلی ان کی طرف بڑھے...

رحمان تیار ہو گئے انہوں نے سوچ لیا تھا... ان سے آخری

تک لڑیں گے... ادھر باقی لوگ بھی تیار ہو گئے وہ بھی جان

بازی لگانے کی سوچ چکے تھے:

”سردار! ان کے انداز خوفناک ہو گئے ہیں۔“

”کوئی پروا نہیں... کیا کر لیں گے... کئی

ہیں... وہ بھی بچے زیادہ... بڑے صرف تین ہیں۔“

جھڑپ

میں ایک طرف اشارہ کیا۔
 "لیک ہے سردار آپ فکر نہ کریں... ہم ابھی اسے
 لے آتے ہیں۔"
 اب ان میں سے کوئی دس آدمی اس سمت میں رینگے
 تھے... وہ کافی دور تک چلے گئے... لیکن انہیں کوئی بھی ٹھہر
 آیا:
 "اس طرف تو کوئی نہیں ہے سردار..." یہ کہتے ہوئے
 ان میں سے ایک اٹھ کر کھڑا ہو گیا... اسی وقت ایک ٹاکس
 وہ اچھل کر گرا۔
 "بے وقوف... لیٹے رہو... مت اٹھو... بلکہ دوڑو
 بھی ہے... خود سامنے آ جائے گا... ان لوگوں کو زخمی
 لو۔"
 یہ کہہ کر سردار اس طرف مڑا... جس طرف ہائی
 تھے... پھر بری طرح چلا اٹھا۔
 "ارے... یہ کیا!!!"
 ☆ ☆ ☆ ☆ ☆
 سردار نے دیکھا، اب وہاں کوئی بھی نہیں کھڑا تھا... وہ
 سب غائب ہو چکے تھے:
 "بے وقوف... دوڑو... وہ بھاگ گئے... ہمارا رات
 ہی کیا اور صبح کا ناشتا بھی۔" سردار پوری قوت سے
 اس کے سب ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے... کچھ
 لگے اور کچھ اُدھر:
 "خبردار سردار... ہاتھ اُدھر اٹھا دو... ورنہ گولی
 سر میں داخل ہو کر دوسری طرف سے نکل جائے
 گی... تم نے اب تک نہ جانے کتے
 آپ کیا... لہذا تمہیں تو دیے بھی زندہ چھوڑنا تھا۔"

... ان سب نے خود کو وہیں آگ کے دوسری طرف
بھاگ لیا تھا... باقی رہ گئیں فرزانہ اور فرحت وہ خود کوربت میں
بہائے ہوئے تھیں... یہاں اگرچہ سبزہ تھا... لیکن ساتھ میں
بھی موجود تھی۔

”تم دونوں اچھی رہیں۔“ محمود نے تعریف کی۔
”شکریہ۔“ دونوں ایک ساتھ بولیں۔

”ہوشیار... وہ آرہے ہیں... جونہی زد پر
... قارئنگ شروع کر دینا... اور ہاں دو دو مل کر کمر سے
...“ خان رحمان نے انہیں ہدایات دیں۔
”اور خود کو زیادہ اوپر نہ کرنا... بیٹھی یا لیٹی حالت میں
... ہوں گے۔“

انہوں نے ان کی ہدایات پر عمل کیا... پھر جونہی دشمن
... انہوں نے قارئنگ شروع کر دی... اور تاک تاک
... پہلے ہی جلتے میں بہت سے دشمن گرتے نظر آئے
... خان رحمان نے بلند آواز میں کہا:

”یہ اپنے سردار کا حشر دیکھ لو... یہ ہمارے ہاتھوں
... یقین نہیں تو اسے آواز دے کر دیکھ لو۔“

... ہذا تم تو چاہ... دوسری دنیا میں۔“ یہ آواز فرزانہ کی
... تھی۔

... نہیں۔“ وہ کانپ گیا۔
... نہیں کیوں... اور...
... کیوں نہیں... کہو ہاں... نہیں تو آئی کوئی۔“ فرحت کی آواز
... لہرائی۔

”ہاں ہاں... ہاں۔“ وہ چلا اٹھا۔
”فرزانہ! اس نے تین بار ہاں کہا ہے... لہذا اس کی
... تین گولیاں اس کے سر میں اتار دو، اس سے تو نجات ملے۔“
”نن... نہیں۔“
ابھی وہ نن ہی کہہ پایا تھا کہ تین قارئ ہوئے۔

تیوراکر گرا۔
”فور آپوزیشن سنجنال لو... وہ واپس آنے ہی
... انہوں نے ایک ایک
... خان رحمان چلائے۔
... وہاں بہت سے آدم خوروں کی رائفلیں پڑی
... اٹھالی... وہاں بہت سے آدم خوروں کی رائفلیں پڑی
... تھیں:
... اور جس وقت وہ سب دوسری طرف منہ

”کیا کہا... سردار مارا جا چکا تھا... بھاگو۔“ ان میں سے کئی چلا اٹھے... اور پھر ان میں بھگدڑ مچ گئی... وہ ایک بھاگے کہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا... چند ہی منٹ بعد میدان صاف تھا۔

”چلو چھٹی ہوئی... میرا خیال ہے... اب ہمیں یہاں رکتا نہیں چاہیے... کہیں یہ لوگ پھر نہ آجائیں۔“ پروفیسر داؤد نے تجویز پیش کی۔

”ٹھیک ہے۔“ خان رحمان نے فوراً کہا۔
”جی نہیں۔“ محمود نے نفی میں سر ہلایا۔
”جی... نہیں... کیا مطلب؟“ پروفیسر داؤد اس کی طرف دیکھا۔

”کیا بات ہو رہی تھی۔“ خان رحمان نے کہا۔
”یہ کہ یہ سبزہ زار اس طرف سے گزرنے والوں کے نام آجایا کرے گا... جب کہ اس وقت یہ ان لوگوں کی قتل ہے۔“

”بات بہت معقول ہے... ہم ان لوگوں کو ختم کیے بغیر آگے نہیں جائیں گے... اگرچہ ہمیں اپنی زندگیوں کو خطرہ لگائے بغیر نہیں جانا پڑے۔“

”ٹھیک ہے۔“ سب نے ایک ساتھ کہا۔
”اب پھر ہمیں جنگ کی تیاری شروع کر دینی ہے... جیسے سمندروں میں سبز جزیرے مل جاتے ہیں... یعنی نخلستان... طرح یہ صحرا میں سبزہ زار ہے۔“

241

”اگر ہم ان پر فائرنگ کرتے ہیں تو باقی سب ہوشیار ہو جائیں گے... اور پھر ان سے جنگ بہت مشکل ہو جائے گی، کیونکہ وہ تعداد میں ہم سے بہت زیادہ ہیں... یعنی دوسو کے قریب... میدان کھلا ہے... یہاں کوئی اوٹ ووث تو ہے نہیں... کوئی چٹان بھی نہیں کہ اس کی آڑ سے تھوڑے آدمی زیادہ آدھوں سے آسانی سے جنگ کر سکیں... اس لیے اگر انہوں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور دائرے کی صورت میں آگے بڑھنے چلے آئے تو ان درختوں میں رہ کر بھی مقابلہ کرنا ہمارے لیے مشکل ہو جائے گا، ہاں اگر یہ لوگ بے وقوف ثابت ہوئے تو اب کے سب سامنے سے آگئے تو پھر ہمارا کام آسان ہوگا... اب سوال یہ ہے کہ ہم ان دو کا کیا کریں... میرے خیال میں ان دونوں پر فائرنگ کیے بغیر ہی قابو پانا ہوگا... تاکہ ان کی آوازیں نہ پیدا ہوں اور باقی جنگلی اپنے ساتھیوں کا ہانسنے کے لیے سامنے آجائیں۔“ خان رحمان کہتے چلے

”تب پھر انہیں نزدیک آنے دیا جائے... تب ہی

240

گئے ہوں گے ہذا اپنی وادی پر وہ پھر سے قبضہ کر لیتے ہیں... یوں بھی انہوں نے یہاں سے جانے کے بعد انہیں نیا سردار چن لیا ہوگا... اور نیا سردار چننے کے بعد وہ لڑنے کی پوزیشن میں بھی آگئے ہوں۔“

”ہوں ٹھیک ہے۔“

پھر وہ جنگ کی تیاریوں میں لگ گئے... محمود کے ہاتھ کی مدد سے درختوں کی شاخیں کاٹیں گئیں... انہیں اس کاٹنا بتایا گیا کہ ان سے زمین کھود سکیں۔ اس طرح انہوں نے زمین میں مورچے بنا لیے... اب وہ دشمن کے حملے کا منہ توڑ جواب دینے کی پوزیشن میں آگئے، کیونکہ وہ خندقوں میں لیٹے ہوئے تھے جب کہ دشمن ان کے سامنے آنے والا تھا... پھر انہیں دو پہلے صرف دو آدمی آتے دکھائی دیے... ان کے سروں پرندوں کے پروں والی ٹوپیاں ان کی پہچان تھیں۔

”حیرت ہے انکل یہ صرف دو کیوں آ رہے ہیں۔“

آصف کی آواز ابھری۔

”یہ دیکھنے کے لیے کہ ہم یہاں موجود ہیں یا نہیں۔“ خان رحمان نے کہا۔

اچانک ان پر راتلیں تان نکلیں گے۔۔۔ محمود نے کہا۔
 بالکل ٹھیک ہے۔۔۔

اور پھر وہ ان کے نزدیک آنے کا انتظار کرنے لگے۔۔۔
 اچانک انہوں نے ان میں سے ایک کو چونک کر رکتے دیکھا۔۔۔
 اس نے اپنے ساتھی کو بھی بازو سے پکڑ کر روک لیا۔۔۔ دوسرے
 نے اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔۔۔ جیسے پوچھ رہا ہو:
 ”کیا بات ہے؟“

دوسرا اچانک لیٹ گیا۔۔۔ اس کے ساتھی نے بھی یہی

کیا:

”بیجے انکل۔۔۔ یہ تو ہوشیار ہو گئے۔۔۔“

”ہاں۔۔۔ یہ لوگ بھی کچے نہیں لگتے۔۔۔ لیکن خیر تم فرم

کرو۔۔۔ ہم بھی انہیں فارنگ کے بغیر ہی پکڑیں گے۔“

”اب پھر اس کی کیا ترکیب ہوگی انکل۔“ فاروقی

پریشانی کے عالم میں کہا۔

”ہم میں سے دو ساتھی مورچوں سے ریگتے ہوئے

گے۔۔۔ اور ایک نیم دائرے کی صورت ریگتے چلے

گے۔۔۔ یہ نیم دائرہ ہمیں ان کی پشت پر لے

۔۔۔ ادھر ہائی لوگ کوئی نہ کوئی حرکت کرتے ہوئے ان
 دونوں کی توجہ اپنی طرف رکھیں گے۔۔۔ بس ہم چھپے سے
 ہا کر انہیں ہاتھ کھڑے کرنے پر مجبور کر دیں گے۔۔۔ ان
 کمروں سے پستول کی تالیں لگا کر۔۔۔ ظاہر ہے، اس صورت میں
 دونوں بولکھلا جائیں گے۔“

”ترکیب اچھی ہے۔۔۔ ہم میں سے کون دو
 نہیں گے۔“ محمود نے دبی آواز میں کہا۔

”ایک میں ہی چلا جاتا ہوں۔۔۔ اور محمود تم ساتھ
 ”خان رحمان بولے۔

”بالکل ٹھیک انکل۔“

”انکل! اب یہ بھی بتا دیں۔۔۔ ہم ان لوگوں کو اپنی
 توجہ رکھنے کے لیے کیا کریں۔“

”ایک آدھ تیران کی طرف چھوڑے
 ۔۔۔ ظاہر ہے۔۔۔ اس صورت میں وہ ادھر ادھر نہیں

گے۔۔۔ توجہ تم لوگوں کی ہی طرف رکھیں گے۔“

”ٹھیک ہے انکل۔۔۔ آپ جائیں۔“
 اور خان رحمان محمود کو ساتھ لیے مخالف سمت میں رینگے

”بالکل پھینک سکتے ہیں... آپ ہمیں ہلٹ دیں۔“
 ”ابھی نہیں... پہلے خان رحمان اور محمود کو وہاں بٹھانے

”جی اچھا۔“

وہ دقت دقت سے تیر چھوڑتے رہے... وہ ان دونوں کے آس پاس گرتے رہے... ان کا نشانہ تو وہ لے لے ہی نہیں رہے تھے... کیونکہ خان رحمان انہیں زندہ پکڑنا چاہتے

اور پھر انہوں نے اپنے دونوں ساتھیوں کو ان کی کمر بٹھانے کے لیے دیکھا، خان رحمان اور محمود کے ہاتھوں میں پستول... پھر جونہی وہ ان دونوں کے بالکل نزدیک ہوئے اور ان سے کہ پستول کی ٹالیں ان کی گدیوں سے لگا دیں کی گئی ان میں سے ایک بجلی کی طرح تڑپ کر مڑا... ساتھ ہی دونوں ہاتھ حرکت میں آئے اور ان دونوں کے پستول ان کے منہ سے نکلتے نظر آئے... ساتھ ہی اس نے غرا

ہاں میں کہا۔

”تمہارا مطلب ہے... کمان میں رکھ کر ہم“
 ”ہاتھ اوپر اٹھا دو دوستوں۔“

گئے... کچھ دور جا کر انہوں نے دائرے میں سفر شروع کر دیا... ادھر آصف نے ان دونوں کی طرف ایک تیر پھینک دیا... تیر اور کمان بہت تعداد میں یہاں بکھرے پڑے تھے... جنگلی اور بھی بہت سی چیزیں یہاں چھوڑ گئے تھے... تیر ان دونوں کے سروں پر سے سن سن کرتے گزر گئے... اور زیادہ دیک گئے۔

”کتنی اچھی ترکیب بتائی انکل نے۔“ فرحت مسکرائی۔
 ”اگر یہاں کوئی غلیل یا غلیل نما چیز ہوتی تو ہم ان سے قارنگ کیے بغیر بھی نبٹ لیتے۔“ پروفیسر داؤ نے سرد آہ بھری۔
 ”کیا مطلب انکل۔“ وہ چونک کر بولے۔

”غلیل میں پتھر کی جگہ رکھ کر میری نئی ایجاد یہ دو بلیں ان پر دے مارو... مریں گے نہیں تو مکمل بے ہوش تو فرما ہو جائیں گے... اتنی دیر میں تو ہم ان تک پہنچ ہی جائیں گے۔“
 ”بہت خوب انکل... لیکن یہ کام تو ہم کمانوں سے لے سکتے ہیں۔“
 ”لے سکتے ہیں۔“

”تمہارا مطلب ہے... کمان میں رکھ کر ہم“

”پھینک سکتے ہیں۔“

لگادی... وہ اس کے اوپر گرے ضرور... لیکن اس نے انہیں
بہت آسانی سے اچھال دیا... دوسری طرف سے محمود دوسری
نکر کے لیے تیار ہو چکا تھا... خان رحمان کے اچھلتے ہی اس نے
سر کی نکر اس کی کن پٹی پر دے ماری... اور یہ نکر اسے وصول
بھی کرنا پڑی۔

اس نے سر کو ایک جھٹکا دیا... پھر ایک جھرجھری سی
لی... اور پھر اس کے منہ سے نکل گیا۔
”کیا چیز ہو بھئی۔“ یہ الفاظ اس نے اردو میں کہے
تھے۔

”ہائیں... گک... کہیں آپ انکل تو
نہیں... ارے باپ رے... جنگلیوں کے روپ میں آپ انکل
ہیں۔“

”مم... پپ... شپ۔“ اس کے منہ سے احمقانہ
راز میں نکلا۔

”کیا مطلب... یہ آپ نے کیا کہا۔“

”مم... میں... ہاں میں یعنی کہ انکل تو ہوں... لیکن
لوگوں کا نہیں... لیکن تم لوگ کون ہو... اردو میں بات کہے

یہ منظر دیکھتے ہی آصف جوش میں آگیا... اس نے
پر دھیر دھاؤں سے کہا۔

”جلدی کریں انکل... کہاں ہیں آپ کی گولیاں...
”یہ لو۔“ انہوں نے ہتھیلی آگے کر دی۔

آصف اور فاروق نے ایک ایک گولی
لی... کمان میں رکھی... ان دونوں کی کمر کا نشانہ لیا اور گولیاں
چھوڑ دیں... دونوں گولیاں تیر کی طرح ان کی طرف
گئیں... ایک کمر پر گولی ٹھک کر کے لگی... لیکن دوسرا انکل
تیزی سے جھٹک گیا اور گولی دوسری طرف نکل گئی۔

ادھر وہ جھٹکا... ادھر خان رحمان نے اس کی
پر چھلانگ لگادی... لیکن وہ اور نیچے ہو گیا اور خان
دوسری طرف گرے... ان کی آنکھوں میں حیرت پھیل گئی۔

محمود نے خان رحمان کا وار خالی جاتے دیکھا تو
نکر اسے دے ماری۔ وہ اس وقت ایک لمحے کے لیے
رحمان کی طرف متوجہ ہو گیا تھا... بس اسی لمحے محمود کی نکر اس
پہیٹ میں لگی... وہ دوسری طرف الٹ گیا... ادھر خان
سنجھل چکے تھے... اسے گرتے دیکھ کر انہوں نے اس پر

”تو یہ تم ہو... محمود، فاروق، فرزاد اور
آقاب، آصف اور محمود وغیرہ... اور یہ ہیں خان
رحمان... اور وہ ہیں پردیس و داؤد۔“
”آپ نے درست پہچانا۔“

”ال... لیکن بھی... وہ کہاں ہیں... یعنی کہ
”عمران نے آنکھیں گھمائیں۔

”وہ اس مہم میں ابھی تک ہمارے ساتھ شریک نہیں
... کسی اور طرف موجود ہیں... دیے ہم یہی سمجھتے تھے
آگے ہیں... اسی لیے میں نے کہا تھا... کہیں آپ انکل
... ہیں۔“

”پلو اچھا ہی ہو گیا... دیے دوست... آپ دونوں
... میں حیران ہو رہا تھا کہ یہ آج کس سے مقابلہ
... ہیں۔“

”ناراج بھی تو یہی حال تھا دوست۔“ خان رحمان نے
... ان سے ہاتھ ملایا۔

”اب صفدر کی طرف متوجہ ہو گئے... ایسے میں
... ایک آگے اور بولے

کر رہے ہو۔“
خان رحمان حملے کرنے کے لیے پرتول چکے
تھے... لیکن انہیں آپس میں اردو میں باتیں کرتے دیکھ کر رک
گئے۔

”پہلے آپ بتائیں... آپ کون ہیں۔“
”یار صفدر! اگر ہوش میں آگئے ہو تو انہیں بتا دو کہ میں
پرنس آف ڈھمپ ہوں۔“ وہ اپنے ساتھی کی طرف مڑا۔
”کک... کون... عم... عمران انکل۔“ محمود
بہت زور سے اچھلا۔

”ہائیں... یہ کیا... میں نے تو اپنا نام پرنس آف
ڈھمپ بتایا ہے۔“

”ارے... آؤ بھی... یہ تو اپنے عمران انکل
... یعنی کی علی عمران۔“

”ایم ایس سی پی ایچ ڈی آکسن۔“ عمران
شرما کر اضافہ کیا۔

اور وہ ہنس پڑے... پھر اس کی طرف پر جوش
میں بڑھے۔

نے کہا۔

”بالکل ٹھیک۔“ کئی آوازیں ابھریں

پھر وہ سبزے پر آکر بیٹھ گئے۔ ”تب عمران نے کہا۔

”ہم دراصل شاگورا گاؤں سے آرہے ہیں۔“

”ہائیں... کیا مطلب... کک... کیا آپ

محمود بوکھلا اٹھا۔

”ہم کیا؟“ عمران نے آنکھیں گھمائیں۔

”ہم بھی شاگورا گاؤں جا رہے ہیں... تو کیا آپ بھی

نہیں... ہم نہیں جانتے... شاگورا گروپ

... ہے... شاگورا گاؤں کے بالکل ساتھ ہی شارجستان سر

... ہے... ایک خاص مقصد کے تحت ہمیں اس سرحد کا جائزہ

... اب یہ نہ پوچھیے گا کہ جائزہ کیوں لینا تھا۔“

”مستقبل قریب میں اس سرحد کو عبور کر کے کسی مہم کے

... شارجستان جانا ہے آپ کو۔“ فرزانہ مسکرائی۔

”تم لوگ بھی آخر چڑتی اڑیا کے پرگنہ

ان مسکرایا۔

”مگر کی ضرورت نہیں... میں ابھی

گھسنا ہوں... یہ فوراً ہوش میں آجائیں گے۔“

دو اسو گھستے ہی صدر نے آنکھیں کھول دیں... اس

بوکھلا کر کہا۔

”یہ... یہ کیا... کیا ہمیں گھیر لیا گیا۔“

”یار صدر یہ تو اپنے ہی ہیں... انسپکٹر جمشید اور

کامران مرزا پارٹی کے لوگ۔“

”اوہ ارے ہائیں۔“ صدر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

”یہ کیا... آپ تو بالکل ہمارے انداز میں

ہیں۔“

”نن... نہیں تو۔“ صدر نے گھبرا کر کہا۔

”لیکن سوال یہ ہے کہ آپ لوگ یہاں کہاں

نے حیرت زدہ انداز میں پوچھا۔

”یہی سوال ہم تم سے کرتے ہیں۔“ پروفیسر

”چلیے ٹھیک ہے... پہلے میں بتائے دیتا ہوں

”تو کیوں نہ وہاں سبزے پر بیٹھ جائیں

کھڑے بتانے اور سننے میں تو مزہ نہیں آئے گا۔“

کھڑے بتانے اور سننے میں تو مزہ نہیں آئے گا۔“

کھڑے بتانے اور سننے میں تو مزہ نہیں آئے گا۔“

کھڑے بتانے اور سننے میں تو مزہ نہیں آئے گا۔“

کھڑے بتانے اور سننے میں تو مزہ نہیں آئے گا۔“

کھڑے بتانے اور سننے میں تو مزہ نہیں آئے گا۔“

”دوست کہا آپ نے... بڑے بھائی۔“ فاروق نے

ہاتھ لگائی۔

اور وہ مسکرائے دیے:

”اور آپ کا کیا معاملہ ہے۔“

محمود نے مختصر طور پر شاگور اگر وپ کے بارے میں

بتا دیا:

”ہوں... اور یہ مورچے کس لیے۔“

اب انہوں نے آدم خوروں کے بارے میں بتایا...

ارے باپ رے... اللہ کا شکر ہے... ہم اس جگہ سے

کچھ فاصلے سے گزر رہے... ہماری ان سے مدد بھی نہیں ہوئی۔

”ارے باپ رے۔“ فرزانہ نے خوف زدہ

میں کہا۔

”وہ آرہے ہیں... بہت بڑی تعداد میں۔“

”کیا!!!“ وہ ایک ساتھ چلائے۔

”اوہ ہاں... میں بھی زمین کی دھک

سکتا ہوں۔“ عمران نے چاروں طرف نظریں

ہوئے کہا... پھر صفدر کی طرف مڑا۔

”یار صفدر... ان کی یہ جائیں... ہم کیوں اپنی مہم

مخواب کریں... ہم جس کام سے آئے تھے... وہ

ہو گیا... آؤ... دوڑ لگا دیں۔“

”کیا کہہ رہے ہیں عمران صاحب۔“ صفدر دھک سے

گیا۔

”کک... کیوں... کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ

عمران ہٹلایا۔

”نہیں... آپ نے بہت اچھی بات کہی ہے... ابھی

نے انہیں اپنے کہا تھا... اور اب انہیں مصیبت میں

پھنسا چاہتے ہیں۔“ صفدر نے جل کر کہا۔

”یار! ہمیں کیا... یہ لوگ کوئی کم تو نہیں ہیں... نہ

آدم خوروں سے... آؤ جلدی کرو۔“

”مجھے افسوس ہے دوستو... مجھے امید نہیں تھی... یہ اس

قدر بزدلی دکھائیں گے... اب میں رک بھی نہیں

سکتا ہوں۔“ عمران نے چاروں طرف نظریں

ہوئے کہا... پھر صفدر کی طرف مڑا۔

”ہاں تو یار صفدر تم نے دل لگتی کی۔“

”لہذا میں آپ لوگوں سے معافی چاہتا ہوں۔“ مسند
نے نہایت سنجیدگی کے عالم میں کہا۔

”اور میں تو وہ بھی نہیں چاہتا... یا مسند روہ لوگ اس
طرف سے آرہے ہیں... لہذا ہم اس طرف سے دوڑ لگاتے
ہیں اور پھر کاٹ کر اپنے راستے پر ہولیس کے... یہ کہتے ہی
عمران نے بلا کی رفتار سے دوڑ لگا دی... مسند نے ان پر ایک
نظر ڈالی اور پھر وہ بھی دوڑنے لگا... صاف ظاہر ہے... اس
اس طرح پیٹھ موڑنا ناگوار تھا۔

”عجیب آدمی ہے یہ عمران۔“ خان رحمان نے
بنایا۔

”انکل مورچے... کہیں وہ ہمیں دیکھ نہ لیں...
مورچے بھی ہمارے لیے اتنے مفید نہیں رہ جائیں گے۔“

اور پھر انہوں نے مورچوں کی طرف ”اٹل“
... جلدی ہی وہ پوزیشن لے چکے تھے... صرف ایک...
انہوں نے جنگیوں کو آتے دیکھ لیا... وہ اندھا دھند...
آرہے تھے... اور بے ہنگم انداز میں شور مچا رہے تھے...
گلے پھاڑ پھاڑ کر کچھ کہہ رہے ہوں... ان کی آنکھوں...

... جلدی ہی وہ پوزیشن لے چکے تھے... صرف ایک...
انہوں نے جنگیوں کو آتے دیکھ لیا... وہ اندھا دھند...
آرہے تھے... اور بے ہنگم انداز میں شور مچا رہے تھے...
گلے پھاڑ پھاڑ کر کچھ کہہ رہے ہوں... ان کی آنکھوں...

... آ نکلیں گویا شعلے اگل رہی تھیں
مگر یادہ ان کے ہاتھ لگ جاتے تو انہیں کچا ہی چھا ڈالتے:
پھر جونہی وہ ان کی زد پر آئے... انہوں نے ر کے بغیر

... آگے پیچھے چلے آرہے تھے کہ کوئی گولی ضائع ہو ہی نہیں
... لہذا وہ اچھل اچھل کر گرے، تڑا تڑا کر کے
... انہوں نے فائرنگ جاری رکھی... جو لوگ جوش میں

... چلے آرہے تھے، وہ بھی گرتے چلے گئے... اب
... وہ رخ پھیر کر بھاگے... انہوں نے اس
... فائرنگ جاری رکھی جب تک کہ گولیاں ان تک پہنچی

... جب گولیاں خالی جانے لگیں تو انہوں نے ہاتھ روک
... خان رحمان نے بھی عین اسی وقت کہا:
... جس رک جاؤ... اب یہ ہمارے گرد گھیرا ڈال

... اور لیٹ کر آئیں گے۔“
... کوئی بات نہیں انکل... اس صورت میں بھی ہم انہیں
... فکر نہ کرو... البتہ ہمیں اسلحہ

... فکر نہ کرو... البتہ ہمیں اسلحہ
... ان کی آنکھوں...

... ان کی آنکھوں...

”ارے باپ رے باپ... انکل ایہ تو چاروں طرف سے آرہے ہیں۔“

”پر واہ نہ کرو... اور مورچوں میں دائرے کی صورت میں دبک جاؤ... تاکہ ہم چاروں طرف فائرنگ کر سکیں۔“ خان رحمان مسکرا دیے

”لیکن انکل... آخر ہم کب تک مقابلہ کر لیں گے... یہ تو دوسو سے بھی زیادہ ہیں۔“

”دوسو آدمی اتنے زیادہ بھی نہیں ہیں... بس تم دیکھتے جاؤ... مورچوں میں ہونے کی وجہ سے یہ لوگ ہمیں نشانہ نہیں بنائیں گے... جب تک کہ بالکل نزدیک نہ آجائیں اور اللہ نے ہمارا توہم انہیں اس حد تک نزدیک نہیں آنے دیں گے۔“

”انشاء اللہ۔“ وہ ایک ساتھ بولے۔
اور پھر دشمن ان کی زد پر آ گیا... انہوں نے تاک کر فائرنگ شروع کی... دشمن گرتے چلے گئے لیکن ان کی جگہ پر بھی نہ رکی... ان کا سردار انہیں برابر آگے بڑھنے کے لیے لگا رہا تھا... وہ بڑی بے جگری سے آگے چلے آ رہے تھے اور ساتھ ہی نہایت مہارت سے فائرنگ کر رہے تھے۔

ضرورت تو بہر حال پیش آئے گی۔“
”انکل... مرنے والوں کی رائفلیں اٹھا کر

آئیں۔“ محمود بولا
”ابھی ٹھہرو... ورنہ وہ پلٹ کر فائر کر دیں گے۔“
دشمن بے تحاشہ دوڑ رہا تھا... یہاں تک کہ ان کی نظروں سے اوجھل گیا... اب وقت ہے... رائفلیں اور گولیاں سمیٹ کر لے آنے کا... آؤ چلیں:

وہ سبھی بھاگ نکلے... اور گری پڑی رائفلیں اٹھا کر مورچوں کی طرف پھینکتے چلے گئے... یہاں تک کہ ان مورچوں کے پاس رائفلوں کا ایک ڈھیر جمع ہو گیا:

”بہت خوب! اب ہم ان سے کافی دیر تک جگمگائیں گے۔“
”مجھے تو خان رحمان رہ رہ کر اس عمران کے بچے آرہا ہے... کیسا بد لحاظ نکلا۔“
”چھوڑیں پروفیسر صاحب... اللہ پر بھروسہ رکھیں جلد ہی انہوں نے جنگیوں کو چاروں طرف سے دیکھا:

اور اپنے بڑے سردار کا بچاؤ بھی کر رہا تھا۔... ان کی تعداد
 نزدیک آگیا۔... اس وقت انہوں نے محسوس کیا۔... ان کی تعداد
 دوسو سے کہیں زیادہ تھی۔... ورنہ دوسو کے قریب تو اس وقت تک
 ڈھیر ہو چکے تھے۔... خان رحمان بھی یہ بات محسوس کر چکے تھے
 ۔۔۔ اور اب ان کی پیشانی پر پسینے کے قطرات دیکھے جاسکتے
 تھے۔۔۔

”کیا ہم یہ جنگ ہار رہے ہیں انکل۔“

”نہیں!“ خان رحمان سرد آواز میں بولے پھر ان کی

آواز گونجی۔

”تابو توڑ فائرنگ کرو۔۔۔ اور اس بات کو بھول جاؤ

۔۔۔ ہمیں فتح ہوتی ہے یا شکست۔“

اس کے ساتھ ہی انہوں نے دھواں دھار فائرنگیں

شروع کر ڈالی۔۔۔ دشمن بھی رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا اور

ان کے خیال کے مطابق جنگلی خطرناک حد تک آگے آگئے۔۔۔

کسی لمحے بھی ان پر فائرنگ کرنے کی پوزیشن میں آسکتے تھے۔

”دوستو! تمہیں انسانیت کی فلاح کیلئے شہادت دینا

ہو۔“ خان رحمان مسکرا دیے۔

وہ سب پر جوش انداز میں
 بولے۔

”لیکن ہم ان کا قتل عام روکیں گے نہیں۔۔۔ مرتے دم

تک جاری رکھیں گے۔۔۔ کیا خبر۔۔۔ آنے جانے والوں کو ان

سے نجات مل ہی جائے۔“ فرحت کی آواز گونجی۔

”انشاء اللہ ہمارا یہ مقصد پورا ہوگا۔۔۔ اسی مقصد کے

لئے تو ہم یہاں رکے تھے۔۔۔ ورنہ ہم تو نکل گئے تھے اور واپسی پر

راستہ قدرے بدل سکتے تھے۔۔۔ اس صورت میں ہمیں ان

سے جنگ نہ کرنا پڑتی۔۔۔ اور ہم شاگورا گاؤں سے معلومات

مل کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔“

”کوئی بات نہیں۔۔۔ ابھی ہمارے دوستی رہتے ہیں

۔۔۔ تب وہ آئیں گے اور ان کا

شروع کر ڈالی۔۔۔ دشمن بھی رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا اور

ان کے خیال کے مطابق جنگلی خطرناک حد تک آگے آگئے۔۔۔

کسی لمحے بھی ان پر فائرنگ کرنے کی پوزیشن میں آسکتے تھے۔

”دوستو! تمہیں انسانیت کی فلاح کیلئے شہادت دینا

ہو۔“ خان رحمان مسکرا دیے۔

وہ سب پر جوش انداز میں

بولے۔

”لیکن ہم ان کا قتل عام روکیں گے نہیں۔۔۔ مرتے دم

تک جاری رکھیں گے۔۔۔ کیا خبر۔۔۔ آنے جانے والوں کو ان

سے نجات مل ہی جائے۔“ فرحت کی آواز گونجی۔

”انشاء اللہ ہمارا یہ مقصد پورا ہوگا۔۔۔ اسی مقصد کے

لئے تو ہم یہاں رکے تھے۔۔۔ ورنہ ہم تو نکل گئے تھے اور واپسی پر

آخر جنگی اس حد تک آگئے... کہ ان پر قارگرنگ تھے، ان سب کی آٹھویں تک رائفلیں ابھی تک گولیاں برسار رہی تھیں... اور کوئی دم میں وہ خود دشمن کی گولیوں کا نشانہ بننے والے تھے۔

ایسے میں جنگیوں کے سردار کی بلند ترین چیخ سنائی دی... اس نے جنگی زبان میں کچھ کہا تھا۔ "ساتھ ہی انہوں نے ایک آواز سنی۔
"وہ مارا۔"

☆☆☆☆☆

شاگورا گاؤں

یہ آواز عمران کی تھی۔ جنگی بوکھلا کر مڑے۔ انہوں نے دیکھا۔ ان کے سردار کے سینے سے خون ابل رہا تھا اور وہ دم توڑ چکا تھا۔ عمران کی زبردست نشانہ بازی سردار کی کوپڑی اور سینہ چاٹ چکی تھی.. بس اس کے ساتھ ہی ان میں گھڑچ گئی... ان لوگوں نے ان پر بلا کی رفتار سے قارگرنگ شروع کر دی...

اب انہوں نے دیکھا... ان پر قارگرنگ کرنے والوں میں اب عمران اور صفدر بھی شامل ہو چکے تھے۔ واقعی ان ایک ایسے وقت میں ان کی مدد کرنے نمودار ہوا تھا جب قریب قریب شکست کھا چکے تھے۔ انہوں نے دیکھا عمران دوڑتے گھوڑے کی پشت پر سیدھا کھڑا ہو کر آدم خور

عمران پر جی تھی اور وہ امتحانہ انداز میں... الوؤں کی طرح
دیدے سے نچا رہا تھا...

”ہم... ہم آپ کے شکر گزار ہیں۔“

”بس کیا بتاؤں... کھوپڑی گھوم جاتی ہے میری...
بلاوجہ ہی ٹانگ اڑا بیٹھا... ورنہ آدمی میں ہوں اسی قسم کا...
جیسا کہ بیان کر چکا ہوں... خیر آپ کوئی خیال نہ کریں... اور
مجھے معاف کر دیں...“

”ارے ارے... یہ کیا... آپ معافی مانگ رہے
ہیں... ہم نے تو ان کی مدد کی ہے۔“ صفر نے جھلا کر کہا۔

”اوہو اچھا... ہم نے ان لوگوں کی مدد کی ہے... یار
صفر اب چلیں، پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے... انھیں تو یوں بھی
گوراشروپ جانا ہے، ہمارا ان کا کیا تعلق... آؤ چلیں۔“

اور یہ کہتے ہی اس نے سرپٹ دوڑ لگا دی... صفر کے
پیر گڑ گڑا ہٹ کے آثار نمودار ہوئے... اس نے جلدی
لیا۔

”معاف کرنا دوستو... ان صاحب کا دماغ واقعی
بہت ہے... لہذا اب مجھے بھی بھاگتے ہی بن پڑے گی...“

قبائلیوں پر گولیاں برس رہی تھیں۔۔۔ بچے کچھے سارے دشمن عمران کی
براہ راست قاترنگ کر رہے تھے لیکن گھورے کی رفتار اس قدر
تیز تھی کہ ایک بھی گولی عمران کو چھو نہیں پا رہی تھی... عمران کی
طوفانی قاترنگ جنگیوں کو حواس باختہ کرنے کے لیے کافی تھی...
رائفلیں پھینک کر بدحواس ہو کر، ادھر ادھر بھاگ رہے تھے...
تو اور یہ سب بھی خان رحمان اور پروفیسر داؤد سمیت آنکھیں
پھاڑے منہ کھولے عمران کی مہارت کا نظارہ دیکھنے میں اس قدر
محو تھے کہ خود قاترنگ کرنا بھول گئے تھے... یہ فن تو انیسویں
اور انیسویں کا مرزا کیلئے بھی حیرت انگیز ہوتا اگر وہ
وقت یہاں ہوتے۔

اب ان کے لیے اور آسانی ہو گئی... ہر طرف رائف
بکھری ہوئی تھیں... کسی کی رائفل خالی ہو جاتی تو ان کا
میں گولیاں بھرنے کی فرصت کسے تھی... اپنی رائفل پھینک
اور کوئی اٹھا لیتا... اس طرح جنگیوں کا تعاقب اس قدر
جاری رہا جب تک کہ ان کا ایک ایک آدمی جن جن کر جاتا
کر دیا گیا اور جب انھیں اطمینان ہو گیا کہ اب ان میں سے
بھی زندہ نہیں رہا تب وہ ایک جگہ جمع ہوئے۔ اب سب کی

”ادہ اچھا! یہ بات ہے... تو پھر آپ خوش
جاں ہیں... ہم ان سب کو ختم کر آئے ہیں۔“
”آپ... آپ کا مطلب ہے... آدم خوروں کو...“
”نہی سو ہیں، اور ہیں بھی مسلح۔“

”ہاں! یہی بات ہے... لیکن اللہ کی مہربانی سے ان
کو ختم کر دیا گیا ہے، اب اس طرف سے کوئی آدم خور آ کر
آپ کو پریشان نہیں کرے گا... ہم نے پوری طرح اطمینان کر لیا
کہ ان میں سے ایک بھی زندہ نہیں بچا۔“

”ہمیں... ہمیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا۔“
”تو پھر ہمارے ساتھ چلیے گا... اپنی آنکھوں سے دیکھ
... اس طرح ان کا بہت سا سامان اور راتقلیں بھی آپ
کے ہاتھ لگ جائیں گی، بلکہ ان لوگوں نے جو مال لوٹا
... وہ بھی آپ کو مل جائے گا۔“

”تب تو ہم ضرور چلیں گے... ل... لیکن آپ لوگ
... اور ادھر کس سلسلے میں آئے ہیں۔“ ان میں سے ایک
... کہنے حیران ہو کر کہا۔

”ہم شاگورا گروپ کی کہانی سننے کے لیے آئے

ورنہ یہ حضرت تو کھل جائیں گے کہیں کے کہیں۔“ اور ان الفاظ
کے ساتھ ہی اس نے بھی دوڑ لگا دی۔
”عجیب ہیں یہ بھی۔“ فرزانہ بڑبڑائی۔
”بلکہ غریب بھی۔“ فرحت مسکرائی۔
”آؤ بس چلیں... پہلے ہی بہت دیر ہو گئی ہے۔“

آخر ان کا قافلہ روانہ ہوا... سات گھنٹوں کے سفر کے
بعد وہ شاگورا گاؤں داخل ہو رہے تھے... اور گاؤں کے لوگ
انہیں پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے... وہ انہی کے رنگ
روپ کے لوگ تھے... لباس بھی شلواری قمیص تھا... البتہ چہرہ
سے نہایت ذہین نظر آئے تھے...

”آپ... آپ لوگ ہمیں اس طرح کیوں دیکھ رہے
ہیں۔“ خان رحمان نے پوچھا۔
”جس سمت سے آپ ہمارے گاؤں میں داخل ہوئے

ہیں، اس سمت سے آج تک کوئی ہمیں ملنے نہیں آیا... البتہ
خونخوار آدم خور آ جاتے ہیں، اور ہمارے گاؤں کے کسی آدمی
عورت کو اٹھا کر لے جاتے ہیں... آپ لوگ ان سے قاتل
طرح آگئے بھلا۔“

ہیں۔۔۔ یہ کہنے کے بعد انہوں نے اپنے بارے میں اگلی
بتایا۔۔۔ اب وہ ان سب کو ایک بڑے سے گھر میں لے آئے۔۔۔
”یہ میرا گھر ہے۔۔۔ اور میں اس گاؤں کا سردار
ہوں۔۔۔ آپ لوگ تشریف رکھیں۔۔۔ پہلے ہم آپ کی عداوت
ختم کر دیں گے۔۔۔ پھر بات کریں گے۔۔۔“

”خاطر عداوت کے چکر میں نہ پڑیں۔“
”نہیں۔۔۔ اس کے بغیر تو ہم آپ کو ایک لفظ
سنائیں گے۔“
اب وہ مجبور ہو گئے۔۔۔ آخر سادہ اور مزے دار
کھانے کے بعد سردار بولا۔

”ہاں! اب پوچھیں۔۔۔ کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔“
”عدت پہلے۔۔۔ یہاں کے ایک لڑکے نے ایک
بتایا تھا۔۔۔ اس نے اس گروپ کا نام رکھا تھا شاگورا گروپ
یعنی اس گروپ میں دس بارہ لڑکے شامل تھے۔۔۔ اور
غریب انداز میں وارداتیں کرتے تھے۔۔۔ کوئی انہیں
سکا تھا۔۔۔ اگرچہ سب کو یقین تھا کہ وارداتیں وہی گروپ
ہے۔۔۔ لیکن کبھی بھی یہ بات ثابت نہیں کی جاسکی۔۔۔ کیا

”ہاں بالکل۔۔۔ لیکن آپ لوگ یہ باتیں کیسے جانتے
ہیں۔“ بوڑھا سردار بولا۔
”ہمارے شہر میں آج سے دس سال پہلے تک ایک
شاگورا گروپ نے آفت مچائی ہوئی تھی۔۔۔ وہ خوب وارداتیں
کرتا تھا۔۔۔ لیکن کبھی اس گروپ کا ایک آدمی بھی پکڑا نہیں گیا
۔۔۔ ہمیں پتا چلا کہ ملک کے اس حصے میں ایک گاؤں کا نام
شاگورا ہے اور اس گاؤں میں ایک شاگورا گروپ تھا۔۔۔ تو ہم
بات حاصل کرنے کے لیے یہاں آ گئے۔“
”لیکن کیوں؟“ اس نے پوچھا۔
”ایک ماں کا بیٹا دس سال پہلے شاگورا گروپ نے
رہا تھا۔۔۔ ماں آج تک اس کے انتظار میں رو رہی ہے۔۔۔
علوم تک نہیں کہ اس کا بیٹا زندہ بھی ہے یا نہیں۔۔۔ ہم اس
کا سراغ لگانا چاہتے ہیں۔۔۔ لیکن دس سال پہلے اس
نے اچانک وارداتیں بند کر دی تھیں۔۔۔ اور پھر وہ کبھی
پہنچ نہیں آیا۔۔۔ ہم اس الجھن میں بھی ہیں کہ آخر دس سال
ت ہوئی تھی کہ گروپ غائب ہو گیا۔۔۔ پھر اس بوڑھے

”کچھ مدت تک وہ بالوں رہے اور وہ بھی گاؤں
”اگر چلے گئے تھے۔“

”شکر ہے آپ کم از کم اس کا نام تو بتا سکتے ہیں۔“

”ہاں کیوں نہیں... اس کا نام ہا قریبا تھا۔“

”ہا قریبا تھا۔“ ان سب کے منہ سے اٹھا۔

”ہاں کیوں... کیا آپ اس نام کے کسی شخص کو جانتے

”نہیں... ہمیں حیرت اور وجہ سے ہوئی... آپ

”اگر اس کے کچھ ساتھیوں کے نام بتا سکتے ہیں۔“

”ہاں کیوں... آخر وہ کیوں رہتے تھے...“

”ہاں کرتے تھے اور پکڑے نہیں جاتے تھے... میرا

”... انھیں رنگے ہاتھوں پکڑا نہیں جاسکا تھا... ان

”... وہ کل بارہ تھے... ہا قریبا تو بتا ہی چکا ہوں،

”... احسان قاسم، خالد شیرازی، شبیر خان، نواز

”... فاضل گرمائی، امجد بانڈی... اور اور... ہاں

”... یہ کتنے ہو گئے۔“ گاؤں

”کہتے رک گیا۔“

”... ہاں کے بچے کا کیا بنا تھا... جب ہم نے اس کو اس کام شروع کیا

”... کیا ہوا۔“

”... کیا ہوا۔“

”... ہمارے ان چار ساتھیوں کو دیکھ لیں... ان کا

”... جو شکل صورت آپ کو نظر آ رہی ہے... یہ چند دن پہلے ایسے

”... تھے... بہت حسین و جمیل تھے... اس کروپ نے انھیں المیہ

”... اور مار مار کر یہ حال کر دیا۔“

”... اوہ نہیں...“ وہ دھک سے رہ گیا۔

”... ہم آپ سے صرف یہ پوچھنا چاہتے ہیں...“

”... جس نے کروپ بنایا تھا... کیا آخر تک یہ نہیں رہا تھا...“

”... اور وہ کہاں کیا تھا... یا اب کہاں ہے...“

”... میں بتاتا ہوں... ٹل تک اس نے نہیں

”... اسے پڑھنے لکھنے کا بہت شوق تھا... ایک دن

”... ہو گیا... جاتے ہوئے اپنے دوستوں کو یہ پیغام دیا گیا کہ

”... شہر میں زندگی گزارے گا... خوب پڑھے گا... اعلیٰ تعلیم

”... اور اس کے بعد اس کا کوئی پتا نہیں مل سکا

”... کر لے گا... اور اس کے ساتھی۔“

محمود نوٹ بک پر یہ نام لکھ رہا تھا... اس نے نام کئے،

پھر بولا۔
”یہ کل گیارہ ہو گئے۔“

”ہوں... بارہویں کا نام تھا، جاوید قادر... اس

گروپ میں یہ کل بارہ لڑکے تھے...“

”بہت بہت شکر یہ! اب اگر آپ ہمیں یہ بتادیں کہ

سردار لڑکے یعنی باقر پاشا کا حلیہ کیا تھا اور اس کی کوئی خاص

عادت اگر بتادیں تو بہت ہی مہربانی ہوگی۔“ محمود نے فوراً کہا۔

”ہاں کیوں نہیں باقر پاشا سگریٹ پینے کا بچپن سے

عادی ہو گیا تھا اور روز بروز اس کی یہ عادت زیادہ ہوتی جا رہی

تھی... گاؤں کے لوگوں نے اسے روکا بھی، لیکن اس نے

کی بات نہیں مانی۔“

”اس کے ماں باپ کیا کرتے تھے۔“

”ماں باپ اس کے بالکل بچپن میں سانپ کے کاٹنے

سے مر گئے تھے... پھر اسے گاؤں کے چوہدری نے پالا

اسی نے اسی تک تعلیم دلوائی تھی... لیکن جب اس نے

گروپ بنالیا تو چوہدری نے اسے گھر سے نکال دیا تھا۔“

”کیسے ہو سکتا ہے۔“ سردار مکرایا۔

”ہوں... یہ تو اس کی صرف ایک عادت ہو گئی... یعنی

سگریٹ پینا، جو آدمی چھوڑ بھی سکتا ہے... کوئی جسمانی

عادت؟“

”وہ بات کرتے ہوئے سر کو زور سے جھٹکتا تھا۔“

”کیا!!!“ ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

”کیا ہوا... کیا آپ لوگ کسی ایسے آدمی کو جانتے

”جی... جی ہاں... یہی سمجھ لیں... اچھا اس کی کوئی

عادت۔“ محمود نے پر جوش انداز میں کہا۔

”ایک بات اور اس کے مکرانے کا انداز بہت عجیب

ہو گیا تھا، جیسے بہت زیادہ غصے کی حالت میں مکرار ہا

طلب یہ کہ اس کی مکرابھٹ سے بھی خون ٹپکتا تھا۔“

”بہت خوب... یہ باتیں ہمارے بہت کام آئیں گی

اللہ... آپ نے ہماری بہت مدد کی ہے... ہم آپ

بے شکر گزار ہیں... اور اب ہم اجازت چاہیں

”بہت خوب... یہ باتیں ہمارے بہت کام آئیں گی

اللہ... آپ نے ہماری بہت مدد کی ہے... ہم آپ

بے شکر گزار ہیں... اور اب ہم اجازت چاہیں

”جی... کیا مطلب... یہ کیسے ہو سکتا ہے کا کیا مطلب“

”وہ چو گئے۔“

”میرا مطلب ہے... آج رات آپ یہیں ٹھہریں گے... ہمارے ساتھ کھانا کھائیں گے... صبح جائیں گے۔“

”نہیں جناب! ہم پہلے ہی بہت لیٹ ہو چکے ہیں... معذرت چاہتے ہیں... آپ نے بہت مہربانی فرمائی...“

خان رحمان نے بہت ہی اپنائیت بھرے لہجے میں کہا۔

آخر انہوں نے اجازت دے دی... اب ان کا دل بدلتا رہا۔

کا سفر شروع ہوا... ہانڈی پور پہنچنے پر انہیں دوسرے دن کے

جہاز میں سیٹیں مل گئیں... اس طرح وہ اپنے شہر پہنچ گئے

انہوں نے فوری طور پر شوکی برادرزہ کے گھر کا رخ کیا... پھر

نے اپنے گھر فون کیا... پتا چلا... انسپکٹر جمشید گھر آچکے ہیں

انسپکٹر کامران مرزا بھی ان کے ساتھ ہیں...

”واہ مزہ آگیا... بہت اچھے موقع پر آئے آپ

محمود چہکا۔

”کہاں ہو بھئی... اور کیوں؟“

”بس آپ پہلی فرصت میں یہیں آجائیں...“

ساری تفصیل سنائیں گے۔“

”اگرچہ ہم دونوں بے تحاشہ تھکے ہوئے ہیں... اور

پر گرام یہ تھا کہ دو دن تک مکمل آرام کریں گے... لیکن تم کہتے

ہو تو بس سمجھ لو، آ رہے ہیں۔“

”شکر یہ! یہی بہتر ہے... آرام یہیں کر لیجئے گا۔“

محمود نے کہا۔

اور پھر دونوں ان کے پاس پہنچ گئے... اس وقت

”اب ہوئی... ہماری تعداد پوری۔“

”نہیں بھئی... اس مرتبہ مہم میں انکل منور علی خان

نہیں ہوئے۔“

”ادہ ہاں... واقعی ان کی غیر حاضری محسوس ہو رہی

”غلط... بالکل غلط۔“

ایک زوردار آواز ابھری... سب لوگ بڑی طرح

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

گزر بیٹ

انہوں نے دیکھا، دروازے پر منور علی خان کھڑے

تھے:

”ہائیں اکل! یہ آپ اچانک کیسے فک پڑے۔“

آفتاب کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

”شوکی برادرز کے مارے پیٹے جانے کی خبریں پڑیں۔“

تو رہ نہ سکا... اور فوراً ادھر چلا آیا، لیکن پتا چلا تم لوگ

گاؤں جا چکے ہو اور واپس یہیں آؤ گے تو میں یہیں ٹھہر گیا۔

کئی دن گزر چکے تھے اور تم لوگوں کی واپسی کسی بھی وقت

والی تھی۔“

”بہت اچھا کیا آپ نے... اور ابا جاں اور

آپ دونوں کی مہم کہاں تک پہنچی۔“

”دراصل ہمیں کسی مہم پر نہیں بھیجا گیا تھا... بلکہ
سراغ سانی کے تحت الاقوامی مسائل کا ایک عالمی جائزہ لیا جا رہا
تھا... ہمیں وہاں بلایا گیا تھا... اور یہ بلاواسطہ کاری سطح کا تھا
یعنی حکومت ہمیں اس اجلاس میں بھیجنا چاہتی تھی۔“

”اب تم سناؤ... کیا کر آئے... ساری کہانی تو ہمیں
اور شائق احمد سنا چکے ہیں۔“

”تب پھر باقی کہانی ہم سنا دیتے ہیں۔“

اور محمود نے شاگور گاؤں تک جانے اور واپس آنے

تفصیل سنا دی... آدم خوروں سے ملاقات اور ان کا صفایا

نے کے بارے میں بتایا... عمران کے ذکر پر وہ چونکے

پھر مسکرانے لگے... آخر انسپکٹر جمشید نے کہا:

”مطلب یہ کہ تمہاری ملاقات یہاں عمران سے ہوئی

تم وہاں کرٹل فریدی اور کیپٹن حمید سے مل کر آرہے

بلکہ کرٹل فریدی ہی صدارت کے فرائض سرانجام دے

تھے۔ ہاں تو بہر حال تم نے جو کچھ بیان کیا اس سے یہ پتا

چلا کہ کس کے بارے میں جس قدر معلومات اور تحقیق

شروری تھی... وہ ہو چکی... اب تو بس نتیجہ نکالنا ہے۔ خیر...
میں اب اپنے الفاظ میں تفصیل سناتا ہوں... آپ لوگ اہم
نکات کو لکھتے چلے جائیں... پھر ہم کسی نتیجے پر پہنچنے کے بعد متعلقہ
لوگوں کو بلائیں گے... اور مجرم ہماری گرفت میں ہوگا...
مجرم جو دس سال سے آرام کی زندگی بسر کر رہا ہے۔“
”چلیے پھر شروع کریں۔“

”اکبر راٹھور صاحب کے پاس جو خاتون
آئیں... ان کا بیٹا دس سال پہلے گم ہو گیا تھا... بیٹے کا نام
کاشف خالد ہے... کاشف خالد نے قاسم محمود سٹور کے کاؤنٹر
کلرک راجہ فرہاد کو بتایا کہ وہ کل بہت مال دار ہو جائے گا اور
اخبارات میں اس کی تفصیل بھی شائع ہوگی... یہ کہہ کر وہ نکل گیا
... تم لوگ اس کی یہ بات سن کر حیران ہوئے، تم نے اس بار
کے اخبارات دیکھنے کا فیصلہ کیا... یہی بات ہے نا۔“ یہ کہنے
وقت انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

”جی بالکل۔“ وہ ایک ساتھ بولے۔

”پھر تم لوگ اخبار کے دفتر گئے۔ وہاں اس دن کے
اخبارات دیکھے۔ اخبار میں کاشف خالد کی گم شدگی کی چوٹی

خبر لگی نظر آئی... البتہ اخبارات میں ایک اور نمایاں خبر نظر
آئی... اور وہ یہ تھی کہ پولیس کو اطلاع ملی تھی شاگورا گروپ
واردات کرے گا۔ لہذا پولیس نے پوری تیاری کر لی تھی، لیکن
اس گروپ نے واردات نہیں کی۔ اس پر تم لوگوں نے یہ خیال
قائم کیا کہ کہیں کاشف خالد نے ہی تو یہ اطلاع پولیس کو نہیں دی
تھی اور اسی خبری کا بدلہ لینے کے لیے شاگورا گروپ نے اسے
اغوا کر لیا... اس خیال کی بنیاد پر ہم نے پولیس سے رابطہ کیا۔
سب سے پہلے تم اپنے انکل انسپکٹر کا شان صاحب سے ملے...
انہیں ساری تفصیل سنائی... انہیں شاگورا گروپ کے بارے
میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ ظاہر ہے، اس وقت تو انکل کا شان ملازم
نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ اس سلسلے میں کسی
اے ریٹائرڈ انسپکٹر سے ملنا چاہیے، اس سلسلے میں انہوں نے
پیشوا کر حمیدی کا نام بتایا... انہیں ساتھ لے کر تم لوگ انسپکٹر
کر حمیدی سے ملے۔ انہوں نے بتایا، دس سال پہلے شاگورا
گروپ کی بہت دھاک تھی۔ اس کی لوٹ مار بہت خوفناک تھی
لہذا اطاری ہو جاتا تھا اس کے نام سے، سب سے بڑھ کر یہ
اس گروپ کا کوئی آدمی پکڑا نہیں گیا تھا... اس رات تاکہ

کاروائیاں اچانک کیوں روک دیں... اور اس کے بعد شوکی
ادرز کو اغوا کر لیا گیا... یہاں تک کی کہانی شوکی برادرز
کوششوں کی کہانی تھی... اس کے بعد تم اس کہانی میں داخل
ہوئے... اس وقت تک کی کہانی میں تین سوال ابھرے ہیں:
نمبر ایک: اس رات کے بعد شاگورا گروپ نے
کاروائیاں کیوں بند کر دیں۔

نمبر دو: واردات کی خبر دینے والے نے اپنا نام کیوں
نہیں بتایا تھا۔

اور نمبر تین: قائل کیسے غائب ہو گئی... گویا ہمیں ان
سوالوں کے جوابات تلاش کرنے ہیں... خیر اس کے بعد تم
شوکی برادرز کی والدہ کی کہانی سنی... کیونکہ جب تم نے
نہ بتایا کہ شوکی وغیرہ کو شاگورا گروپ نے مارا ہے تو وہ بہت
ان ہوئی تھیں... گویا انہیں شاگورا گروپ کے بارے میں
معلوم تھا... اور یہ ایک عجیب بات تھی... خیر ان سے یہ
سنی گئی... کہانی شاگورا گروپ کے بچپن کی تھی... اس
تم لوگوں نے شاگورا گاؤں جانے کا فیصلہ کیا... تاکہ ان
کے نام، حلیے وغیرہ پوچھ سکو... اسی لیے گئے تھے نام

بندی کا حکم ملا تھا، لیکن اس وقت شاگورا گروپ واردات کے
لئے نہ آیا... انہوں نے بتایا کہ تاکہ بندی کے احکامات ایسے
ایسے پی نواز ملک سے ملے تھے... اب تم لوگوں نے اکبر راہم
اور کرنل قارانی صاحب کو ساتھ لیا اور ایس ایس پی نواز ملک
ریٹائرڈ سے ملے... انہیں ساری تفصیل سنائی گئی تب انہوں نے
بتایا کہ اس رات ایک نوجوان نے نام بتائے بغیر اطلاع دی تھی
کہ شاگورا گروپ آج رات واردات کرے گا، اور یہ بات
اس کیس کی عجیب بات ہے... اسے تو انعام اسی صورت میں
سکتا تھا جب وہ نام بتاتا... خیر اس کے بعد تم لوگوں نے سوچا
شاگورا گروپ کی قائل کا مطالعہ کرنا چاہیے، لیکن پولیس
سانگڑہ میں سے وہ قائل غائب پائی گئی۔ یہ خبر تم لوگوں نے
شا کر حمیدی کو سنائی اور ان سے پوچھا کہ اس رات کے بعد
شاگورا گروپ کی کارروائیوں کا سلسلہ جاری رہا تھا یا نہیں...
انہوں نے بتایا کہ یہ بہت ہی عجیب ترین بات ہے کہ اس کے
پھر کبھی بھی شاگورا گروپ نے کوئی واردات نہیں کی...
تک کہ اس بات کو دس سال ہونے کو آئے ہیں... اور یہ
واقعی اس کیس میں سب سے اہم ہے کہ آخر اس گروپ نے

لوگ۔۔۔ یہاں تک کہ کراچی کے جید خاموش ہو گئے۔
 جی... جی ہاں... بالکل۔۔۔ وہ بولے۔

پھر کیا معلوم ہوا... انہوں نے پوچھا۔

انہوں نے ساری تفصیل سنا دی... عمران والے نے
 پر وہ ایک بار پھر بے ساختہ ہنس پڑے:

”وہ ایسا ہی آدمی ہے... شکر کرو... تم لوگوں کے
 کام آگیا... ورنہ کچھ بعید نہیں تھا کہ... چلتا بنتا... بہر حال

سفر میں یہ کام کی بات معلوم ہوئی ہے کہ شاگور گروپ کا
 سگریٹ پینے کا حد درجہ عادی ہے... اور وہ باتوں
 دوران سرگوزبردست جھٹکا دیتا ہے... یہ ہیں ہمارے پانچ

معلومات اب تم بتاؤ... تمہارا کیا پروگرام ہے۔“

”کیس سے متعلقہ تمام لوگوں کو ایک جگہ جمع

جائے... پھر مجرم کے چہرے سے نقاب الٹا جائے۔“

تجویز پیش کی۔

”تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ انہی لوگوں میں سے

شاگور گروپ کا لیڈر تھا۔“

”ہمارے پاس معلومات ہیں... تفصیلات

حلیہ ہے۔“

”ارے ہاں ان لوگوں نے اس کا حلیہ کیا بتایا تھا۔“

”وہ لمبے قد کا دبلا پتلا سا لڑکا تھا... اس کا ناک بالکل
 سیدھا تھا... آنکھیں بھوری سی تھیں... چہرہ لیوٹرا... رنگ
 صاف ستھرا۔“

”کیا ان لوگوں میں سے کسی کا حلیہ اس حلیے پر فٹ بیٹتا

ہے۔“ انسپکٹر کا مران مرزا نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

”ہم نے اس پر غور نہیں کیا... لیکن جب ہم سب کو
 نہیں گے تو ظاہر ہے... اس حلیے والے شخص کو فوراً پہچان لیں

”میرے خیال میں تو یہ طریقہ درست نہیں رہے گا...“

”اس حلیے پر کسی کا حلیہ بھی فٹ نہ بیٹھے... سگریٹ اور

کے والی بات تو خیر مل جائے گی۔“ انسپکٹر کا مران مرزا نے
 میں ہلایا۔

”میرا بھی بالکل یہی خیال ہے۔“ انسپکٹر جمشید

نے۔

”تب پھر کیا کیا جائے۔“

”تب پھر کیا کیا جائے۔“

انسپکٹر کا مران مرزا اپنی ملاقاتی طہم پر کھل گئے... انہوں نے ایک ایک سے ملاقات کی... اور شام کو لوٹ آئے:

”کیا رہا اتنا جان اکل۔“ کئی آوازیں ابھریں۔

”ہم ان سب سے ملاقات کر آئے ہیں... اور اس

محلے میں ہم نے ایک دو اور آدمیوں سے بھی ملاقات کی ہے...

کل شام ان لوگوں کو آئی جی صاحب کے دفتر کے لان میں بلا

ہوئے ہیں۔“

”آپ کا مطلب ہے... یہاں کے آئی جی صاحب

”فاروق نے جلدی سے پوچھا۔

”تو اور کیا دارالحکومت کے آئی جی صاحب کے دفتر

نہیں گے۔“ انسپکٹر جمشید نے آنکھیں نکالیں۔

”مم... معافی چاہتا ہوں۔“ فاروق گڑبڑا گیا۔

”اور یہ بھی سن لو... اس کیس پر تم نے کام کیا

لہذا مجرم کو پکڑنا بھی تمہارے ذمے ہے... ہم تو بس بیٹھ

”جج... جج... جی کیا فرمایا۔“ وہ گھبرا گئے۔

”یہ فیصلہ ہم دونوں پہلے ہی کر چکے ہیں... ہم

”حالات اور واقعات بتاتے ہیں کہ شاگور گروپ کا

لیڈر اسی شہر میں موجود ہے... اور وہ پوری طرح ہوشیار

ہے... ورنہ شوکی برادرز کی مرمت نہ کراتا... شوکی برادرز کی

مرمت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اس کا گروپ ابھی تک جوں کا

توں موجود ہے... اگرچہ اب وہ وارداتیں نہیں کرتا... لیکن

ظاہر ہے... وہ دوستوں کی طرح ملتے جلتے ہوں گے... کھانے

پیتے ہوں گے... لوٹے ہوئے مال سے عیش کرتے ہوئے ہیں۔“

گے... میرا خیال ہے... ہم بھی ان سب لوگوں سے ملاقات

کر لیں... جب تک ہمیں یقینی طور پر یہ بات معلوم نہیں ہو جائے

کہ مجرم کون ہے... اس وقت تک سب لوگوں کو جمع کرنے کا

نہیں آئے گا۔“

”آپ ٹھیک کہتے ہیں۔“

”بس تو پھر ان سب سے صرف ہم دو ملاقاتیں کر

ہیں... تم لوگوں کے جانے کی اب ضرورت نہیں۔“

”یہ ٹھیک رہے گا... ہم بہت تھک بھی گئے ہیں۔“

آرام کر لیں گے۔“

دوسرے دن انہوں نے تو آرام کیا اور انسپکٹر جمشید

دل نہیں دیں گے۔" انسپکٹر کا مران مردانے سخت لہجہ میں کہا۔
 "ارے باپ رے۔" ان کے منہ سے ایک سانس نکلا۔

186-

دوسرے دن عشا کے بعد شہزاد انور صاحب کے
 کے لان میں سب لوگ جمع تھے۔... آئی جی صاحب نے خود

اس پروگرام میں شرکت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا
 ... انہوں نے اپنے کچھ دوستوں کو بھی دعوت دی تھی۔

طرح وہاں کافی لوگ جمع ہو گئے تھے۔
 خاص مہمانوں میں، قاسم محمود، راجہ فرہاد،

کا شان، انسپکٹر جلالی نور، انسپکٹر شا کر حمیدی، ایس ایس پی
 ملک، انسپکٹر خادم بیک ساگٹز، فرزان خان گردیزی

اسمبلی کے رکن اور صوبائی وزیر قاخر پاشا شامل تھے۔...
 علاوہ انسپکٹر جمشید، انسپکٹر کا مران مرزا اور شوکی برادرزادہ

موجود تھیں۔ ان سب کو باقاعدہ کھانے کی دعوت
 تھی۔ ان کے چہروں پر حیرت کے آثار تھے۔... کیونکہ

نہیں معلوم تھا کہ دعوت کس سلسلے میں دی گئی ہے۔...
 کھانا لگایا جا رہا تھا۔... جب کہ مہمان ابھی دوسری طرف

کھانا لگایا جا رہا تھا۔... جب کہ مہمان ابھی دوسری طرف
 کھانا لگایا جا رہا تھا۔... جب کہ مہمان ابھی دوسری طرف

کھانا لگایا جا رہا تھا۔... جب کہ مہمان ابھی دوسری طرف
 کھانا لگایا جا رہا تھا۔... جب کہ مہمان ابھی دوسری طرف

دل نہیں دیں گے۔" انسپکٹر کا مران مردانے سخت لہجہ میں کہا۔
 "ارے باپ رے۔" ان کے منہ سے ایک سانس نکلا۔

دوسرے دن عشا کے بعد شہزاد انور صاحب کے
 کے لان میں سب لوگ جمع تھے۔... آئی جی صاحب نے خود

اس پروگرام میں شرکت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا
 ... انہوں نے اپنے کچھ دوستوں کو بھی دعوت دی تھی۔

طرح وہاں کافی لوگ جمع ہو گئے تھے۔
 خاص مہمانوں میں، قاسم محمود، راجہ فرہاد،

کا شان، انسپکٹر جلالی نور، انسپکٹر شا کر حمیدی، ایس ایس پی
 ملک، انسپکٹر خادم بیک ساگٹز، فرزان خان گردیزی

اسمبلی کے رکن اور صوبائی وزیر قاخر پاشا شامل تھے۔...
 علاوہ انسپکٹر جمشید، انسپکٹر کا مران مرزا اور شوکی برادرزادہ

موجود تھیں۔ ان سب کو باقاعدہ کھانے کی دعوت
 تھی۔ ان کے چہروں پر حیرت کے آثار تھے۔... کیونکہ

نہیں معلوم تھا کہ دعوت کس سلسلے میں دی گئی ہے۔...
 کھانا لگایا جا رہا تھا۔... جب کہ مہمان ابھی دوسری طرف

کھانا لگایا جا رہا تھا۔... جب کہ مہمان ابھی دوسری طرف
 کھانا لگایا جا رہا تھا۔... جب کہ مہمان ابھی دوسری طرف

کھانا لگایا جا رہا تھا۔... جب کہ مہمان ابھی دوسری طرف
 کھانا لگایا جا رہا تھا۔... جب کہ مہمان ابھی دوسری طرف

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید اٹھنے لگے تو کئی نظریں ان کی طرف

”میں بھی آیا۔“

یہ کہہ کر وہ سیدھے کھانے کی میزوں کی طرف آئے...
 ان نے ایک شا پر میں مختلف پلیٹوں سے کھانا لے لیا... پھر
 ہال پر کسی کے نمبر ملائے اور ہدایات دینے لگے... آخر فون
 کے... بیرونی دروازے کی طرف چلے گئے... وہاں
 رنی گارڈ موجود تھے:

”ایک صاحب سفید کار میں ابھی ابھی آئیں گے
 آپ یہ شا پر انہیں دے دیجیے گا... وہ اپنا نام غازی بتائیں
 ان کے بعد کچھ اور لوگ آئیں گے، انہیں اندر آنے دیجیے

”معاف کیجیے گا... ایسا تو ہم صاحب کی اجازت کے
 انسپکٹر کہتے۔“

”ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے... وہ آپ کو ابھی کہہ دیتے

کہہ کر وہ واپس پلٹے اور سب لوگوں کی طرف

صاحب نے بہت اہتمام سے کام لیا تھا... سبھی نے پسندیدگی کا
 اظہار کیا... آخر قارغ ہونے کے بعد سب لوگ پھر اپنی
 کرسیوں پر آ بیٹھے... اب قدرے بے چینی بھی چہروں پر نظر
 آرہی تھی... ان حالات میں پروفیسر داؤد نے انسپکٹر جمشید سے
 کہا:

”جمشید! میں پیٹ میں گڑ بڑ محسوس کر رہا ہوں۔“
 ”کیا مطلب!“ انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔
 ”شاید... کھانے میں کچھ تھا... لیکن یہ گڑ بڑ

محسوس طور پر ہے... یعنی بس معمولی... جیسے کوئی معمول
 کھانا... لیکن چونکہ میرا ایک اصول ہے... کھانا
 ہی مزے دار کیوں نہ ہو... اپنے معمول سے زیادہ نہیں
 ... سو میں نے اس وقت بھی اپنے معمول کے مطابق
 ہے۔“

”اور آپ گرا نی محسوس کر رہے ہیں...“ انسپکٹر کہتے۔
 نے سرگوشی کی۔

”ہاں!“ وہ بولے۔
 ”ایک منٹ... میں ابھی آیا۔“

آئے... اس وقت آئی جی شہزاد انور نے پریشانی کے عالم میں

کہا:

”کیا بات ہے... خیر تو ہے۔“

”نہیں۔“ وہ بولے۔

”کیا مطلب خیر نہیں ہے۔“ وہ گھبرا گئے۔

”ہاں! کوئی نہ کوئی گڑبڑ ہے... کہیں نہ کہیں۔“

”اور... اور وہ گڑبڑ کہاں ہے۔“ فرزان خان

گردیزی نے بوکھلا کر کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے...

”تشریف رکھیں... ابھی بتاتا ہوں۔“

”نہیں... آپ فوراً بتائیں... گڑبڑ کہاں ہے...“

کہیں کوئی بم دھماکا تو نہیں ہونے والا... ضرور ایسا ہی ہے۔
انہوں نے چیخ کر کہا۔

اب تو سب بوکھلا کر اٹھ کھڑے ہوئے... اور بھاگے۔

دروازے کی طرف بھاگے:

”ایسی بات نہیں ہے... رک جائیں۔“ انسپکٹر کامران

مرزا نے بلند آواز میں کہا، لیکن کوئی نہ رہ سکا... بے غم
بھاگتے ہوئے گیٹ تک پہنچ گئے... اس وقت مجبور ہو کر

جمشید نے منہ سے آئی جی شہزاد انور کی آواز نکالی:

”خبردار گیٹ بند کر دو... ان چل سے کوئی باہر نہ
جانے پائے۔“

سیکیورٹی گارڈ نے فوراً ہی گیٹ بند کر دیا:

”ہائیں... یہ... میں نے کیا سنا... شہزاد انور
صاحب... آپ مجھے جانے سے روک سکتے ہیں بھلا۔“ قاہر
پاشا گر جے۔

”نہیں سر... ایسی بات نہیں... یہ الفاظ میں نے نہیں
کہے۔“ شہزاد انور وہیں سے بلند آواز میں بولے... پھر گیٹ کی
ارف دوڑ پڑے... ادھر انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا
نے دوڑ لگا دی اور ان سے پہلے گیٹ پر پہنچ گئے۔

”گیٹ کھول دو... انہیں جانے دو۔“ شہزاد انور

”جی... ابھی آپ نے کیا کہا تھا۔“

”اوہو... وہ میں نے نہیں کہا تھا...“

”جی اچھا۔“ سیکیورٹی گارڈ ایک ساتھ بولے اور

ایسے میں انسپکٹر کامران مرزا اور انسپکٹر جمشید

ان کے اور گیٹ کے درمیان میں آگے اور بول اٹھے:
 ”آپ گیٹ نہیں کھولیں گے... سب کی زندگیاں
 خطرے میں ہیں... وہ دیکھیے۔“ یہ کہتے ہوئے انہوں نے گیٹ

سے باہر کی طرف اشارہ کر دیا:
 انہوں نے دو گاڑیوں کو آندھی اور طوفان کی طرح
 آتے دیکھا... ان میں سے ایک چھوٹی سفید رنگ کی کار تھی
 ... اور دوسری بڑی گاڑی تھی:

☆☆☆☆☆

کہانی

پھر سفید کار سے ایک آدمی اتر آیا... وہ سیدھا پہرے
 کی طرف آیا... اس نے شاہرہ کے ہاتھ سے اچک لیا...
 بارہ کار میں بیٹھا اور یہ جا وہ جا... اور دوسری بڑی گاڑی
 کئی ڈاکٹر اترے... اپنے سفید کوٹوں سے وہ ڈاکٹر نظر
 آتے تھے... ان کے ہاتھوں میں ایسے آلات بھی تھے... جو
 بڑوں کے پاس ہوتے ہیں:

”جلدی کریں ڈاکٹر صاحبان۔“ انپکٹر جمشید بولے۔
 ”فکر نہ کریں سر۔“ ایک نے کہا۔

”کیا مطلب... یہ کیا ہو رہا ہے یہاں... شہزاد انور
 ... مجھے نہیں معلوم تھا... آپ یہاں یہ سلوک کریں

”آپ لوگ اللہ کا شکر ادا کریں ہم وقت پر پہنچ گئے
اور اللہ تعالیٰ کے بعد انسپکٹر صاحب کا شکر یہ ادا کریں... اگر یہ
وقت پر ہمیں فون نہ کرتے تو اس وقت یہاں آپ سب کی لاشیں
بھی ہوتیں۔“

”نن... نہیں۔“ وہ مرے مرے انداز میں بولے۔
دو گھنٹے بعد کہیں جا کر وہ اٹھ کر بیٹھنے کے قابل ہوئے...
اپنے میں سفید کار والا واپس آ گیا... اس کے ہاتھ میں رپورٹ
... اس نے رپورٹ انسپکٹر جمشید کی طرف بڑھائی... تو وہ
لے:

”آپ خود ہی پڑھ کر سنا دیں۔“

”جو کھانا آپ لوگوں نے کھایا... اس میں خطرناک

زہر ملا یا گیا تھا... یہ زہر پندرہ منٹ کے اندر اپنا کام دکھا
... آپ لوگوں کو نئی زندگی مبارک ہو۔“

”بہت بہت شکر یہ آپ صاحبان کا۔“ آئی جی شہزاد
لے۔

اور پھر سب کی نظریں شہزاد انور صاحب پر جم گئیں:

”یہ سب کیا تھا... شہزاد انور صاحب۔“ ایک مہمان

”م... میں نے کچھ نہیں کیا سر۔“ وہ ہکا بکا ہے۔

”لیکن یہ گھر تو آپ کا ہے۔“

”جی ہاں! یہی بات ہے... لیکن میرا قصور کوئی نہیں

ہے۔“

”اور اب یہ ڈاکٹر کس لیے آئے ہیں۔“

”ان کے بارے میں بھی یہی بتائیں گے۔“

”جی ہاں کیوں نہیں... آپ سب لوگ جلدی جلدی

انجکشن لگوائیں... ہمیں کھانے میں زہر دیا گیا ہے... کوئی دم

میں اس کے اثرات ظاہر ہونے شروع ہو جائیں گے... اگر

آپ لوگوں نے انجکشن نہ لگوائے۔“

”کیا!!!“ وہ سب ایک ساتھ چلائے۔

اور پھر سب نے جلدی جلدی انجکشن لگوا لیے... ایسے

میں ایک صاحب واش بیسن کی طرف بھاگے... انہیں ایک زہر

دست قے آئی... پھر تو سبھی کو واش پیسوں کی طرف بھاگنا پڑا

... لوگ قے کر کے واپس آتے رہے اور بے دم ہو کر گھاس

گرتے رہے... خود ان سب کا بھی یہی حال ہوا... اس وقت

ان ڈاکٹر حضرات میں سے ایک نے کہا:

نے ملنے یہ انداز میں کہا۔

”میرے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں۔“

”لیکن جناب! ہم نے دعوت آپ کے گھر میں کھائی

... ہے۔“

”کھانے کا انتظام ایک ہوٹل کے ذمے تھا... اس کے

بیرے آئے ہوئے ہیں... لہذا ان سے پوچھ کچھ کرنا ہوگی...“

اب جو انہوں نے بیروں کی طرف توجہ دی... وہ

تھر تھر کا پتے نظر آئے... ان کے رنگ اڑے ہوئے تھے۔ انہیں

قریب بلا لیا گیا:

”ہاں بھئی... تم میں سے کھانے میں زہر کس

ملایا؟“

وہ سب خاموش رہے...

”تم لوگ ایک لائن میں کھڑے ہو جاؤ۔“

وہ کھڑے ہو گئے... اور تھر تھر آنے لگے:

انسپکٹر کا مران مرزا نے اٹھ کر ان سب کی آنکھوں

جھانکا، پھر ایک کو گریبان سے پکڑ لیا:

”تو یہ تم تھے... جس نے زہر ملایا۔“

”نن... نہیں... نہیں۔“

اس کے گال پر ایک بھر پور تھپڑ پڑا:

”فوراً بتا دو... ورنہ دانت باہر نکل آئیں گے۔“ وہ

سر دلچے میں بولے۔

”جی... جی ہاں... میں... میں نے ہی...“

”کیا!!!“ سب مہمان چلائے اٹھے۔

”دیکھا آپ نے... سر! آپ ہوٹل کے ایڈمنسٹریٹر کو

فون کریں... وہ فوراً یہاں چلا آئے۔“

”اچھا۔“ شہزاد انور نے کہا اور نیچر کو فون کر ڈالا۔

بلدی وہ بھی آ گیا... اس کا چہرہ دودھ کی طرح سفید ہو رہا تھا

ساری بات سن کر اس نے کہا:

”کسی ہوٹل کی مینجمنٹ یہ کام نہیں کر سکتی جناب! اس

کا تو ہوٹل کی ساکھ تباہ ہو جاتی ہے... آپ اس بد بخت سے

کٹا... اس نے کس کے کہنے پر یہ کام کیا ہے۔“

”ٹھیک ہے... آپ کے سامنے ہی پوچھ لیتے ہیں۔“

امران مرزا نے کہا اور اس کی طرف مڑے:

”ہاں بھئی... اب تم سیدھی طرح بتا دو... کس نے

”جس میں اس کام پر مجبور کیا۔“

”ایک نامعلوم آدمی نے فون پر رابطہ کیا تھا، اس نے اس کام کے بدلے مجھے ایک کروڑ روپے دئے ہیں... رات کو اس نے میرے گھر آکر مجھ سے ملاقات کی تھی... اس کی آواز پیشی پیشی سی تھی... زہر بھی اسی نے مجھے دیا تھا... لیکن اس نے کہا تھا کہ...“

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ تڑ سے گرا اور ساکت ہو گیا... وہ سب بوکھلا اٹھے... انسپکٹر کا مران مرزا نے فوراً اس کی دل کی دھڑکن دیکھی... آخر انہوں نے اعلان کیا: ”یہ مرچکا ہے۔“

”کیا!!!“ سب لوگ ایک ساتھ چلائے۔

اب وہاں سکتہ طاری ہو گیا... پھر محکمہ سراغ رسانی کارکنوں کو اس کے گھر بھیجا گیا... وہاں سے ایک بریف کیس گیا... اس میں واقعی نوٹ بھرے ہوئے تھے... گویا ہر بات درست تھی... لیکن مرنے سے پہلے وہ کیا کہنا چاہتا تھا یہ بات رہ گئی تھی۔

”چلو بھی اس کی لاش کو پوسٹ مارٹم کے

محلے کے کارکن حرکت میں آگئے... وہ دفتر سے باہر پہنچے ہوئے تھے... انسپکٹر جمشید کو جونہی پروفیسر داؤد نے گمانے میں گزبڑ کے بارے میں بتایا تھا... انہوں نے فوری طور پر انہیں فون کیا تھا۔

لاش اٹھوا دی گئی... ایسے میں ایک مہمان بولے:

”اب ہم لوگوں کو اجازت دیں... اتنا بڑا حادثہ ہو گیا ہم گھروں میں جا کر آرام کرنا پسند کریں گے۔“

”اصل میں آپ لوگوں کو ایک خاص مقصد کے لیے بلایا تھا... وہ تو رہ ہی گیا... آپ بس تھوڑی دیر تک اور غم... اس طرح ہمارا وہ مقصد پورا ہو جائے گا۔“ انسپکٹر نے جلدی سے کہا اور تائید کے انداز میں آئی جی صاحب کی دیکھا۔

”میں بھی آپ سے یہی درخواست کرتا ہوں۔“

”اور اگر آپ نہیں رکنا چاہتے تو پھر اصل معاملے سے عزرات کا تعلق ہے... صرف انہیں روک لیا جائے...“

”ہائیں۔“ انسپکٹر جمشید نے تجویز پیش کی۔

سب نے مڑ کر دیکھا... لان کے ایک کونے میں ایک
رسی پر ایک خاتون بیٹھی تھیں... اس سے پہلے ان کی توجہ ان
خاتون کی طرف نہیں گئی تھی... ان کے آگے بھی کھانا رکھا گیا تھا
لیکن انہوں نے کھانا نہیں کھایا تھا... اس لیے انہیں طبی امداد
کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی...

”یہ کھانا پینا بھول چکی ہے... دو چار لقمے کھا لیتی
سوکھ کر کاغذ بن گئی ہے...“ اسپیکر جمشید کہہ رہے تھے:
”لیکن ان باتوں کا ہم سے کیا تعلق... آپ نے ہمیں
کیوں بلایا ہے۔“ ایک مہمان نے بڑا سامنہ بنایا۔

”در اصل بلایا تو صرف متعلقہ لوگوں کو تھا... لیکن آئی
مہاجب نے اس موقع پر اپنے کچھ قریبی دوستوں کو بھی بلا
خواہش ظاہر کر دی... میں بھلا اس پر کیسے اعتراض کر سکتا
ہوں؟ ایسے حضرات... جن کا اس کیس سے کوئی تعلق نہیں
ہوتا چاہیں تو جاسکتے ہیں... اور یہ اس طرح ہوگا کہ جن
میں ان کے نام بتا دیتا ہوں۔“

”نہیں... اب رہنے دیں... ہم بھی یہ ب جانا
...“

”پہلے تو یہ بتائیں... معاملہ کیا ہے...“ صوبائی
اسپلی کے رکن فرزاد خان گردیزی بولے۔

”آج سے دس سال پہلے اس شہر میں ایک خونخوار گروپ

کا دور دورہ تھا... وہ گروپ لوٹ مار اور قتل و غارت گری کی
ہولناک وارداتیں کرتا تھا... لیکن اس کا کبھی ایک آدمی بھی

گرفتار نہیں ہوا تھا... پھر دس سال پہلے ایس ایس نواز ملک
صاحب کو کسی نے خفیہ اطلاع دی کہ آج رات شاگور گروپ

واردات کرے گا... حکومت نے اس گروپ کے بارے میں
اطلاع دینے والے کے لیے انعام مقرر کیا ہوا تھا... اسی رات

ایک شخص کو غائب کیا گیا... اس کا نام کاشف خالد تھا...
قاسم محمود اسٹور پر ملازم تھا۔ چھٹی کے وقت باہر نکلنے لگا تو

نے گاؤنٹر کلرک راجہ فرہاد کو بتایا کل وہ بہت مال دار ہو جا
اور یہ بات اخبارات میں بھی شائع ہو گئی... بس اس کے بعد

پھر آج تک نظر نہیں آیا... اللہ جانے اس کے ساتھ کیا معاملہ
پیش ہوا... اس کی والدہ آج بھی اس کے انتظار میں ہے

اور اس وقت وہ بھی یہاں موجود ہیں... لیکن ایک طرف

ہیں... وہ رہیں۔“

... یہ تو سب سے اچھی بات ہے... ہاں تو میں کہہ رہا تھا...
 کاشف خالد... یعنی ان خاتون کا بیٹا قاسم محمود اسٹور میں
 کام کرتا تھا۔ اس لیے شوکی برادرز نے اپنی تفتیش قاسم محمود اسٹور
 سے شروع کی... یہ چاروں قاسم محمود سے ملے۔ اس نے بتایا،
 کاشف خالد اچھا اور نیک آدمی تھا۔ بس کے ذریعے آتا جاتا تھا۔
 اس کے پاس اپنی سائیکل نہیں تھی... اس سے زیادہ قاسم محمود
 صاحب کچھ نہ بتا سکے۔ جب شوکی برادرز باہر نکل رہے تھے
 کاؤنٹر کلرک راجہ فرہاد صاحب نے انہیں روک لیا اور پوچھا
 لگا کہ وہ کس سلسلے میں آئے تھے... انہوں نے بتا دیا کہ کاشف
 خالد کے سلسلے میں آئے ہیں... کاشف خالد کے نام پر
 چونکا... اس سے شوکی برادرز نے اندازہ لگایا کہ وہ کچھ
 ہے، چنانچہ یہ اس کا تعاقب کرتے ہوئے، اس کے گھر پہنچے
 وہاں اسے سچائی بتانے پر آمادہ کیا... اس نے بتایا کہ اسٹور
 نکلے وقت کاشف خالد نے بتایا تھا کہ آج رات وہ بہت
 مند ہو جائے گا... اتنا کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے اور کل
 اخبارات میں یہ خبر شائع ہوگی... اب وہاں سے شوکی
 حرمت اخبار کے دفتر پہنچے... کاشف خالد کی گشت

مطلوبہ تاریخ کے اخبار میں موجود تھی... اسی دن کے اخبار
 میں یہ خبر نظر آئی۔ پولیس کا ایک بڑا چھاپہ ناکام... شاگورا
 روپ غائب، تفصیل خبر کی یہ تھی کہ ایک اعلیٰ پولیس آفیسر کو ایک
 اطلاع ملی تھی کہ آج رات شاگورا گروپ واردات کرے گا
 پولیس نے ناکہ بندی کر لی، لیکن اس رات شاگورا گروپ
 رات کرنے آیا ہی نہیں... اخبارات میں شاگورا گروپ
 بارے میں خبریں لگی تھیں... اس کا طریقہ کار لکھا تھا... یہ
 نے اودھم مچا رکھا تھا... اچانک نمودار ہوتا اور غائب
 ... اب اس سے شوکی برادرز نے یہ نتیجہ نکالا کہ کاشف
 دراصل شاگورا گروپ کے بارے میں اطلاع دی
 اب یہ بے چارے انسپکٹر کا شان سے ملے... شوکی نے
 بات بتائی اور کسی بوڑھے پولیس آفیسر سے ملنے کا
 اس طرح یہ انسپکٹر شا کر حمیدی صاحب سے ملے...
 چکے ہیں... انہیں دس سال پہلے کی باتیں یاد تھیں،
 بتایا کہ انہیں تو ناکہ بندی کی اطلاع ڈی ایس پی
 ... اور ڈی ایس پی صاحب کو یہ حکم ایس ایس
 صاحب نے دیا تھا... ایس ایس پی صاحب بھی

پتھر جلائی نور ہیں... انہوں نے اپنے ماتحت عملے کو فائل نکال کر
نے کا حکم دیا... لیکن معلوم ہوا کہ فائل وہاں سے غائب
... یہ وہاں سے گھر آ گئے... گھر آ کر انہوں نے انسپکٹر
رجیدی سے فون پر بات کی اور پوچھا... کہ دس سال پہلے
رات کے بعد شاگور گروپ کی کارروائیاں کیسی رہیں...
انہوں نے یہ حیرت انگیز بات بتائی کہ اس رات کے بعد
بج تک پھر شاگور گروپ نے کوئی واردات نہیں، وہ اس
غائب ہوا جیسے گدھے کے سر سے سینگ... انسپکٹر شاکر
صاحب نے بھی اس بات پر حیرت ظاہر کی... شوکی نے
کہا تھا کہ اس سوال کا جواب عنقریب وہ دیں
گی رات انہیں اغوا کر لیا گیا اور خوب مارا جاتا گیا...
کہ ابھی ان کے حلیے درست نہیں ہو سکے... اور ان
سے بولا بھی نہیں جاتا... کیوں اخلاق... انسپکٹر جمشید
اس کی طرف دیکھا۔

ٹاپ سننے شیک شا۔، شوکی بول پڑا۔

پ نے سنا... غالباً اس بے چارے نے کہا ہے
ایک کہا... اس کے بعد ان کی گمشدگی اور مار پیٹ

رہتا ہو چکے ہیں، ان کا پتا معلوم کر کے انہوں نے ایڈووکیٹ
اکبر راسخو اور کرنل قارانی صاحب کو ساتھ لیا اور ان سے ملنے
کے لیے چل پڑے... جب یہ اندر پہنچے تو انہوں نے ایس ایس
پی نواز ملک صاحب کے پاس قاسم محمود صاحب کو بیٹھے
دیکھا... یہ حیرت زدہ رہ گئے... کیونکہ قاسم محمود صاحب کے
اسٹور پر ہی کاشف خالد ملازمت کرتا تھا... خیر ان کے وہاں
جاتے ہی قاسم محمود اٹھ کھڑا ہوا... ایس ایس پی صاحب نے
بات تسلیم کی کہ ایک نامعلوم شخص نے اس دن یہ اطلاع دی تھی
کہ آج رات شاگور گروپ واردات کرے گا... لیکن ان
کہنا ہے کہ اس نے اپنا نام نہیں بتایا تھا... چلتے وقت شوکی
ایس ایس پی صاحب سے یہ بھی پوچھ لیا کہ قاسم محمود وہاں
سلسلے میں آئے تھے... انہیں یہ سوال ناگوار تو گزرا،
انہوں نے بتا دیا کہ اس سے ان کے پرانے تعلقات ہیں...
یہ لوگ باہر نکل آئے... انہیں یہ بات عجیب لگی تھی کہ قاسم
اسی دن کیوں ایس ایس پی صاحب سے ملنے کے
ہے۔ اب یہ لوگ ساگرزہ پولیس اسٹیشن پہنچے... کیونکہ
گروپ کی فائل وہیں ہوتی تھی... ان دنوں وہاں کے

کیا!!!

”جی ہاں! اس وقت ہم انہیں نہیں پہچانتے تھے... پھر اخبارات کے مطالعے کے دوران ان کی تصویر دیکھی... آئی جی صاحب سے درخواست کی، انہیں بھی دعوت میں شریک کیا جائے۔“

”ہاں! بالکل یہی بات ہے...“ آئی جی شہزاد انور

”لیکن یہ کوئی ایسی عجیب بات نہیں تھی۔ میں تو نواز ملک ب سے اکثر ملتا رہتا ہوں... یہ میرے بہت پرانے دوست... دوسرے یہ کہ قاسم محمود کو دیکھ کر آپ کو حیرت اس لیے... کہ کاشف خالد ان کے سٹور پر کام کرتا تھا...“

”جی ہاں! یہی بات ہے، لیکن دوسری مرتبہ آپ قاسم

کی خبریں اخبارات میں پڑھ کر ہمارے ساتھی بھی یہاں آ گئے... انہوں نے بھی اپنا کام قاسم محمود اسٹور سے شروع کیا... راجہ فرہاد سے بات کی... انسپٹر شاکر حمیدی سے بھی ملے... پھر یہ ایس ایس پی نواز ملک کے ہاں پہنچے... ان سے بات چیت کر کے یہ باہر نکل رہے تھے کہ ایک کار وہاں آ کر رکی... اس میں سے دو آدمی اتر کر دروازے کی طرف بڑھے... یہ لوگ حیران رہ گئے، کیونکہ ان میں سے ایک قاسم محمود صاحب تھے اور دوسرے کو وہ پہچانتے نہیں تھے... اب ہم بتا سکتے ہیں کہ وہ فرزان خان گردیزی تھے...

”کیا مطلب؟“ کئی حیرت انگیز آوازیں ابھریں۔

☆☆☆☆☆

حمود کے ساتھ نظر آئے تھے۔“

”اس میں بھی کوئی عجیب بات نہیں... قاسم محمود صاحب سے بھی میری پرانی علیک سلیک ہے اور ہم دونوں اکوڑ اکٹھے نواز ملک صاحب سے ملنے کے لیے آتے رہے ہیں... اس بات کی تصدیق کرنے کے لیے یہ یہاں موجود ہی ہیں۔“

”اس میں شک نہیں... ان کا میرے ہاں آنا جانا بہت پرانا ہے۔“ ایس ایس پی نواز ملک بولے۔

”ٹھیک ہے... اب میں اپنی کہانی وہیں سے شروع کرتا ہوں... شوکی برادرز نے جب اپنی والدہ کے سامنے یہ کہنا تھا کہ انہیں شاگورا گروپ نے مارا ہے... تو وہ چونک اٹھی تھیں... انہوں نے شاگورا گروپ کے بارے میں انہیں بتایا تو پ لیڈر کے بارے میں بہت سی کام کی باتیں... ہم نے بھی ان کی کہانی سنی... ہم آپ کو پہلے ان کی کہانی سناتے ہیں... یہ کہ کرا نیسٹر جمشید نے شوکی کی والدہ والی کہانی دی... پھر بولے:

”لہذا ہم نے فیصلہ کیا کہ شاگورا گاؤں ہو آئیں بچپن کے گروپ لیڈر کا حلیہ تو معلوم ہو ہی جائے گا... اور بار پھر آزاد پھر رہا ہوتا...“

پتہ ہم نے یہ سفر کیا...“

اب انہوں نے ہانڈی پور کے ہوٹل میں ٹھہرنے اور ہرے کی چال بازی کے بارے میں بتایا... پھر بولے۔

”اور اس کا مطلب ہے... اس ہرے کا تعلق شاگورا گروپ سے تھا... خیر یہ لوگ شاگورا گاؤں کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ان کی مدد بھیڑ آدم خوروں سے ہوئی... اللہ کا شکر ہے... انہوں نے ان سب آدم خوروں کا تباہ کر دیا... اس سلسلے میں ہمارے دو دوستوں علی عمران اور

محمد سعید نے ان کی مدد بھی کی۔“ یہ کہتے ہوئے انیسٹر جمشید نے پھر شاگورا گاؤں پہنچے... وہاں کے سرچانے تھیں... انہوں نے شاگورا گروپ کے بارے میں بہت سی کام کی باتیں... لہذا یہ واپس لوٹ آئے اور اسی سلسلے میں آپ سب کو جمع کیا گیا... لیکن گروپ لیڈر نے پہلے ہی ہماری موت کا کر لیا... شکر کریں پروفیسر داؤد نے وقت سے پہلے بات کر لی... ورنہ اس وقت یہاں ہمارے مردہ جسم ہوتے اور

”کیا مطلب... کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ

اور صفات بتائی ہیں... مجرم سگریٹ پینے کا زیر دست عادی

”کیا!!!“ وہ ایک ساتھ چلا اٹھے۔

”جی ہاں! یہ عادت پائی جاتی ہے... قاسم محمود

صاحب میں۔“

”نہیں... نہیں... میرا تو اس گروپ سے

اور کا بھی تعلق نہیں۔“ قاسم محمود چلا اٹھے۔

”اور کاشف خالد ملازم بھی آپ کے اسٹور پر تھا...

یہ راجہ فرہاد نے جو نہی کاشف خالد سے یہ بات سنی...

ہوں نے فوراً آپ کو بتا دیا... اور آپ نے گروپ کی دار

نہیں کر دی۔“

”کیا مطلب... کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ قاسم محمود

گروپ کے لیڈر ہیں۔“ شہزاد انور نے مارے حیرت کے

”آپ خود دیکھ لیں... تمام باتیں ان پر بالکل فٹ

ہوتی ہیں... سگریٹ یہ اس وقت بھی پی رہے ہیں... اور

دیکھتے ہیں... شاگور اگاؤں والوں نے مجرم کی کیا عادات

شاگور اگروپ کا لیڈر ہمارے درمیان موجود ہے۔“ شہزاد

انور چونک اٹھے۔

”جی ہاں! بالکل یہی بات ہے... اب ہم بتاتے

ہیں... مجرم کون ہے... کاشف خالد کو کس طرح شاگور

گروپ کا پتا چل گیا... اس نے ایس ایس پی صاحب کو فون پر

یہ بات بتادی... لیکن اس نے اپنا نام نہ بتایا... شاید اس نے

اپنے لیے خطرہ محسوس کیا ہوگا... بس اس سے غلطی یہ ہوئی کہ راجہ

فرہاد سے اس بات کا ذکر کر بیٹھا... بالکل سامنے کی بات ہے

... شاگور اگروپ کو خبردار کرنے والے صرف دو آدمی ہو سکتے

ہیں۔ راجہ فرہاد... یا پھر ایس ایس پی نواز ملک صاحب۔“

”کیا کہا...“ وہ دونوں اور ان کے ساتھ کئی

دوسرے چلا اٹھے۔

”کاشف خالد نے ان دو کے علاوہ کسی سے کوئی بات

نہیں کہی تھی... اور شاگور اگروپ نے اس رات کا رروائی نہیں

کی تھی... لہذا صاف ظاہر ہے، یا تو راجہ فرہاد صاحب نے

گروپ کو خبردار کیا... یا ایس ایس پی صاحب نے... اب

دیکھتے ہیں... شاگور اگاؤں والوں نے مجرم کی کیا عادات

دیکھتے ہیں... شاگور اگاؤں والوں نے مجرم کی کیا عادات

ہے اور یہ بات میں آج ثابت کروں گا۔

”کیا کہا آپ نے... آپ یہ بات ثابت کریں
میں۔“ فردان خان گردیزی کے سبج میں بلا کی حیرت در آئی۔
”ہاں بالکل... لیکن کچھ دیر بعد... اس کیس کے
اصل مجرم دراصل ایس ایس پی نواز ملک بنتے ہیں۔“
”نہیں... نہیں۔“ وہ اچھل پڑے... ان کی
آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

”دیکھیے نا... کاشف خالد نے آپ ہی کو اطلاع دی
تھی... اس وقت تک شاگورا گروپ کو خبر نہیں تھی... میرا
مطلب ہے... آپ نے اسے خبردار کیا۔“

”غلط... ابھی آپ کہہ چکے ہیں... ایسا راجہ فرہاد نے
ایس ایس پی نواز خالد مسکرائے۔

”جی ہاں! بالکل... میرا مطلب ہے، یہ کام آپ نے
کیا اور راجہ فرہاد نے بھی۔“

”خیر... آپ جتنا جی چاہے، زور لگالیں... مجھے اس
لے میں نہیں گھسیٹ سکیں گے۔“ وہ مسکرائے۔

”شاگورا گاؤں کے لوگوں نے شاگورا گروپ کے

پہلے ہی ان کا ملازم تھا... لہذا ہو سکتا ہے... اس نے ان کے منہ
سے بطور شاگورا گروپ کے سرغنہ کوئی بات کرتے سنا ہوگا...
اب اس بے وقوف کو کیا معلوم تھا... راجہ فرہاد بھی گروپ کا
آدمی ہے۔“

”نہیں... یہ غلط ہے... میرا گروپ سے کوئی تعلق
نہیں۔“ راجہ فرہاد نے بوکھلا کر کہا۔

”خیر راجہ صاحب، یہ بات تو آپ رہنے دیں... میرا
دعویٰ ہے... اگر آپ کا گروپ سے کوئی تعلق نہیں تو پھر یہاں
موجود کسی بھی شخص کا کوئی تعلق نہیں۔“

”آپ... آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔“

”یہ کہ ہمارے مجرم نمبر دو آپ ہیں... اور مجرم نمبر

ایک کوئی اور ہے، میرا مطلب ہے، گروپ کے لیڈر کم از کم آپ
نہیں ہیں... کیونکہ ایک فاش غلطی آپ سے بھی ہو چکی ہے

آپ کو یہ بات شوکی برادرز کو نہیں بتانی چاہیے تھی، یہ لوگ
اس کیس میں آگے بڑھے ہیں تو صرف آپ کی اس بات کی

سے، ورنہ شاید ہم اب تک اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے
ہوتے، لہذا میرا اعلان ہے کہ آپ کا تعلق شاگورا گروپ

صاف سترا، آنکھیں بھوری، چہرہ لیو ترا... اس پر ناک بالکل ہدی۔“

انہوں نے اس حلیے کو غور سے سنا... پھر لگے ایک سرے کی طرف دیکھنے۔ آخر انپکڑ جمشید نے کہا۔

”اور ایس ایس پی نواز ملک صاحب! یہ حلیہ بھی قریب ب آپ پر فٹ آرہا ہے۔“

”نن نہیں... پہلی بات تو یہ کہ میں سگریٹ نہیں پیتا۔“
”آپ نے سگریٹ پینا چھوڑ دیے ہوں گے۔“ انہوں

”میرا رنگ قدرے سافولا ہے... حلیے میں صاف بان ہوا ہے... ویسے اس حلیے کی بنیاد پر بھی آپ مجھے مجرم نہیں کر سکتے۔“

”آپ ٹھیک کہتے ہیں۔“ انپکڑ جمشید نے جھکے جھکے کہا۔ پھر اچانک انہوں نے اپنا رخ راجہ فرہاد کی طرف

”محترم... راجہ فرہاد صاحب۔“
”جی جناب۔“ اس نے منہ بنایا۔

لیڈر کی ایک بہت خاص عادت بتائی ہے۔“ انپکڑ جمشید نے جیسے ان کا جملہ سنا ہی نہیں۔

”اور وہ کیا؟“ نواز ملک نے چونک کر سر کو جھٹکا دیا۔
”یہ کہ وہ باتوں کے دوران سر کو زور سے جھٹکتا تھا...“

اور ایس ایس پی صاحب... ہم یہ عادت آپ میں بھی دیکھ رہے ہیں۔“ انپکڑ جمشید بھرپور انداز میں بولے۔

”تو کیا ہوا... یہ عادت تو کسی میں بھی ہو سکتی ہے... کیا یہ ثبوت عدالت میں پیش کر کے آپ مجھے سزا دلوا سکتے ہیں۔“

ایس ایس پی ہنسے۔
”افسوس! نہیں۔“ انپکڑ جمشید نے مایوسانہ انداز

میں کہا۔
”بس تو پھر... اب آپ کیا کہتے ہیں۔“

”گاؤں کے لوگوں نے اس لڑکے کا حلیہ بھی یہی تو

تھا۔“
”اور... اور وہ حلیہ آپ کو یہاں کس کا نظر آ

ہے۔“ قاسم محمود نے بھنا کر کہا۔
”پہلے حلیہ سن لیں... قدرے لمبا قد، دبلا پتلا،

”گلتا ہے... بے چارے انسپکٹر جمشید کو کوئی بات بھائی
نہیں دے رہی اور یہ زبردستی ملک صاحب کو مجرم ٹھہرانا چاہے
ہا۔“ ایک مہمان نے طنز یہ کہا۔

”لیکن۔“ انسپکٹر جمشید نے زوردار انداز میں کہا۔
ان کے دل دھک دھک کرنے لگے... انسپکٹر جمشید
اس انداز میں، لیکن کہتے تھے تو وہ کوئی دھماکا کرتے تھے...
یہی ہوا... انھوں نے زوردار لہجے میں کہا۔

”لیکن یہاں ایک شخص ایسا بھی موجود ہے... جس کے
ن اور انگلیاں گواہ ہیں کہ وہ بے تحاشہ سگریٹ پینے کا عادی
... جو باتوں کے دوران سر کو زور سے جھٹکتا ہے۔“
”کیا مطلب؟“

”اور اس کا حلیہ بھی وہی ہے... جو گاؤں والوں نے

”کیا مطلب؟“ سب کے سب ایک ساتھ چلا اٹھے۔

”جی ہاں! جب میں نے سب کے حلیوں کو غور سے
عادات کا بھی جائزہ لیا تو یہ سب باتیں ایک انسان
کیں۔“

”مہربانی فرما کر بتادیں... آپ نے کسے خبردار کیا
تھا۔“

”کسی کو بھی نہیں۔“
”گویا آپ کو کمرہ امتحان میں بھیجنا ہوگا۔“
”بغیر ثبوت کے آپ کسی پر ظلم نہیں توڑ سکتے۔“ نواز
ملک جھلا اٹھے۔

”خیر... اگر آپ اس طرح نہیں مانتے تو پھر میں اس
بات کو ایک اور طرح ثابت کر سکتا ہوں۔“ انسپکٹر جمشید
مسکرائے۔

”جس جس طرح ثابت کرنا چاہتے ہیں، کریں۔“
ایس ایس پی نواز ملک نے کہا۔

”تب پھر سنیے... آپ کہتے ہیں... آپ سگریٹ نہیں
پیتے... لیکن شاگور اگر وپ کا لیڈر بے تحاشہ سگریٹ پیتا تھا۔“

لہذا وہ آپ نہیں ہو سکتے، وہ سر کو جھٹکا دینے کا عادی ہے...
بات آپ میں پائی جاتی ہے... لیکن صرف اس ایک بات
کوئی مجرم ثابت نہیں ہو جاتا۔“

”تب پھر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔“

آخر... آخر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔“ فرزان
خان گردیزی نے مارے حیرت کے کہا۔
”یہ کہ وہ آپ ہی ہیں۔“
”کیا!!!“ وہ سب کے سب چلا اٹھے۔

☆☆☆☆☆

دوسرا لیکن

پھر کتنے ہی لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے... ان سب
مجرم پر جہی تھیں... آخر اس کے چہرے پر ایک گہری
کراہٹ ابھری اور اس نے کہا:

”لگتا ہے، آپ گھاس کھا گئے ہیں... مجھے سگریٹ پیتے
نے کب دیکھا ہے۔“ فرزان خان گردیزی بولے۔

”اس محفل میں آپ نے واقعی سگریٹ نہیں کی... لیکن
اگر چکے ہیں کہ بات کرنے کے دوران آپ نے سر کو
ٹکے ضرور دیتے ہیں... آپ کی انگلیاں اور ہونٹ گواہ
بے تحاشہ سگریٹ پیتے ہیں۔“

لیکن انسپکٹر جمشید۔“ آئی جی شہزاد انور کہتے کہ رک

پہلو گروپ کے کسی بھی کارکن پر ظاہر نہیں کیا۔
 لیکن یہ کیسے ممکن ہے کہ تم اس کو نہ جانتے ہو
 کیونکہ تم سب تو شاگورہ گاؤں کے یعنی اپنی نوجوانی کے
 لئے سے ایک دوسرے کے ساتھ ہو۔
 ضروری تو نہیں کہ شاگورہ گروپ کے تمام کارکن

گاؤں والے گروپ کے زمانے کے ساتھی ہوں۔
 گویا تم یہ بات تسلیم کرتے ہو... کہ تم اس گروپ
 کی نہیں ہو۔

ہاں! بالکل کرتا ہوں... اب بھی ہوں۔
 اس کے اچانک اقرار پر محمود اور فاروق نے حیران ہو
 والد کی طرف دیکھا... اس کا اس طرح کا ایک
 انہونی سی بات تھی۔ ان کے خیال میں اس کی شاگورہ
 وابستگی کا یہ اعلان قطعی غیر ضروری تھا کیونکہ اگر وہ
 انکسٹر جمشید کے پاس اس کا تعلق ظاہر کرنے کا کوئی

پلو خیر... تم یہ بتا دو کہ تم نے کاشف خالد کی بات
 دی تھی۔

فرما ہے؟
 آپ نے بتایا تھا کہ جیلے میں اس لڑکے کی ہاک
 بالکل سیدھی تھی، جب کہ ہم دیکھ رہے ہیں... ان کی ہاک
 درمیان سے ابھری ہوئی ہے اور اس ہاک کو کوئی بھی سیدھی ہاک
 نہیں کہہ سکتا۔

ہاں واقعی... یہ تو ہے۔ انکسٹر جمشید نے مایوسانہ
 انداز میں کہا۔
 گویا آپ نے ان کی ہاک کی طرف دھیان ہی نہیں دیا۔

قاسم محمود نے منہ بنایا۔
 مجھے افسوس ہے۔

ہا ہا ہا۔ فرزان خان گردیزی نے قہقہہ لگایا۔
 آپ کا کیس ادھورا رہ گیا... اس کیس کا مجرم
 اور ہے... ہاں آپ راجہ فرہاد کی حد تک بات ٹھیک کہہ
 ہیں... آپ اسے کمرہ امتحان میں لے جائیں اور اس
 اگوائیں... کہ شاگورہ گروپ کا لیڈر کون ہے۔

نہیں نہیں... میرے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں۔
 یہ بات تو آج تک کسی کو بھی معلوم نہیں... اس نے کبھی بھی

ساحبان ملیں۔ "فردان گردیزی نے اٹھتے ہوئے کہا... بہت سے لوگ ایک دم اٹھ کھڑے ہوئے۔"

"لیکن آپ کم از کم میری ایک بات ضرور سن لیں... اور وہ یہ کہ جب سب قے کر کے جا رہے تھے... اس وقت آپ کو بھی جانا پڑا تھا... لیکن آپ کو تو قے آئی نہیں رہی تھی... آپ جھوٹ موٹ کی قے کر کے آگے تھے، کیونکہ اگر آپ مجرم تھے تو آپ کو زہر آلود کھانا کھانے کی ضرورت تھی... چنانچہ ان سب حضرات کے معدے کی رپورٹ آپ کے مددے کی رپورٹ سے مختلف ہوگی... کلینکل لیبارٹری والے یہ بات بہت آسانی سے ثابت کر دیں گے... اور اس سے بھی زیادہ کر میں ایک اور ثبوت کیوں نہ دے دوں۔" یہ کہتے ہوئے مسکرائے۔

اب سب لوگ رک چکے تھے... گردیزی تو منہ ابھرا رہا تھا... شاید اسے قے والی بات سننے کی ایک امید بھی نہیں تھی اور ابھی تو انسپکٹر جمشید کچھ اور کہنے جا رہے تھے... اس نے سنا... وہ کہہ رہے تھے:

"اور رہ گئی بات ناک کی... تو یہ میں ابھی ثابت کیے

"اس نے اپنا ایک نمبر ہم لوگوں کو دیا ہوا ہے... موبائل نمبر پر رابطہ کر کے اطلاع دی تھی۔"

"وہ نمبر کیا ہے۔"

اس نے نمبر بتا دیا... انھوں نے نمبر ڈائل کیا، وہ بند تھا۔

"بس انسپکٹر جمشید... ختم کریں... بہت ہو چکی... اب ہم سب کو اجازت دیں... آپ ہمارا کافی وقت ضائع کر چکے۔" شہزاد انور نے بھنائے ہوئے انداز میں کہا۔

انسپکٹر جمشید نے بے بسی کے عالم میں ان سب کی طرف دیکھا، وہ بھی پریشان ہو گئے... ایسے میں ایک بار پھر انکی جمشید کی آواز ابھری:

"لیکن !!!"

یہ ان کا دوسرا لیکن تھا اور پہلے سے زیادہ زوردار تھا... اس نے کہا ابا جان... آپ ایک اور لیکن لے آئے... اب سب لوگ رک چکے تھے... گردیزی تو منہ ابھرا رہا تھا... شاید اسے قے والی بات سننے کی ایک امید بھی نہیں تھی اور ابھی تو انسپکٹر جمشید کچھ اور کہنے جا رہے تھے... اس نے سنا... وہ کہہ رہے تھے:

"کیا کیا جائے... مجبوری ہے۔"

"اب ہم آپ کی کوئی بات نہیں سنیں گے..."

ہے کون... لہذا یہ صاحب یک دم ایک طرف ہو گئے... اب صرف ایک بات رہ جاتی ہے اور وہ یہ کہ فائل کس نے غائب کی جس نے بھی غائب کی... وہ ضرور شاگورا گروپ میں شامل تھا... اور وہ اسپیکٹر خادم بیگ کے سوا کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا... اس وقت ساگرزہ اسٹیشن پر ہی لگا ہوا تھا... جب گروپ کے پرنسپل نے گروپ ختم کرنے کا فیصلہ کیا... لہذا پہلے اس نے اسپیکٹر خادم بیگ کے ذریعے فائل منگوائی... پھر گروپ ختم کر دیا... ان الفاظ کے ساتھ ہی ایک طرف سے راجہ فرہاد

جگہ سے اٹھا اور دوسری طرف سے کاشف خالد کی ماں اٹھی۔ نرزان کے سامنے جا کھڑی ہوئی....

پھر راجہ فرہاد کی آواز ابھری: ”آپ لوگ حیران تھے پہلی بار ایک یہ اعتراف کیوں کر بیٹھا تھا کہ میرا بھی شاگورا بارممبر بنے تو اسی رات کو واردات کا پروگرام تھا... لیکن جب سے تعلق ہے اور وہ کیا وجہ تھی کہ میں نے ٹوکی بدادرز بات لیک ہو گئی تو اچانک آپ نے فیصلہ کیا... اب اس گروپ کی جگہ میں خود اسے غائب کو انے والوں کا ساتھی تھا... خاتمہ ہی کر دینا بہتر ہوگا، لہذا تمام کارکنوں کو یہ پیغام دے دیا یہ آپ سب کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ سب میں نے اپنے کہ وہ گوشہ نشین ہو جائیں... عام شہری کی حیثیت سے رہنا ہاتھوں مجبور ہو کر کیا۔ چند منٹ پہلے میں نے اپنے شروع کر دیں... اب کارکنوں کو تو پتا ہی نہیں تھا... کہ لینڈ گروپ سے متعلق ہونے کا اقرار اس لیے کیا کہ مجھے

دیتا ہوں کہ آپ کی ناک بالکل سیدھی ہے... یہ تم تو میک اپ کا کمال ہے۔“

یہ کہتے ہوئے بہت تیزی سے اس تک پہنچ گئے... ان کا ہاتھ اس کی ناک کی طرف گیا اور دوسرے ہی لمحے اس کی ناک بالکل سیدھی نظر آنے لگی۔

”ارے... یہ کیا۔“ مختلف آوازیں ابھریں۔

”باپ رہے۔“ باقی ماندہ لوگوں کے منہ سے نکلا۔

”یہ... یہ تو کمال ہو گیا... میرا خیال ہے...“

گردیزی صاحب... اب تو آپ کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں رہ گیا ہرگا... چلیے میں ہی بتا دیتا ہوں، ترقی کرتے کرتے

آپ نے اس قدر ترقی کر لی... کہ آپ نے الیکشن تک لڑ لیا اور

صوبائی اسمبلی کے ممبر بھی بن گئے... دس سال پہلے جب آپ پہلی بار

بارممبر بنے تو اسی رات کو واردات کا پروگرام تھا... لیکن جب سے تعلق ہے اور وہ کیا وجہ تھی کہ میں نے ٹوکی بدادرز

بات لیک ہو گئی تو اچانک آپ نے فیصلہ کیا... اب اس گروپ کی جگہ میں خود اسے غائب کو انے والوں کا ساتھی تھا... خاتمہ ہی کر دینا بہتر ہوگا، لہذا تمام کارکنوں کو یہ پیغام دے دیا یہ آپ سب کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ سب میں نے اپنے کہ وہ گوشہ نشین ہو جائیں... عام شہری کی حیثیت سے رہنا ہاتھوں مجبور ہو کر کیا۔ چند منٹ پہلے میں نے اپنے شروع کر دیں... اب کارکنوں کو تو پتا ہی نہیں تھا... کہ لینڈ گروپ سے متعلق ہونے کا اقرار اس لیے کیا کہ مجھے

بات لیک ہو گئی تو اچانک آپ نے فیصلہ کیا... اب اس گروپ کی جگہ میں خود اسے غائب کو انے والوں کا ساتھی تھا... خاتمہ ہی کر دینا بہتر ہوگا، لہذا تمام کارکنوں کو یہ پیغام دے دیا یہ آپ سب کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ سب میں نے اپنے کہ وہ گوشہ نشین ہو جائیں... عام شہری کی حیثیت سے رہنا ہاتھوں مجبور ہو کر کیا۔ چند منٹ پہلے میں نے اپنے شروع کر دیں... اب کارکنوں کو تو پتا ہی نہیں تھا... کہ لینڈ گروپ سے متعلق ہونے کا اقرار اس لیے کیا کہ مجھے

بات لیک ہو گئی تو اچانک آپ نے فیصلہ کیا... اب اس گروپ کی جگہ میں خود اسے غائب کو انے والوں کا ساتھی تھا... خاتمہ ہی کر دینا بہتر ہوگا، لہذا تمام کارکنوں کو یہ پیغام دے دیا یہ آپ سب کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ سب میں نے اپنے کہ وہ گوشہ نشین ہو جائیں... عام شہری کی حیثیت سے رہنا ہاتھوں مجبور ہو کر کیا۔ چند منٹ پہلے میں نے اپنے شروع کر دیں... اب کارکنوں کو تو پتا ہی نہیں تھا... کہ لینڈ گروپ سے متعلق ہونے کا اقرار اس لیے کیا کہ مجھے

بات لیک ہو گئی تو اچانک آپ نے فیصلہ کیا... اب اس گروپ کی جگہ میں خود اسے غائب کو انے والوں کا ساتھی تھا... خاتمہ ہی کر دینا بہتر ہوگا، لہذا تمام کارکنوں کو یہ پیغام دے دیا یہ آپ سب کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ سب میں نے اپنے کہ وہ گوشہ نشین ہو جائیں... عام شہری کی حیثیت سے رہنا ہاتھوں مجبور ہو کر کیا۔ چند منٹ پہلے میں نے اپنے شروع کر دیں... اب کارکنوں کو تو پتا ہی نہیں تھا... کہ لینڈ گروپ سے متعلق ہونے کا اقرار اس لیے کیا کہ مجھے

بات لیک ہو گئی تو اچانک آپ نے فیصلہ کیا... اب اس گروپ کی جگہ میں خود اسے غائب کو انے والوں کا ساتھی تھا... خاتمہ ہی کر دینا بہتر ہوگا، لہذا تمام کارکنوں کو یہ پیغام دے دیا یہ آپ سب کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ سب میں نے اپنے کہ وہ گوشہ نشین ہو جائیں... عام شہری کی حیثیت سے رہنا ہاتھوں مجبور ہو کر کیا۔ چند منٹ پہلے میں نے اپنے شروع کر دیں... اب کارکنوں کو تو پتا ہی نہیں تھا... کہ لینڈ گروپ سے متعلق ہونے کا اقرار اس لیے کیا کہ مجھے

کے پاس پہنچ جائے اور اسے اپنی آغوش میں چھپا سکے۔
فرزان خان گردیزی بالکل خاموش کھڑا تھا۔ ہر طرف
بوجھل خاموشی طاری تھی:

چند لمحے وہ کاشف خالد کی ماں کی طرف دیکھتا رہا۔۔۔
اس نے کہا:

”اسے میں نے اٹھوا لیا تھا۔۔۔ موت کے گھاٹ نہیں
فاما۔۔۔ بس اپنی کونٹھی کے تہ خانے میں قید کر دیا تھا۔۔۔ میری
میں جتنے ملازم ہیں۔۔۔ سب کے سب شاگورا گروپ کے
ہیں۔۔۔ لیکن انھیں بھی یہ معلوم نہیں کہ لیڈر کون
ہر حال میں نے انھیں خود ہی ہدایات دی تھیں کہ تم فلاں
جا کر ملازمتیں لے لو۔۔۔ وہاں تمہیں ملازمتیں مل جائیں
ان طرح میں نے گروپ کے سب لوگوں کو ملازمتیں دلوا
دیں۔۔۔ اگر گروپ گویا زیر زمین چلا گیا، صوبائی اسمبلی کا رکن
ہی میں نے سوچا۔۔۔ اب اس کام کو بند کر دینا
بے تحاشہ دولت تو پہلے ہی جمع کر چکا تھا۔۔۔ اوپر سے
انگیا تھا۔۔۔ پھر یہ خوف ہر وقت سوار رہتا تھا کہ نہ
ان کی میرا سراغ لگا لے، جب راجہ فرہاد نے فون پر

محسوس ہوا کہ شاید آپ شاگورا کا سراغ لگانے میں ناکام
ہو رہے ہیں۔ کاشف کے غائب ہو جانے کے بعد جب کاشف
کی بوڑھی ماں بے بسی کی تصویر بنی دکان پر آئی تھی تو میں اپنی
نظروں میں بالکل گر گیا تھا۔ مجھ سے ان کا غم دیکھا نہیں جاتا
تھا۔ پھر چند روز پہلے جب شوکی برادرز اسٹور پر آئے تو میں نے
انہیں پہچان لیا۔ اور یہ تہیہ کر لیا کہ میں انہیں ساری بات سچ سچ بتا
دوں گا۔ سچ تو یہ ہے کہ میں بھی اپنے مالک کو ہی شاگورا کا سردار
سمجھتا رہا اور ڈرتا رہا کہ کہیں یہ مجھے بھی غائب نہ کر وادیں۔ لیکن
ایک روز میں اتفاق سے یہ جان گیا تھا کہ۔۔۔ اصل سرغنہ فرزان
گردیزی ہے۔ میرے پاس اس سچائی کا پکا ثبوت بھی موجود
ہے۔ میں آج تک صرف بات کے خوف کے باعث خاموش
تھا۔۔۔“

یہاں تک کہنے کے بعد اس نے بوڑھی خاتون کی طرف
دیکھا اور پھر آگے بڑھ کر ان کے قدموں میں گر پڑا۔ اس بوڑھی
خاتون کے سامنے جو خود اس وقت فرزان گردیزی یعنی ایک
مجرم کے سامنے مبتلا سے مجبور ہاتھ جوڑے کھڑی تھی کہ وہ اس
گمشدہ بیٹے کا پتا اس کو بتا دے اور وہ پر لگا کر اڑتی ہوئی اسے

”میرا بیٹا۔“

”ماں۔“ آخر اس نے بھی اپنی ماں کو پہچان لیا...
اب دونوں رونے لگے۔ اس منظر سے ان سب کی آنکھوں میں
آنسو آ گئے...

اب عجیب منظر دیکھنے میں آیا... گردیزی کے بچے
اپنے باپ کی کو گرفتاری کا منظر دیکھ رہے تھے اور آمنہ خالد کا بیٹا
اپنی ماں کے ساتھ آزاد فضا میں سانس لے رہا تھا۔ اس وقت ایسا
لگ رہا تھا کہ... ان کے چہروں پر دس سالہ مصیبت کا کوئی نام
باقی نہیں، جب کہ گردیزی اور اس کے بیوی بچوں کے
سواں پر ایسی مردنی دیکھنے میں آرہی تھی کہ انھوں نے کیا کبھی کسی
چہرے پر ایسی مردنی دیکھی ہوگی... کاشف خالد نے انھیں
کہ وہ اس روز دوپہر کے وقت کچھ سامان گردیزی کے گھر
پہنچانے گیا تھا... اس سامان کا آرڈر گردیزی نے دیا
اس وقت وہاں نہ تو گردیزی تھا... نہ اس کے بیوی بچے
بس ملازم تھے... ان میں سے ایک ملازم نے اسے خیر
ایک پرچہ دے دیا... اس نے باہر آ کر اسے پڑھا تو،
لکھا تھا... اس کوٹھی کا مالک دراصل شاگوراء گروپ کا

بتایا کہ شوکی برادرز شاگوراء گروپ کے خلاف تحقیقات کر رہے
ہیں... تو میں فکر مند ہو گیا... اس وقت مجھے اپنی غلطی کا احساس
ہوا... اول تو مجھے کاشف خالد کو اغوا ہی نہیں کرنا چاہیے تھا...
اور اگر کر لیا تھا تو اسے چھوڑ دیتا... اس طرح آج دس سال بعد
مجھے یہ دن نہ دیکھنا پڑتا...

”اس... اس کا مطلب ہے... مم... میرا...“
بیٹا زندہ ہے۔“ کاشف کی ماں چلائی۔
”ہاں۔“ مجرم نے کہا اور اس کا سر جھک گیا۔

اسی وقت انہیں معلوم ہوا کہ تقریب شروع ہونے
پہلے ہی گردیزی کی کوٹھی کو گھیرے میں لے لیا گیا تھا...
انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران پہلے ہی ہر طرح سے یقین
چکے تھے کہ شاگوراء کا بازگیر کون ہے اور اس کے گرد وہ گھیر
تنگ کر چکے تھے۔ پھر وہ اسے ساتھ لیے ہوئے کوٹھی میں
ہوئے... تمام ملازمین کو گرفتار کر لیا گیا... پھر تہ خانے
کاشف خالد کو نکالا گیا... اس نے دس سال بعد سورج کی
دیکھی، وہ چندھیائی ہوئی آنکھوں سے ان سب کو دیکھتا
ایسے میں اس کی ماں اس سے لپٹ گئی۔

”شیاہیک شے۔“ اخلاق نے بوکھلا کر کہا۔
اور وہ ہنس پڑے۔۔۔ دوسرے دن شوکی برادرز کے
میں اخباری نمائندوں کا میلہ لگا ہوا تھا۔۔۔ اور وہ ان سے بھی
شین ہی شین میں بات کر رہے تھے تو اخباری نمائندے
اس طرح دیکھ رہے تھے، جیسے وہ کسی دوسری دنیا کی مخلوق

☆☆☆☆☆

25 دسمبر 2008 کو پڑھے

کالازار

لیڈر ہے، اور یہاں باقی جتنے ملازم ہیں۔۔۔ سب کے سب اسی
گروپ کے ہیں اور یہ کہ اس نے گردیزی کو فون پر ہدایات
دیتے کئی بار سنا ہے۔۔۔ باقی لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ اس کو شکی کا
مالک دراصل شاگورا گروپ کا سردار ہے۔“

یہ معلومات ملنے پر پہلے تو شام تک سوچتا رہا کہ
کیا کرے۔۔۔ آخر اس نے ایس ایس پی نواز ملک کا فون نمبر
معلوم کر کے انھیں فون کر دیا۔۔۔ لیکن اپنا نام نہ بتایا۔۔۔ بس اس
سے غلطی یہ ہوئی کہ شیخی میں آکر راجہ فرہاد سے وہ بات کہہ بیٹھا
اور اس طرح پھنس گیا۔۔۔ اسے کیا معلوم تھا کہ راجہ فرہاد بھی
گروپ کا آدمی ہے۔۔۔ یہ تھی ساری تفصیل۔۔۔ ان سارے
کاموں سے فارغ ہو کر جب وہ شوکی کے گھر کی طرف چلے تو اس
وقت فاروق نے کہا۔

”کیس تو ہو گیا ختم۔۔۔ لیکن بے چارے شوکی کا کیا
گا۔۔۔ انھیں تو سوائے مار پیٹ کے کچھ بھی نہ ملا۔“
”فکر نہ کرو۔۔۔ شاگورا گروپ کی گرفتاری پر
انعام انھی کو ملے گا۔“ اکبر راٹھور بولے۔
”ادہ تب تو ٹھیک ہے۔“ آفتاب نے خوش ہو کر کہا